اُم البراہین

(جلد دوم)

تصنیف وتالیف

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

فہرس

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
1	فہرست	3
2	﴿باب اول: دفاعِ سنت﴾	12
3	کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا؟	13
4	حدیث پر اعتراضات	15
5	عمر عائشہ رضی اللہ عنہا	39
6	اعتراضات اور ان کا ازالہ	42
7	نابالغ بچی کا نکاح	52
8	قرآنی دلائل	52
9	تنبیہات	57
10	حدیثی دلائل	61
11	اجماع اُمت	67
12	تنبیہ بلیغ	69
13	حدیث مصراۃ	71
14	حدیث مصراۃ اور اہل الرائے	75

15	حدیث پر وارد اعتراضات کے جوابات	76
16	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کرامت	80
17	الحاصل	96
18	عجوہ زہر کا تریاق	98
19	مدت رضاعت	103
20	دلیل نمبر ①: سورت بقرہ (۲۳۳)	103
21	شبہات کا ازالہ	104
22	دلیل نمبر ②: سورت احقاف (۱۵)	111
23	شبہات کا ازالہ	114
24	دلیل نمبر ③: سورت لقمان (۱۴)	120
25	رد بدعت میں علمائے احناف کا کلام	121
26	① جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر	123
27	② تکبیر تحریمہ کے وقت سر جھکانا	124
28	③ زبان سے نیت کرنا	124
29	④ خاص ترنم کے ساتھ اذان کہنا	126
30	⑤ پہلے دن دونوں جمرات کو کنکریاں مارنا	126
31	⑥ صلاۃ الرغائب	126
32	⑦ دوام کے ساتھ نوافل کی جماعت	127
33	⑧ غیر رمضان میں وتروں کی جماعت کا اہتمام	127

34	⑨اعضائے وضو تین سے زیادہ مرتبہ دھونا	128
35	⑩قبر پر اذان	128
36	⑪سورت کافرون کی اجتماعی تلاوت	128
37	⑫ہوا خارج ہونے پر استنجا	129
38	⑬اقامت سے پہلے درود	129
39	⑭میت پر عرق گلاب چھڑکنا	129
40	⑮شب برأت کو چراغاں کرنا	130
41	⑯وضو میں حلق کا مسح کرنا	130
42	⑰نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ	130
43	﴿باب ثانی: علوم حدیث﴾	133
44	حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع	134
45	اہل علم کا اجماع	134
46	اہل علم کے اقوال	136
47	معارضین کے دلائل کا جائزہ	139
48	صوفیا کے سلسلے	144
49	اصحابی کالنجوم	148
50	حدیث جابر رضی اللہ عنہ	148
51	حدیث عمر رضی اللہ عنہ	149
52	حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ	150

53	حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ	150
54	حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ	151
55	حدیث جواب بن عبید اللہ	151
56	حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ	152
57	اہل علم کی تحقیقات	153
58	فائدہ مہمہ	156
59	دعا سے متعلق چند روایات کا تحقیقی جائزہ	158
60	مرسل	167
61	مراسیل صحابہ	183
62	مصنف عبد الرزاق	189
63	ہدایہ میں بے اصل روایات	193
64	ہدایہ کی بے سروپا روایات	196
65	دعائے انس رضی اللہ عنہ	268
66	﴿باب ثالث: علوم القرآن﴾	270
67	فارسی میں قرآن مجید؟	271
68	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع	272
69	فارسی میں قرأت اور علمائے احناف	273
70	علمائے احناف کا رد	274
71	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل	277

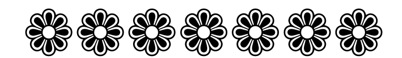
72	دلیل کا جواب	278
73	قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق	287
74	دینی اُمور پر اُجرت	298
75	حدیث قوس کے متعلق اہل علم کا فیصلہ	308
76	الحاصل	313
77	جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا	316
78	تنبیہات مہمہ	320
79	قرآنی تعویذ	323
80	تفسیر ابن عباس	327
81	استنادی حیثیت	327
82	محمد بن سائب کلبی	327
83	ابو صالح باذام	331
84	محمد بن مروان سدی صغیر	332
85	مدت تکمیل قرآن	336
86	تین دن سے کم مدت میں تکمیل اور اسلاف اُمت	338
87	نسخ کا ثبوت	344
88	کیا قرآن غیر محفوظ ہے؟	349
89	پہلا نسخ	351
90	نسخ کی پہچان	351

91	﴿باب رابع: حدود﴾	353
92	مرتد کی سزا	354
93	عمر قید کی سزا	361
94	ضروری نوٹ	362
95	حد رجم	363
96	رجم قرآنی حکم ہے	363
97	رجم کا انکار کرنے والے کا حکم	365
98	متواتر احادیث	367
99	اجماع اُمت	376
100	گستاخ رسول ﷺ	389
101	قرآنی دلائل	389
102	احادیث وآثار	393
103	اجماع اُمت	395
104	ذمی گستاخ رسول ﷺ کی سزا	399
105	ہم جنس پرستی	406
106	اسلام میں لواطت کی حد	416
107	حدیث میں لواطت کا حکم	417
108	لوطی کی حد پر اجماع ہے	418
109	لواطت کو جائز قرار دینے والے کا حکم	423

110	عورت کا عورت سے غیر فطری تعلق	423
111	قادیانیت اقلیت؟	425
112	﴿باب خامس: اسلامی فقہ﴾	430
113	مالِ یتیم پر زکوٰۃ	431
114	مانعین کے دلائل کا جائزہ	434
115	مالِ تجارت پر زکوٰۃ	438
116	قرآنی دلائل	438
117	حدیثی دلائل	439
118	اجماع	440
119	آثار صحابہ ومحدثین	441
120	عاشوراء کا روزہ	444
121	نو ذوالحجہ کا روزہ	454
122	رمضان کی قضا	459
123	نفلی روزے اور رمضان کی قضا	467
124	قربانی مشروع ہے	471
125	اشعار سنت ہے	474
126	حالت احرام میں نکاح جائز نہیں	483
127	میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	485
128	﴿باب سادس: حلال وحرام﴾	491

129	کیا گھوڑا حلال ہے؟	492
130	معارض دلائل کا جائزہ	497
131	فوائد مہمہ	499
132	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	504
133	الحاصل	510
134	سمندری جانور حلال ہیں	511
135	طافی کی حلت	515
136	کراہت کے دلائل اور ان کا جائزہ	520
137	ہر سمندری جانور حلال ہے	525
138	کتے کی خرید و فروخت	528
139	شکاری کتے کی استثنا ثابت نہیں	533
140	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	540
141	حدیث قلتین	544
142	شواہد	551
143	آثار	554
144	قلہ کی تعریف	556
145	حلال جانور میں حرام اعضا؟	559
146	﴿باب سابع: متفرقات﴾	564
147	کھڑے ہو کر پینے کی شرعی حیثیت	565

148	جواز کی احادیث	565
149	منع کی احادیث	569
150	ممانعت والی احادیث منسوخ یا تنزیہ پر محمول ہیں	573
151	غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنا	576
152	غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا حکم	577
153	احناف اور غیر مسلم عبادت گاہیں	601
154	عزل کی شرعی حیثیت	605
155	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ جات	612
156	عزل کی کراہت	613
157	منصوبہ بندی	614
158	ساتویں دن عقیقہ	615
159	زندگی میں جائیداد کی تقسیم	621
160	دلائل	622
161	یہ حکم وجوبی ہے	627
162	روز قیامت کس کے نام سے پکارا جائے گا؟	636
163	تنبیہات مہمہ	642
164	دنیا میں ماں کی طرف نسبت کرنا	643



باب اول

دفاعِ سنت

اس باب میں ان احادیث رسول کا دفاع کیا گیا ہے، جن پر گمراہ فرقے اعتراض کرتے رہتے ہیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا؟

نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ جادو ایک مرض ہے، دیگر امراض کی طرح یہ بھی انبیا کو لاحق ہوسکتا تھا، قرآن وحدیث میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ انبیا علیہم السلام پر جادو نہیں ہوسکتا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

سَحَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودِيٌّ مِّنْ يَهُودِ بَنِي زُرَيْقٍ، يُقَالُ لَهٗ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، قَالَتْ : حَتّٰى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ، وَمَا يَفْعَلُهٗ، حَتّٰى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ، أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ قَالَ : يَا عَائِشَةُ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهٗ فِيهِ؟ جَاءَ نِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ، أَوِ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي : مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ : مَطْبُوبٌ، قَالَ : مَنْ طَبَّهٗ؟ قَالَ : لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، قَالَ : فِي أَيِّ شَيْءٍ؟ قَالَ : فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، قَالَ : وَجُفِّ طَلْعَةِ ذَكَرٍ، قَالَ : فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ : فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ، قَالَتْ : فَأَتَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ : يَا عَائِشَةُ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ قَالَتْ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أَحْرَقْتَهُ؟ قَالَ : لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللّٰهُ، وَكَرِهْتُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا، فَأَمَرْتُ بِهَا فَدُفِنَتْ .

''بنو زریق کے لبید بن اعصم نامی ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ پر جادو کر دیا، آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ کسی کام کو کر رہے ہیں، حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا، حتی کہ ایک دن یا ایک رات جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تھے، آپ نے بار بار دعا کی، پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے، جو میں اس سے پوچھ رہا تھا؟ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے کیا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم نے، اس نے کہا: کس چیز میں؟ کہا: کنگھی، بالوں اور نر کھجور کے شگوفے میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہا: بئرِ ذی اَروان میں۔ آپ ﷺ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ وہاں گئے، پھر واپس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی گویا کہ مہندی ملا ہوا تھا اور اس کی کھجوریں گویا شیطانوں کے سر تھے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے کہا: کیا آپ نے اسے نکالا ہے؟ فرمایا: نہیں، مجھے تو اللہ نے عافیت دے دی ہے، میں اس بات سے ڈر گیا کہ اس کا شر لوگوں میں اٹھاؤں، لہٰذا میں نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔''

(صحيح البخاري : 5766، صحيح مسلم :2891)

یہ متفق علیہ حدیث دلیل قاطع اور برہانِ عظیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تھا۔

حدیث پر اعتراضات:

یہ حدیث بالاتفاق ''صحیح'' ہے، ہاں وہ معتزلہ فرقہ اس کا انکاری ہے، جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے، وہ نہ صرف اس حدیث کا منکر ہے، بلکہ اور بھی کئی احادیثِ صحیحہ کا منکر ہے۔

✿ امام نعیم بن حماد خزاعی رحمہ اللہ (۲۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُعْتَزِلَةُ تَرُدُّونَ أَلْفَيْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ نَحْوَ أَلْفَيْ حَدِيثٍ .

''معتزلہ احادیثِ نبویہ میں سے دو ہزار یا اس کے لگ بھگ احادیث کا انکار کرتے ہیں۔''

(سنن أبي داوٗد، تحت الحديث : 4772، آخر كتاب السّنّة، وسندهٗ صحيحٌ)

ہمارے دور کے بعض معتزلہ اور ملاحدہ نے اس حدیث پر عقلی و نقلی اعتراضات وارد کیے ہیں، آیئے ان اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ لیتے ہیں:

اعتراض نمبر ①

اس کا راوی ہشام بن عروہ ''مدلس'' ہے۔

جواب:

① ہشام بن عروہ کے ''ثقہ'' ہونے پر اجماع و اتفاق ہے، ان پر امام مالک کی جرح کا راوی ابنِ خراش خود ''ضعیف'' ہے، لہٰذا وہ قول مردود ہے۔

اگر چہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو طبقہ اولیٰ کے ''مدلسین'' میں ذکر کیا ہے، لیکن ان کا ''مدلس'' ہونا ثابت نہیں ہے، جس قول (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص۱۰۴) کی وجہ سے انہیں ''مدلس'' قرار دیا گیا ہے، وہ قول ثابت نہیں ہے، اس قصہ کے راوی عبداللہ بن علی بن المدینی کی ''توثیق'' ثابت نہیں ہے۔

یہ قصہ چونکہ ثابت نہیں، لہٰذا ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی غیر ثابت ہے۔

② ہشام بن عروہ بن عروہ بن زبیر نے صحیح بخاری (۳۱۷۵) اور مسند احمد (۵۰/۶) میں اپنے والد سے سماع کی تصریح کردی ہے۔

③ صحیحین میں ''مدلسین'' کی روایات سماع پر محمول ہیں۔

اعتراض نمبر ②

حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ روایت ہشام کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا اور ہشام کا ۱۳۲ھ میں دماغ جواب دے گیا تھا، بلکہ حافظ عقیلی تو لکھتے ہیں: قَدْ خَرِفَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ ''آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے۔'' تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ روایت سٹھیا نے سے پہلے کی ہے؟'' (مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: 91/2)

جواب:

یہ محض تراشیدہ الزام ہے، حافظ عقیلی کا قول نہیں مل سکا، متقدمین ائمہ میں سے کسی نے ان پر اختلاط کا الزام نہیں لگایا، دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں تمام مختلط راویوں کی روایات تنقیح شدہ ہیں، ان میں اختلاط مضر نہیں۔

تنبیہ:

حافظ ابن القطان رحمہ اللہ (۶۲۸ ھ) نے ہشام کو ''مختلط'' کہا ہے

(بیان الوهم والایهام : 508/4، ح : 2726)

۞ اس کے ردّ و جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ نَرَ لَهُ فِي ذٰلِكَ سَلَفًا .

''ہم نے اس بارے میں ان کا کوئی سلف نہیں دیکھا۔''

(تهذيب التّهذيب : 51/11)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِشَامٌ فَلَمْ يَخْتَلِطْ قَطُّ، هٰذَا أَمْرٌ مَقْطُوعٌ بِهٖ .

''ہشام کبھی بھی مختلط نہیں ہوئے، یہ بات قطعی ہے۔''

(سير أعلام النُّبلاء : 26/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُ ابْنِ الْقَطَّانِ : إِنَّهُ مُخْتَلِطٌ، قَوْلٌ مَرْدُودٌ وَمَرْذُولٌ .

''حافظ ابن قطان رحمہ اللہ کا انہیں مختلط کہنا مردود اور نا قابل التفات ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 36/6)

مزید فرماتے ہیں:

لَا عِبْرَةَ . ''اس کا کوئی اعتبار نہیں۔''(ميزان الاعتدال : 301/4)

اس تصریح کے بعد معلوم ہوا کہ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ کا قول قبول نہیں۔

اعتراض نمبر ③

حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''ہشام کے مشہور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نقل نہیں کرتے ، بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا ، ہشام سے جتنے بھی راوی ہیں ، سب عراقی ہیں ، اور اتفاق سے عراق پہنچنے کے چند روز بعد ہشام کا دماغ سٹھیا گیا تھا۔'' (مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۹۱/۲)

جواب:

یہ بے حقیقت بات ہے۔''ہشام کا دماغ سٹھیا گیا تھا'' اس پر کیا دلیل ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی تصریحات آپ نے ملاحظہ فرمالی ہیں ، دوسری بات یہ ہے کہ ہشام سے روایت ان کے دو مدنی شاگردوں نے بھی بیان کی ہے:

① انس بن عیاض مدنی

(صحيح البخاري :6391)

② عبدالرحمٰن بن ابی الزناد مدنی (ثقہ عندالجمہور)

(صحيح البخاري : 5763)

لہٰذا کاندھلوی صاحب کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ ''کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا''۔

اعتراض نمبر ④

شبیراحمد ازہر میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

''ہشام کی بیان کی ہوئی روایات میں سے کسی بھی روایت کی اسناد میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عروہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔''

(صحیح بخاری کا مطالعہ:2/87)

جواب:

① جب راوی کی اپنے استاذ سے ملاقات ثابت ہو اور وہ ''مدلس'' بھی نہ ہو، تو اس کی ''عن'' والی روایت محدثین کے نزدیک متصل اور سماع پر محمول ہوتی ہے۔

عروہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات و سماع ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 3077، صحيح مسلم : 2418)

عروہ رحمہ اللہ ''مدلس'' بھی نہیں ہیں، لہٰذا سند متصل ہے۔

قارئین کرام! جادو والی حدیث کے متعلق بعض لوگوں کے یہ اعتراضات تھے، جن کا ہم ازالہ کر چکے ہیں۔

بعض لوگ اس حدیث کو قرآنِ کریم کے مخالف سمجھتے ہیں، ہمارا جواب یہ ہے کہ بالاجماع صحیح حدیث قرآنِ مقدس کے مخالف نہیں ہے، وہ کونسی آیت کریمہ ہے، جو پتا دیتی ہے کہ نبی پر جادو نہیں ہوسکتا؟ یہ تو کافروں کا نظریہ تھا کہ نبی پر جادو نہیں ہوسکتا، اس لیے انہوں نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو جادو سے تعبیر کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا ثبوت قرآنِ کریم نے فراہم کیا ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾(طٰهٰ : ٦٦)

''ان (جادوگروں) کے جادو کی وجہ سے ان (موسیٰ علیہ السلام) کو گمان ہوا کہ وہ (رسیاں سانپ بن کر) دوڑ رہی ہیں، پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس میں ڈر

محسوس کیا۔‘‘

اورفرعون کے جادوگروں کے اس جادو کے بارے میں قرآنِ نے اعلان کیا ہے :

﴿وَجَاؤُوا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾(الأعراف : ١١٦)

’’وہ بہت بڑا جادو لے کرآئے تھے۔‘‘

نبی ﷺ پر جادو کا ثبوت حدیث نے انہی قرآنی الفاظ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ کے ساتھ دیا ہے۔

جو جواب قرآن کے بارے میں ہوگا، وہی حدیث کے بارے میں ہو جائے گا۔

اس پر سہاگہ یہ کہ اس حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محدثین مؤمنین نے یہی مسئلہ سمجھا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تھا، جسے معتزلہ ماننے سے انکاری ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

’’حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ثابت ہے، وہ اسے قبولیت سے لیتے ہیں اور اس کی صحت میں ان کا اختلاف نہیں ہے، اکثر اہل کلام اور دیگر کئی لوگوں نے اعتراض کیا ہے اور انہوں نے اس کا سخت انکار کیا، اس کو جھوٹ قرار دیا اور ان میں سے بعض نے اس بارے میں مستقل کتاب لکھی، اس میں انہوں نے ہشام بن عروہ پر اعتراض کیا ہے، اس بارے میں سب سے بڑی بات جو کسی نے کہی ہے، وہ یہ ہے کہ ہشام بن عروہ نے غلطی کی ہے اور ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا، وہ کہتے ہیں : اس لیے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ایسا کہنا کافروں کے قول کی تصدیق ہے، انہوں نے (مسلمانوں سے) کہا تھا : ﴿إِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَسْحُوْرًا﴾ (الاسراء : ۴۷)’’تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔‘‘ یہی بات

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: ﴿وَاِنِّی لَاَظُنُّكَ يَا مُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ (الاسراء:۱۰۱) ''اے موسیٰ! میں تجھے جادوزدہ سمجھتا ہوں۔'' صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا: ﴿اِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ (الشعراء:۱۵۳) ''یقیناً تو جادوزدہ لوگوں میں سے ہے۔'' اور شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا: ﴿اِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ (الشعراء: ۱۸۵) ''بلاشبہ تو جادوزدہ لوگوں میں سے ہے۔'' نیز ان (منکرین حدیث) کا کہنا ہے کہ انبیا علیہم السلام پر جادو اس لیے بھی ممکن نہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ان کی حمایت اور شیاطین سے ان کی حفاظت کے منافی ہے۔

یہ بات جوانہوں نے کہی ہے، اہل علم کے ہاں مردود ہے، کیونکہ ہشام بن عروہ (اپنے دور کے) تمام لوگوں سے بڑھ کر عالم اور ثقہ تھے، کسی امام نے بھی ان کے بارے میں ایسی بات نہیں کہی، جس کی وجہ سے ان حدیث کو ردّ کرنا ضروری ہو، متکلمین کو اس فن (حدیث) سے کیا تعلق (یعنی ان کی ہشام پر جرح پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی)، نیز ہشام کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے، امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے، محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کے (ضعف کے) بارے میں ایک کلمہ بھی نہیں کہا، یہ واقعہ مفسرین، محدثین، مؤرخین اور فقہا کے ہاں مشہور ہے اور یہ لوگ متکلمین سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات سے آگاہ ہیں۔'' (بدائع الفوائد: 223/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

كَانَ غَايَةُ هٰذَا السِّحْرِ فِيهِ إِنَّمَا هُوَ فِي جَسَدِهٖ، وَظَاهِرِ جَوَارِحِهٖ لَا عَلٰى عَقْلِهٖ وَقَلْبِهٖ، وَلِذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ يَعْتَقِدُ صِحَّةَ مَا يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ إِتْيَانِ النِّسَاءِ، بَلْ يَعْلَمُ أَنَّهٗ خَيَالٌ لَا حَقِيقَةَ لَهٗ، وَمِثْلُ هٰذَا قَدْ يَحْدُثُ مِنْ بَعْضِ الْأَمْرَاضِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اس جادو کا سارا اثر نبی کریم ﷺ کے جسم اور ظاہری اعضا پر ہوا تھا، آپ کی عقل اور دل پر نہیں ہوا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ اس خیال کو درست نہیں سمجھتے تھے کہ جو عورتوں کے پاس آنے کے متعلق ہوتا تھا، بلکہ جانتے تھے کہ یہ محض خیال ہے، حقیقت نہیں۔ اس طرح کے بعض امراض لاحق ہو جاتے تھے۔''

(زاد المَعاد : 116/4)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَجُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْأُمَّةِ عَلٰى إِثْبَاتِ السِّحْرِ، وَأَنَّ لَهٗ حَقِيقَةً كَحَقَائِقِ غَيْرِهٖ مِنَ الْأَشْيَاءِ الثَّابِتَةِ، خِلَافًا لِّمَنْ أَنْكَرَهُ وَنَفٰى حَقِيقَتَهٗ وَأَضَافَ مَا يُتَّفَقُ مِنْهُ إِلٰى خَيَالَاتٍ بَاطِلَةٍ لَّا حَقَائِقَ لَهَا، وَقَدْ ذَكَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ، وَذَكَرَ أَنَّهٗ مِمَّا يُتَعَلَّمُ، وَذَكَرَ مَا يُشِيرُ إِلٰى أَنَّهٗ مِمَّا يُكَفَّرُ بِهٖ، وَأَنَّهٗ يُفَرَّقُ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ، وَهٰذَا كُلُّهٗ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَّكُونَ فِيمَا لَا حَقِيقَةَ لَهٗ، وَكَيْفَ يُتَعَلَّمُ مَا لَا حَقِيقَةَ لَهٗ وَهٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ أَيْضًا إِثْبَاتُهٗ، وَأَنَّهٗ أَشْيَاءُ دُفِنَتْ وَأُخْرِجَتْ، وَهٰذَا

كُلُّهُ يُبْطِلُ مَا قَالُوهُ ...... وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ، إِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْحَدِيثِ، أَنَّهُ كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ وَطِئَ زَوْجَاتِهِ وَلَيْسَ بِوَاطِئٍ، وَقَدْ يَتَخَيَّلُ فِي الْمَنَامِ لِلْإِنْسَانِ مِثْلُ هٰذَا الْمَعْنٰى، وَلَا حَقِيقَةَ لَهُ، فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَّكُونَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَيَّلُهُ فِي الْيَقْظَةِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ حَقِيقَةً، وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا : يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ تَخَيَّلَ إِلَيْهِ الشَّيْءُ أَنَّهُ فَعَلَهُ وَمَا فَعَلَهُ، وَلٰكِنْ لَّا يَعْتَقِدُ مَا تَخَيَّلَهُ أَنَّهُ صَحِيحٌ، فَتَكُونُ اعْتِقَادَاتُهُ كُلُّهَا عَلَى السَّدَادِ، فَلَا يَبْقٰى لِاعْتِرَاضِ الْمُلْحَدَةِ طَرِيقٌ .

''اہل سنت اور امت کے جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ جادو برحق ہے، دیگر ثابت شدہ باتوں کی طرح اس کی بھی حقیقت ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں نے جادو کا انکار کیا، اس کی حقیقت کی نفی کی۔ اس اتفاقی عقیدے میں باطل اور بے حقیقت خیالات داخل کیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جادو کا ذکر قرآن میں کیا ہے، فرمایا ہے کہ اسے سیکھا جا سکتا ہے، اس کے سیکھنے والے کی تکفیر کی طرف اشارہ کیا اور اس سے میاں بیوی کے مابین جدائی کروائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ایک بے حقیقت چیز سے نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص ایسا علم کیوں کر سیکھے گا، جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو۔ اس حدیث میں بھی جادہ کا اثبات ہے، جادو کچھ اشیا کو دفن کر کے کیا گیا، جنہیں بعد میں نکالا گیا۔ یہ ساری باتیں جادو کے منکرین پر رد ہیں...... بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ نبی

کریم ﷺ کو یہ خیال گزرتا تھا کہ میں نے اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہے، حالانکہ ایسا ہوا نہ ہوتا تھا، یہ بات تو اکثر انسانوں کو خواب میں بھی لاحق ہوتی رہتی ہے، اس بے حقیقت کیفیت کا آپ ﷺ کو بیداری میں پیش آجانا کوئی بعید نہیں۔ ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو کسی کام کا خیال آتا تھا کہ آپ نے وہ کیا ہے، جبکہ کیا نہ ہوتا، لیکن آپ ﷺ اپنے اس خیال کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، لہٰذا (جادو کے دوران بھی) آپ ﷺ کے تمام اعتقادات درست رہے، یوں ملحدین کے لیے اعتراض کا کوئی راستہ نہ بچا۔''

(إكمال المُعلِم : 86/7، شرح البخاري لابن بطّال : 359/5، التّوضيح لابن الملقن : 630/18، 610/23)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) سے نقل کرتے ہیں:

أَنْكَرَ بَعْضُ الْمُبْتَدِعَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ وَزَعَمُوا أَنَّهٗ يَحُطُّ مَنْصِبَ النُّبُوَّةِ وَيُشَكِّكُ فِيهَا، قَالُوا : وَكُلُّ مَا أَدّٰى إِلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ وَزَعَمُوا أَنَّ تَجْوِيزَ هٰذَا يَعْدِمُ الثِّقَةَ بِمَا شَرَعُوهُ مِنَ الشَّرَائِعِ إِذْ يُحْتَمَلُ عَلٰى هٰذَا أَنْ يُخَيَّلَ إِلَيْهِ أَنَّهٗ يَرٰى جِبْرِيلَ وَلَيْسَ هُوَ ثَمَّ وَأَنَّهٗ يُوحِي إِلَيْهِ بِشَيْءٍ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ، قَالَ الْمَازِرِيُّ : وَهٰذَا كُلُّهٗ مَرْدُودٌ لِأَنَّ الدَّلِيلَ قَدْ قَامَ عَلٰى صِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يُبَلِّغُهٗ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَلٰى عِصْمَتِهٖ

فِي التَّبْلِيغِ، وَالْمُعْجِزَاتُ شَاهِدَاتٌ بِتَصْدِيقِهِ فَتَجْوِيزُ مَا قَامَ الدَّلِيلُ عَلٰى خِلَافِهِ بَاطِلٌ وَأَمَّا مَا يَتَعَلَّقُ بِبَعْضِ أُمُور الدُّنْيَا الَّتِي لَمْ يُبْعَثْ لِأَجْلِهَا وَلَا كَانَتِ الرِّسَالَةُ مِنْ أَجْلِهَا فَهُوَ فِي ذٰلِكَ عُرْضَةٌ لِمَا يَعْتَرِضُ الْبَشَرَ كَالْأَمْرَاضِ فَغَيْرُ بَعِيدٍ أَنْ يُخَيَّلَ إِلَيْهِ فِي أَمْرٍ مِّنْ أُمُورِ الدُّنْيَا مَا لَا حَقِيقَةَ لَهٗ مَعَ عِصْمَتِهِ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ فِي أُمُورِ الدِّينِ قَالَ: وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنَّ الْمُرَادَ بِالْحَدِيثِ أَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهٗ وَطِىءَ زَوْجَاتِهِ وَلَمْ يَكُنْ وَطِأَهُنَّ وَهٰذَا كَثِيرًا مَّا يَقَعُ تَخَيُّلُهٗ لِلْإِنْسَانِ فِي الْمَنَامِ فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يُخَيَّلَ إِلَيْهِ فِي الْيَقظَةِ .

''بعض بدعتی لوگوں نے اس حدیث کا انکار کر دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث مقامِ نبوت کو گراتی اور اس میں شکوک وشبہات پیدا کرتی ہے، ان کے بقول ہر وہ چیز جو اس طرف لے جائے، وہ باطل ہے اور انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ انبیا پر جادو کو ممکن سمجھنا، ان کی بیان کردہ شریعتوں پر سے اعتماد کو ختم کر دیتا ہے، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جبریل کو دیکھنے کا گمان کریں، حالانکہ وہاں جبریل نہ ہو، نیز اس کی طرف وحی کی جائے اور وہ یہ سمجھے کہ اس کی طرف کوئی وحی نہیں آئی۔ یہ سب شبہات مردود ہیں، کیونکہ اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے اپنی تبلیغ میں سچے اور غلطی سے معصوم ہونے کی دلیل آ چکی ہے، پھر آپ ﷺ کے معجزات اس پر شاہد ہیں، لہٰذا جو بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہو، اس کے

خلاف امکانات پیش کرنا باطل ہے، رہے وہ معاملات جو دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے لیے مبعوث ہی نہیں فرمایا، نہ ہی رسالت کا ان سے تعلق ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ بھی ان معاملات سے عام انسانوں کی طرح دوچار ہوتے ہیں، جیسا کہ بیماریاں ہیں، لہٰذا دنیاوی معاملات میں کسی بے حقیقت چیز کا آپ کو خیال آجانا کوئی بعید بات نہیں ہے، جبکہ آپ ﷺ دینی معاملات میں اس سے بالکل محفوظ ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ آپ کو یہ خیال آتا تھا کہ میں نے اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہے، حالانکہ ایسا ہوا نہ ہوتا تھا، یہ بات تو اکثر انسانوں کو خواب میں بھی لاحق ہوتی رہتی ہے، اس صورتِ حال کا آپ ﷺ کو بیداری میں پیش آجانا کوئی بعید بات نہیں۔''

(فتح الباري: 10/226-227)

❀ اس بات کی صراحت حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

حَتّٰى كَانَ يَرٰى أَنَّهٗ يَأْتِي النِّسَاءَ، وَلَا يَأْتِيهِنَّ .

''نبی کریم ﷺ کو خیال گزرتا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس آتے ہیں، حالانکہ آپ آتے نہ تھے۔''

(صحيح البخاري: 5765)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ مہلب رحمہ اللہ (۴۳۵ھ) سے ذکر کرتے ہیں:

صَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الشَّيَاطِينِ لَا يَمْنَعُ إِرَادَتَهُمْ كَيْدَهٗ فَقَدْ مَضٰى فِي الصَّحِيحِ أَنَّ شَيْطَانًا أَرَادَ أَنْ

يُفْسِدَ عَلَيْهِ صَلَاتَهٗ فَأَمْكَنَهُ اللّٰهُ مِنْهُ فَكَذٰلِكَ السِّحْرُ مَا نَالَهٗ مِنْ ضَرَرِهٖ مَا يُدْخِلُ نَقْصًا عَلٰى مَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّبْلِيغِ بَلْ هُوَ مِنْ جِنْسِ مَا كَانَ يَنَالُهٗ مِنْ ضَرَرِ سَائِرِ الْأَمْرَاضِ مِنْ ضَعْفٍ عَنِ الْكَلَامِ أَوْ عَجْزٍ عَنْ بَعْضِ الْفِعْلِ أَوْ حُدُوثِ تَخَيُّلٍ لَا يَسْتَمِرُّ بَلْ يَزُولُ وَيُبْطِلُ اللّٰهُ كَيْدَ الشَّيَاطِينِ .

''نبی کریم ﷺ کا شیطانوں سے محفوظ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شیاطین آپ ﷺ کے بارے میں بری تدبیر کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ صحیح بخاری ہی میں یہ بات بھی گزری ہے کہ ایک شیطان نے آپ ﷺ کی نماز خراب کرنے کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر قدرت دے دی، اسی طرح جادو کا معاملہ ہے، آپ ﷺ نے اس سے کوئی ایسا نقصان نہیں اٹھایا جو تبلیغِ دین کے متعلق ہو، بلکہ آپ نے اس سے ویسی ہی تکلیف اٹھائی ہے، جیسی باقی امراض سے آپ کو ہو جاتی تھی، مثلاً بول چال سے عاجز آنا، بعض کاموں سے رک جانا یا عارضی طور پر کوئی خیال آ جانا، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے شیاطین کی تدبیر باطل و زائل کر دیتا تھا۔''

(فتح الباري : 227/10)

❁ مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''کسی نبی یا پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے، جیسا کہ بیماری کا اثر ہو جانا، اس لیے کہ انبیا علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے، جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار اور درد ہو سکتا ہے، ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ

بھی خاص اسبابِ طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے، اور حدیث ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا، آخری آیت میں جو کفار نے آپ کو 'مسحور' کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی، اس کا حاصل وہ ہے، جس کی طرف خلاصۂ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے، ان کی مراد درحقیقت 'مسحور' کہنے سے مجنون کہنا تھا، اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے، اس لیے حدیثِ سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں۔''

(معارف القرآن:5/490)

❁ علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''لفظِ مسحور سے جو مطلب وہ (کفار) لیتے تھے، اس کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر (جادو) کا کسی درجہ میں عارضی طور پر بھی اثر نہ ہو سکے، یہ آیت مکی ہے، مدینہ میں آپ پر یہود نے جادو کرانے کا واقعہ صحاح میں مذکور ہے، جس کا اثر چند روز تک اتنا رہا کہ بعض دنیاوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول (بھول) ہو جاتا تھا۔''(تفسیر عثمانی، ص380)

❁ علامہ محمد حسین نیلوی دیوبندی صاحب (۲۰۰۶ء) لکھتے ہیں:

''ایک نابکار یہودی نے آپ پر جادو بھی کیا تھا۔''(الا دلۃ المنصوصۃ، ص94)

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''جادو اور اس کی تاثیر حق ہے، دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص965)

❁ علامہ عینی حنفی ﷫ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ السِّحْرَ لَمْ يَضُرَّهُ، لِأَنَّهُ لَمْ يَتَغَيَّرْ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الْوَحْيِ، وَلَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ دَاخِلَةٌ فِي الشَّرِيعَةِ، وَإِنَّمَا اعْتَرَاهُ شَيْءٌ مِّنَ التَّخَيُّلِ وَالْوَهْمِ، ثُمَّ لَمْ يَتْرُكْهُ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ، بَلْ تَدَارَكَهُ بِعِصْمَتِهِ وَأَعْلَمَهُ مَوْضَعَ السِّحْرِ وَأَعْلَمَهُ اسْتِخْرَاجَهُ وَحَلَّهُ عَنْهُ كَمَا دَفَعَ اللّٰهُ عَنْهُ السُّمَّ بِكَلَامِ الذِّرَاعِ، اَلثَّالِثُ : أَنَّ هٰذَا السِّحْرَ إِنَّمَا تَسَلَّطَ عَلٰى ظَاهِرِهِ، لَا عَلٰى قَلْبِهِ وَعَقْلِهِ وَاعْتِقَادِهِ وَالسِّحْرُ مَرَضٌ مِّنَ الْأَمْرَاضِ وَعَارِضٌ مِّنَ الْعِلَلِ، يَجُوزُ عَلَيْهِ كَأَنْوَاعِ الْأَمْرَاضِ، فَلَا يَقْدَحُ فِي نُبُوَّتِهِ، وَيَجُوزُ طَرُوُّهُ عَلَيْهِ فِي أَمْرِ الدُّنْيَا، وَهُوَ فِيهَا عُرْضَةٌ لِّلْآفَاتِ كَسَائِرِ الْبَشَرِ .

''بلا شک وشبہ اس جادو نے نبی اکرم ﷺ کو ضرر نہیں پہنچایا، کیونکہ وحی میں سے کوئی چیز متغیر نہیں ہوئی، نہ ہی شریعت میں کوئی مداخلت ہوئی، پس تخیل و وہم میں سے ایک چیز رسول اللہ ﷺ کو لاحق ہوئی، پھر اللہ نے آپ ﷺ کو اسی حالت پر نہیں چھوڑا، بلکہ اس سے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا تدارک بھی کیا، آپ کو جادو کی جگہ بھی بتائی، اس کو نکالنے کا بھی پتا دیا اور آپ سے اس کو ختم کیا، جس طرح کہ بکری کے شانے کے گوشت کے بولنے کے ساتھ اس کے زہر کو آپ سے دور کیا تھا، تیسری بات یہ ہے کہ جادو آپ کے ظاہر پر ہوا تھا، دل و دماغ اور اعتقاد پر نہیں، جادو امراض میں سے ایک مرض ہے اور بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، دوسری بیماریوں کی طرح آپ

کواس کا لاحق ہونا بھی ممکن ہے، لہٰذا یہ بات آپ کی نبوت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتی، دنیاوی معاملات میں آپ پر اس کا اثر ممکن ہے، دوسرے انسانوں کی طرح دنیاوی معاملات میں آپ ﷺ پر بھی آفات آسکتی ہیں۔''

(عُمدة القاري : 98/16)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''بعض ملحدین (بے دین لوگوں) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیسے ہوسکتا ہے، حالانکہ یہ تو کفر ہے اور شیطان کے اعمال میں سے ایک عمل ہے؟ اللہ کے نبی کو اس کا نقصان کیسے پہنچ سکتا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تھی، فرشتوں کے ذریعے آپ کی رہنمائی کی تھی اور وحی کو شیطان سے محفوظ کیا تھا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اعتراض فاسد اور قرآن کے خلاف بغض پر مبنی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو سورۂ فلق سکھائی تھی، اس میں ﴿النَّفَّاثَاتِ﴾ کا معنی گرہوں میں جادو کرنے والی عورتیں ہے، جس طرح کہ جادو کرنے والا شخص کرتا ہے، اس جادو کو نبی پر ممکن کہنے میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ لازم رہا تھا یا آپ کی ذات یا شریعت میں کوئی خلل آیا تھا، آپ کو جادو کے اثر سے اسی طرح کی تکلیف پہنچی تھی، جس طرح کی تکلیف بیمار کو بخار یا برسام کی وجہ سے پہنچتی ہے، یعنی کلام کا کمزور ہونا، خیالات کا فاسد ہونا وغیرہ، پھر یہ چیز آپ سے زائل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے جادو کی تکلیف کو ختم کر دیا، اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ

ﷺ کی رسالت (اس جادو کے اثر سے) محفوظ رہی ہے۔''

(عمدة القاري : 98/16، شرح صحيح البخاري لابن بطّال : 359/5)

✿ علامہ عبدالحق دہلوی صاحب (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث: ''نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا۔'' ملحدین کا ایک گروہ جادو کے اثرات اور نبی کریم ﷺ پر ان کے وقوع پذیر ہونے کو بعید خیال کرتا ہے۔ یہ لوگ وہم دیتے ہیں کہ جادو نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کی معصومیت کے خلاف ہے، نیز یہ آپ ﷺ کے معاملہ میں التباس اور شک کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صداقت اور نبوت پر قطعی دلائل ہونے کے بعد یہ وہم بالکل باطل ہے۔ جادو ایک مرض اور عارضہ ہے، جس کا اثر نبی کریم ﷺ پر بھی ہوسکتا ہے۔ جس طرح کہ دیگر امراض، نبوت میں انکار اور قدح کا باعث نہیں بنتے۔ بالفرض اگر مرض کی وجہ سے آپ ﷺ کے کسی کام میں خلل واقع ہوا بھی ہے، تو اس سے یہ گمان لازم نہیں آتا کہ ان افعال میں بھی اثر انداز ہو جائے کہ جس سے شفایاب ہونے کے بعد بیماری کوئی نقصان نہیں دیتی۔

انبیا کرام علیہم السلام کے حق میں ممکن ہے کہ ان پر آفات، تغیرات، تکالیف اور بیماریوں سمیت وہ تمام عوارض انسانی لاحق ہو سکتے ہیں کہ جو دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں، کیونکہ انبیا کے اجسام اور ظاہری ہیئت انسانوں کی طرح ہوتی ہے، جبکہ ان کی روحیں اور باطن معصوم ہوتے ہیں، ملأ اعلیٰ سے جڑے ہوتے ہیں، کیونکہ انبیا نے ان سے علم اور وحی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی انبیا کو انسانی آفات سے بھی محفوظ کر لیتا ہے، یہ عصمت معجزاتی طور پر

ہوتی ہے اور دیگر انسانوں پر ان کے شرف اور امتیاز کے اظہار کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے حکمتِ الٰہی کارفرما ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہودی عورت کے زہر (آلود کھانے) سے بچ جانا، ابن اعصم کے جادو سے بچ جانے سے کم نہیں ہے۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے جسم میں جادو کے اثر انداز ہونے میں حکمت ایک تو جادو کی حقیقت اور ثبوت کا اظہار کرنا تھی، دوسرا نبی کریم ﷺ کی نبوت کی سچائی بیان کرنا تھی کہ اس میں کوئی جادوگر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ رہی وہ روایت کہ جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خیال گزرتا کہ آپ نے کوئی کام کیا، لیکن وہ آپ نے کیا نہ ہوتا تھا اور نہ کر رہے ہوتے تھے۔ تو ان خیالات میں آپ کی تبلیغ اور رسالت داخل نہیں ہے کہ جو آپ کی سچائی میں قدح کا باعث ہو، کیونکہ آپ ﷺ کی عصمت پر دلیل قائم ہوچکی ہے۔ یہ خیالات صرف ان دنیاوی امور میں واقع ہوئے، جو آپ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد نہیں تھے اور نہ ہی وہ آپ کے لیے کوئی فضلیت کا باعث تھے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ آپ ﷺ کو بعض بے حقیقت امور کا خیال ہوتا، بعد میں وہ خیال دور ہوجاتا۔

اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں ہے: ''یہاں تک کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس آئے ہیں، جبکہ آئے نہ ہوتے تھے۔ ......'' کہا گیا ہے: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، جبکہ کیا نہ ہوتا، آپ صرف خیال کرتے، اس کی سچائی کا اعتقاد نہ کرتے تھے، یوں آپ ﷺ کے

تمام اعتقادات درست ہی رہے اور آپ کے اقوال بالکل صحیح رہے، ائمہ نے اس مقام پر یہی ذکر کیا ہے۔‘‘(لَمعات التّنقیح : 9/442-444)

اعتراض نمبر ⑤

بعض لوگ یہ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ خبرِ واحد عقیدہ میں حجت نہیں ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں بھی خبر واحد حجت نہیں ہے۔

جواب:

① یہ مسئلہ عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتا، البتہ جادو کی حقیقت و تاثیر عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔

② عقیدہ میں بھی خبرِ واحد حجت اور دلیل ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا التَّفْرِيقُ بَاطِلٌ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ .

’’اس تفریق کے باطل ہونے پر اجماع ہے (کہ خبر واحد عمل میں حجت ہے، عقیدہ میں نہیں)۔‘‘(مختصر الصّواعق المُرسلة : 2/412)

اعتراض نمبر ⑥

بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا، ان کو کنوئیں سے نکال لیا گیا تھا۔ (بخاری: ۵۷۶۵) اور بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو کنوئیں سے نہیں نکالا۔ (بخاری:۵۷۶٦)

جواب:

۞ اس تعارض کو دور کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ : ذَكَرَ الْمُهَلَّبُ أَنَّ الرُّوَاةَ اخْتَلَفُوا عَلٰى هِشَام فِي إِخْرَاجِ السِّحْرِ الْمَذْكُورِ فَأَثْبَتَهُ سُفْيَانُ وَجَعَلَ سُؤَالَ عَائِشَةَ عَنِ النُّشْرَةِ وَنَفَاهُ عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَجَعَلَ سُؤَالَهَا عَنِ الْاِسْتِخْرَاجِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجَوَابَ وَصَرَّحَ بِهٖ أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : وَالنَّظَرُ يَقْتَضِي تَرْجِيحَ رِوَايَةِ سُفْيَانَ لِتَقَدُّمِهٖ فِي الضَّبْط وَيُؤَيِّدُهٗ أَنَّ النُّشْرَةَ لَمْ تَقَعْ فِي رِوَايَةِ أَبِي أُسَامَةَ وَالزِّيَادَةُ مِنْ سُفْيَانَ مَقْبُولَةٌ لِأَنَّهٗ أَثْبَتُهُمْ وَلَا سِيَّمَا أَنَّهُ كَرَّرَ اسْتِخْرَاجَ السِّحْرِ فِي رِوَايَتِهٖ مَرَّتَيْنِ فَيَبْعُدُ مِنَ الْوَهْمِ وَزَادَ ذِكْرَ النُّشْرَةِ وَجَعَلَ جَوَابَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا بِلَا بَدَلًا عَنِ الْاِسْتِخْرَاجِ، قَالَ : وَيَحْتَمِلُ وَجْهًا آخَرَ فَذَكَرَ مَا مُحَصِّلُهٗ أَنَّ الْاِسْتِخْرَاجَ الْمَنْفِيَّ فِي رِوَايَةِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرُ الْاِسْتِخْرَاجِ الْمُثْبَتِ فِي رِوَايَةِ سُفْيَانَ فَالْمُثْبَتُ هُوَ اسْتِخْرَاجُ الْجُفِّ وَالْمَنْفِيُّ اسْتِخْرَاجُ مَا حَوَاهُ قَالَ وَكَأَنَّ السِّرَّ فِي ذٰلِكَ أَنْ لَّا يَرَاهُ النَّاسُ فَيَتَعَلَّمُهٗ مَنْ أَرَادَ اسْتِعْمَالَ السِّحْرِ .

''علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا ہے: مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ رواۃ کا ہشام بن عروہ پر اختلاف ہے کہ جو انہوں نے جادو (والی کنگھی) کو

نکالنے کے الفاظ ذکر کیے ہیں،سفیان نے اسے ثابت کیا ہے اور اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نشرہ (جادو کا توڑ) کے متعلق سوال بنایا ہے۔ جبکہ عیسیٰ بن یونس نے اس کی نفی کی ہے اور اسے (کنگھی کو کنوئیں سے) باہر نکالنے کے متعلق سوال بنایا ہے، جواب ذکر نہیں کیا۔لیکن اس جواب کی صراحت ابواسامہ نے اپنی روایت میں کی ہے۔غور وفکر کے بعد ترجیح امام سفیان کی روایت کو حاصل ہے، کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے ضابط ہیں۔اس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ ابو اسامہ کی روایت میں نشرہ کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا سفیان کی زیادت مقبول ہے، کیونکہ ان رواۃ میں سب سے زیادہ ثبت راوی سفیان ہیں۔مزید یہ کہ سفیان نے جادو کے استخراج کا ذکر دو مرتبہ کیا ہے، لہٰذا وہم کا خدشہ نہ رہا، سفیان نے نشرہ کا بھی ذکر کر دیا اور ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں ''نہیں'' کہا۔اس کا ایک اور جواب بھی ہوسکتا ہے کہ ابواسامہ کی روایت میں جس استخراج کی نفی کی گئی ہے، وہ اس استخراج کے علاوہ ہے، جس کا سفیان کی روایت میں اثبات کیا گیا ہے۔جس میں استخراج کا اثبات ہے، اس سے مراد (کنوئیں سے) شگوفہ نکالنا ہے۔جس کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد اس شگوفے میں لپیٹی ہوئی اشیا کو نکالنا ہے۔اس میں حکمت یہ تھی کہ کہیں لوگ اسے دیکھ نہ لیں اور جادو کرنے والے اسے سیکھ نہ لیں۔''

(فتح الباري: 10/234-235)

اعتراض نمبر ⑦

کنوئیں سے جب شگوفہ نکالا گیا، تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

سورت فلق اور سورت ناس نازل ہوئیں، آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔

(طَبَقات ابن سعد : 153/2، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1418ھ)

جواب:

مذکورہ جھوٹی روایت ہے۔

① عمر بن حفص ابو حفص عبدی بالاتفاق ''ضعیف ومتروک'' ہے۔ اس کی توثیق میں ادنیٰ کلمہ بھی مذکور نہیں۔

② جویبر بن سعید ازدی بھی ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

③ ضحاک بن مزاحم کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❀ دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/ ۲۴۸) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن سائب کلبی ''متروک وکذاب'' ہے۔

② ابو صالح باذام مولیٰ ام ہانی ''ضعیف ومختلط'' ہے۔اس کا اعتراف ہے کہ اس نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بعد از اختلاط روایت کیا ہے۔

اعتراض نمبر ⑧

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر متاثر ہوگئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور نظر کچھ آتا تھا۔

(طبقات ابن سعد : 152/2)

جواب: یہ سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عمر واقدی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ لَيْسَ بِحُجَّةٍ بِالْإِجْمَاعِ إِذَا أَسْنَدَ مَا يَنْقُلُهُ.

''واقدی اپنی نقل کی سند بھی پیش کرے، تو بالا جماع نا قابل حجت ہے۔''

(الرّد على المَنطِقِيين، ص 273)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الحُفَّاظُ عَلٰى تَرْكِهٖ.

''حفاظ کا واقدی کو ترک کر دینے پر اجماع ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبَلاء: 572/9)

② عبدالملک بن عبدالعزیز بن ابی فروہ ابو مروان ''مجہول الحال'' ہے، سوائے ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی۔

③ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ''متروک'' ہے۔

④ عمر بن حکم بن ثوبان ابو حفص تابعی ہیں، براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند ''مرسل'' ہے۔

سعید بن مسیّب اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ کی روایت (مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۱۴) امام عبدالرزاق اور امام زہری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مرسل بھی ہے۔

اعتراض نمبر ⑨

جادو کے اثر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردانہ قوت متاثر ہو گئی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رکے رہے، یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔

(مصنّف عبد الرزاق: 41/11، ح: 19765)

جواب:

سند ضعیف ہے۔

① امام عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عطاء بن ابی مسلم خراسانی بھی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

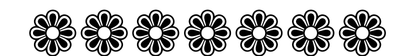
③ یحییٰ بن یعمر تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ کے متعلق خبر دے رہے ہیں، لہٰذا روایت ''مرسل'' ہے۔

نبی پر جادو کا اثر ہو جانا قرآن سے ثابت ہے، لہٰذا خوامخواہ حدیث پر اعتراض بے بنیاد ہے۔

دوسری بات کہ جو معتزلہ اور اہل الحاد آج قرآن وحدیث کے دلائل سے نبی کریم ﷺ پر جادو کا انکار کرتے ہیں، جبکہ یہ تمام دلائل ائمہ اہل سنت والجماعت کے مدنظر تھے، اس کے باوجود وہ نبی کریم ﷺ پر جادو کے قائل تھے، یقیناً حق ائمہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ علم، فہم اور تقویٰ میں پوری امت سے فائق ہیں۔ بعد والوں کو کوئی حق نہیں کہ ان کے علم وفہم کے مقابلہ میں اپنا علم وفہم پیش کریں۔

الحاصل:

جنون کے مرض کے علاوہ جس طرح نبی کو ہر مرض لگ سکتا ہے، اسی طرح امورِ دنیا میں جادو بھی ہو سکتا ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔



عمر عائشہ رضی اللہ عنہا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ خلق کا عظیم شاہکار اور چہاردانگ عالم میں رائج اخلاقیات کا اوّلین نمونہ ہیں۔ آپ وحیِ الٰہی کے متبع تھے، آپ نے خرد کی بنجر زمینوں کو اسلام کے آبِ زُلال سے سیرابی دی، زمانے میں اخلاق کا تصور مفقود تھا، آپ نے اخلاقیات کا بیج بو کر اسے تناور درخت بنا دیا، عقلِ سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کی موید اور ممنون رہے گی۔

اگر عقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پہ انگشت نمائی کرے، تو جان لو کہ وہ سلیم نہیں رہی، اسے شیطان کے حربوں نے ویران کر دیا، اس میں خیر کی کونپل پھوٹنے سے پہلے ہی مرجھا گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، تو ان کی عمر چھ سال تھی، رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ جدید ذہن نکاح اور رخصتی کی اس عمر پہ معترض ہے۔

حالاں کہ اخلاقی، معاشرتی یا طبی کسی بھی راہ سے یہ اعتراض درست نہیں، اخلاق کا تعلق انسانی محسوسات سے ہوتا ہے جو کہ ہر انسان میں ایک جیسے ہوتے ہیں، البتہ مختلف معاشروں میں ان کے انطباق کی صورتیں وہاں کی آب و ہوا اور طرزِ معاشرت کے سبب بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً، ہمارے زمانے کے اخلاقی فریم میں اس نکاح کی صورت کچھ یوں اترے گی، نو برس کی ایک نابالغ بچی کی شادی پچاس برس کے انسان سے ہو گئی اور ہم اسے اخلاق سے ورے گردانیں گے۔

لیکن جب ہم اس فریم سے باہر کی دنیا دیکھتے ہیں، تو منظر بدل جاتا ہے، کیونکہ نو سال کی عمر ہمیشہ بچپنے کی نہیں ہوتی، بعض معاشروں میں یہ عمر بلوغ کی بھی ہے۔

اس کا تعلق ماحول، معاشرت، خوراک اور آب و ہوا سے ہوتا ہے۔ جدید سائنسی

تحقیقات، مشاہدات اور استقرا نو سال کو بلوغت کی طبعی عمر قرار دیتے ہیں۔

جہاں کی آب و ہوا اور خوراک گرم ہوگی، وہاں بچے جلدی بالغ ہوں گے، عرب کا خطہ بالکل ایسا ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو کھنگالئے، تو نو دس سال کی عمر میں شادی کا عام رواج نظر آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نو سال کی عمر میں بلوغ ممکن و شائع تھا، اس لئے کسی کو اعتراض نہیں ہوا، مزید قرائن ملاحظہ کریں:

۱۔ والدین کا کردار اولاد کے معاملہ میں انتہائی حساس نوعیت کا ہوتا ہے، جبکہ یہ نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کی رضامندی، بلکہ چاہت سے ہوا ہے۔

۲۔ دشمن کا کردار ایک حساس عضو کا سا ہوتا ہے، وہ آپ میں ذرا سی اخلاقی خطا دیکھتا ہے، تو اسے پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے۔

دشمن اس وقت بھی موجود تھے اور وہ ٹھٹھہ مذاق میں آج کے معترضین سے بڑھے ہوئے تھے، چند دن تک وحی نہیں آتی، تو وہ ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیتے ہیں، اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا کی مقدس ذات پر کیچڑ اچھالے جاتے ہیں، منافقین کا شر انگیز ٹولہ ہر وقت ٹوہ میں رہتا ہے کہ کب کوئی اعتراض کی بات ملے اور کب ہم اسلام کو بدنام کرنے کا مقدس فرض نبھائیں، یہ کیسے ہو گیا کہ ایک نابالغ بچی نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آ گئی اور انہوں نے اعتراض تک نہیں کیا؟ ظاہر ہے کہ تب عرب معاشرے میں یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی، بلکہ اسے بلوغ کی عمر تسلیم کیا جاتا تھا۔

۳۔ اس وقت کے مسلم معاشرہ نے اسے معیوب نہیں جانا۔

۴۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پہ معترض نہ ہوئیں، اگر یہ مفروضہ درست مان لیا جائے کہ وہ بالغہ نہ تھیں، ماں باپ نے زیادتی کی، دشمن بھی اعتراض سے غافل رہا، اجتماعی ضمیر کو اس پہ خلش نہ اٹھی، تو کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی زندگی بھر کوئی اعتراض نہ کیا؟

۵۔ نو سال کی عمر والی بات ہر دور کے محدثین و مؤرخین لکھتے آئے ہیں، پچھلے چند عشروں سے پہلے کسی نے اس عمر کا انکار نہیں کیا، احادیث پہ خود محدثین کی طرف سے استدراکات ہوتے رہے، مخالفین نکتہ چینیاں کرتے رہے، تو کیا وجہ ہے کہ اس عمر کا انکار نہ کسی اپنے نے کیا، نہ کوئی غیر طعن دراز ہوا؟

ان قرائن پہ اگر تدبر کیجئے، تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی کہ اس عمر میں بلوغ ان وقتوں میں ممکن تھا، مستشرق اس بات کو یقیناً سمجھتا ہوگا، مگر اپنی عادت سے مجبور ہے اور ہم ٹھہرے مستشرقین کے دسترخوان کے جرعہ کش اور اپنی معاشرتی سطح سے اوپر سوچنے سے محروم، سو ہم نے اس عمر کا ہی انکار کر دیا۔

ہمارے معاشرے میں جانے کب اور کہاں سے، واضح حقائق کو جھٹلانے کی ایک ہوا چل نکلی ہے، عام آدمی بیچارہ پریشان ہوجاتا کہ آخر اتنے سارے نظریات کے ہجوم سے کس طرح صحیح اور غلط کی نشاندہی کرے؟ تو ذیل میں اس مسئلہ کے حل کی چند بنیادی باتیں بتائی جاتی ہیں، تاکہ اُن کی روشنی میں آپ اپنے لئے کسی راہ کا انتخاب کر سکیں۔

۱۔ احادیثِ رسول ﷺ کو محدثین رحمہم اللہ نے ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا وہی جانتے ہیں کہ بیان کرنے والا شخص کیسا تھا؟ معتبر یا غیر معتبر؟

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق، قرون خیر کے لوگ علم، فہم اور تقوی میں بعد والوں سے فائق ہیں، تو ضروری ہے کہ شرع میں ان لوگوں سے رہنمائی لی جائے۔

۳۔ اسلام کی وہی تعبیر معتبر ہوگی، جو چودہ سو سال پہلے نبوی معاشرے میں پوری آب و تاب کے ساتھ موجود تھی، یہ ممکن نہیں کہ اسلام کی اصل تعبیر رسول اللہ ﷺ سے اور امت کے اجماع سے مخفی رہ جائے۔

اگر یہ مفروضہ بہ ہزار حیرت درست مان لیا جائے کہ چودہ سو برس تک اسلام کی صحیح تعبیر مخفی رہی، اب کھل گئی ہے، تو پھر یہ مفروضہ ماننے میں کیا خطا ہے کہ قرآن اب اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہا؟ سلف کا اجماع اسلام کی تعبیر میں خطا کر سکتا ہے، تو ظاہر ہے وہ اجماع قرآن پہنچانے میں بھی غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ جس تعبیر کو ہم اس دور میں بیان کر رہے ہیں، اس کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟

عقل یا سائنس کو معیار مانیں؟ تو کیا کوئی ایسا طریقہ ایجاد ہو چکا، جو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دے؟ صرف قرآن کے ظاہری متن کو معیار مانیں، تو اس متن میں ایک ایک لفظ کے بیسیوں معانی میں سے کس معنی کو درست قرار دیں گے؟

اسلام کی ہزاروں نئی تعبیریں موجود ہیں، جن پر سلف کا پہرہ نہیں، اب ان بھانت بھانت کی تعبیروں میں سے کون سی تعبیر اصل قرار پائے گی؟

اگر آپ دس تعبیروں میں سے ایک کو معتبر مانتے ہیں، تو نو کو ٹھکرانے پر کوئی دلیل؟ اگر آپ کہیں کہ وہ عقل سے لگاؤ نہیں رکھتیں، تو گزارش ہے کہ دوسری نو کو ماننے والے آپ کی تعبیر کو عقل کے خلاف کہتے ہیں، اب کیا کریں؟

اگر دس کی دس درست ہیں، تو اجتماع ضدین لازم آئے گا، سب کو درست کہنے سے کیا نتیجہ نکلے گا، سوائے اس کے کہ عقل کو سمندر برد کر دیں یا اسلام کو سلام کہہ دیں۔

ہم ان تمام امور پر غور و فکر اور تدبر اور نصوص قرآن وسنت کے مطالعہ کے بعد یہی سمجھے ہیں کہ اسلاف کے فہم کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں، انہیں فیصل مان لیں اور اس کے بعد جدید دور کی ہر فکر کو اسلاف پر پیش کریں، وہ پاس کریں، تو درست، ورنہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں، اسی میں بقا ہے، اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔

اعتراضات اور ان کا ازالہ:

بالا جماع صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائیں، اس پر بعض تاریخی شبہات قائم کئے جاتے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو:

اعتراض ① نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر سولہ اور رخصتی کے وقت انیس سال تھی، جن روایات میں چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی کا ذکر ہے، ان سے دہائی ساقط ہوگئی ہے۔

ازالہ:

دہائی ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا اس بے دلیل بنیاد پر متواتر روایات کو کیوں کر جھٹلایا جا سکتا ہے؟

اعتراض ② اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر سو سال تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے دس سال چھوٹی تھیں۔ سیدہ اسماء کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس یا اٹھائیس سال تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سترہ یا اٹھارہ سال کی ہوں گی، آپ کی رخصتی دو ہجری میں ہوئی۔ لہٰذا نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر انیس سال تھی۔

ازالہ:

یہ بات ثابت نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن اسماء سے دس سال چھوٹی تھیں، اس بارے میں جو عبدالرحمٰن بن ابی زناد کا قول ہے (تاریخ دمشق: 8/69، الاستیعاب لابن عبد البر: 2/ 216)، وہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ درج ذیل حقائق پر غور کیجئے:

ا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی وفات 73ھ میں ہوئی۔

(الطّبقات لابن سعد : 200/8، وسندهٗ حسنٌ)

اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے سو سال عمر پائی۔

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 27/69، سندهٗ حسنٌ)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

یوں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت 38 برس ہوئی۔تو یقیناً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے بیس برس چھوٹی ہوں گی۔اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دس برس چھوٹے ہونے کا دعویٰ غلط ٹھہرا۔

اب شادی کی عمر:

ا۔ ہجرت کے وقت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر 27 برس تھی۔

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے بیس برس چھوٹی ہیں۔

اس حساب سے ہجرت کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات برس ہوئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی 2ھ کو ہوئی، یوں رخصتی کے وقت عمر 9 سال ہوئی اور تین برس پہلے نکاح ہوا، یوں نکاح کے وقت عمر 6 سال ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی اور نو برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہی۔'' (صحيح البخاري : 5133)

اگر رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر انیس برس تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

کے وقت اٹھارہ برس کیسے، جبکہ نو برس آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے ہیں؟

اعتراض③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھیں۔

سیدہ فاطمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۰ ہجری میں ہوئی، وفات کے وقت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر تیس یا پینتیس سال تھی، اس لحاظ سے ہجرت کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ یا بیس سال بنتی ہے، دوسال بعد رخصتی ہوئی، تو اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ یا بائیس سال ہو جاتی ہے۔

ازالہ:

یہ کہنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھیں، بے حقیقت ہے، جس پر کوئی ٹھوس اور معتبر دلیل موجود نہیں، لہٰذا اعتراض کی کوئی بنیاد نہ رہی۔

اعتراض④ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد بعثت نبوی سے پہلے پیدا ہوئی۔

(تاريخ الطّبري: 3/426)

ازالہ:

۱۔ جھوٹ ہے، جو کلبی، واقدی اور نامعلوم لوگوں سے صادر ہوا ہے۔

۲۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں اولاد ہوئی، ان میں محمد بن ابی بکر اور ام کلثوم رحمہما اللہ شامل ہیں۔

۳۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مال دیا اور کہا کہ میری وفات کے بعد اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا۔ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری تو ایک ہی بہن ہے، دوسری کون؟ فرمایا:

ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ، أُرَاهَا جَارِيَةً .

''وہ جو بنت خارجہ کے بطن میں ہے، غالب گمان ہے کہ وہ بچی ہوگی۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : 752/2، السّنن الكبرٰی للبیهقي : 170/6، وسندهٗ صحیحٌ)

اعتراض⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے دوسو سال بعد یہ روایت ہو بہو امام بخاری تک کیسے پہنچی، صرف زبانی یا کوئی تحریری ثبوت موجود تھا؟

ازالہ:

ا۔ یہ اعتراض صرف امام بخاری رحمہ اللہ پر کیوں؟ یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے کئی ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں اپنی سندوں سے ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

(مصنّف ابن أبي شيبة : 33927، مسند الحُمیدي : 233، سنن سعید بن منصور : 515، مسند إسحاق بن راهَوَیْه :721، 722، مسند الإمام أحمد : 54/6، 206).

۲۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ بھی اپنی اپنی سند سے لائے ہیں۔ اس حدیث کے کسی راوی پر اعتراض کریں، امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کی کوئی ضرورت نہیں، ہم نے یہ آسانی کے لیے کہا ہے، ورنہ یہ روایت متواتر ہے اور متواتر کے راویوں کی چھان پھٹک کی احتیاج نہیں ہوتی۔

اعتراض⑥ صحیح بخاری (3817) اور صحیح مسلم (2435) میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے نکاح سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، جبکہ صحیح بخاری (3896) میں عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ، وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

''ہجرت مدینہ سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے کم وپیش دوسال توقف کیا اور آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، نکاح کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔''

اعتراض یہ ہے کہ دوسال بعد چھ برس تھی اور تین سال بعد بھی چھ سال رہی؟

ازالہ:

جس روایت میں ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے تین برس قبل ہوئی، وہ روایت صحیح ہے، لیکن دوسال رکے رہنے والی روایت:

۱۔ مرسل ہے اور صحیح بخاری کی صرف وہ روایات صحیح ہیں، جو مرفوع متصل ہوں۔ مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

۲۔ اگر دوسری روایت کو صحیح مان لیا جائے، تب بھی کوئی تعارض نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نکاح کے وقت اپنی عمر چھ سال بیان کرتی ہیں، عروہ بھی چھ سال بیان کرتے ہیں، بقول سیدہ عائشہ، خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی سے تین سال قبل ہوئی اور عروہ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی، یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت کے بعد ہوا۔

اب عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے دوسال بعد تک آپ نے کسی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا، تو یہ بھی انہوں نے درست کہا، دوسال بعد آپ نے سیدہ سودہ سے ازدواجی تعلق قائم کیا، جبکہ شادی پہلے سے ہو چکی تھی، اب بتائیں ان میں کیا تعارض ہے؟

اس پر ایک اعتراض ہوسکتا کہ عروہ رحمہ اللہ نے دوسال بعد نکاح کا ذکر کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین سال بعد نکاح کا ذکر کیا، تو عرض ہے کہ عروہ نے دوسال بعد نکاح کا نہیں، بلکہ سیدہ

سودہ رضی اللہ عنہا سے ازدواجی تعلق کا ذکر کیا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تو بعد میں ہوا، جیسا کہ عروہ خود بتاتے ہیں۔

اعتراض ⑦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب میں چھوٹی تھی اور کھیلتی تھی، اس زمانے میں سورت قمر کی آیت نمبر (46) نازل ہوئی اور وہ مجھے یاد ہوگئی۔'' سورت قمر کا نزول سن 5 نبوی میں ہوا، ظاہر ہے کہ سیدہ کو اتنی سمجھ تھی کہ وہ اس آیت کو یاد رکھ سکیں۔ اب اگر آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح 10 یا 12 یا 13 نبوی میں 6 برس کی عمر میں مانا جائے، تو لازم آتا ہے کہ سن 5 نبوت کو آپ پیدا بھی نہیں ہوئی ہوں گی۔ پھر کون سی حدیث صحیح مانی جائے؟

ازالہ:

۱۔ سورت القمر یا مذکورہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، لیکن سن 5 نبوت کا تعین محتاج دلیل ہے، لہٰذا اس بے ثبوت تاریخ کی بنیاد پر تشکیک پیدا کرنا نامناسب ہے۔

۲۔ مذکورہ حدیث میں ہے کہ یہ آیت مکہ میں تب نازل ہوئی، جب میں چھوٹی تھی اور کھیلتی تھی، لیکن کسی حدیث میں ایسا بیان نہیں کہ آیت کے نزول کے وقت ہی میں نے اسے یاد کر لیا تھا، لہٰذا یہ کہنا کہ اسی وقت یاد کر لیا، حدیث میں اپنا معنی داخل کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی نہ تو 5 نبوی کو سورت القمر کا نزول ثابت ہے، نہ ہی اسی وقت اسے سیدہ کا یاد کر لینا ثابت ہے، چنانچہ جس بنیاد پر عمارت کھڑی کی، وہ کمزور ہے۔

اعتراض ⑧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اپنے والدین کو اسلام کا پابند پایا، کوئی دن ایسا نہ گزرتا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام دونوں وقت ہمارے یہاں نہ آتے۔'' (بخاری: 3905) ایک بچی تقریباً دس سال کی عمر

میں ہوش سنبھالتی ہے، یوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح چھ برس کیسے؟

ازالہ:

اعتراض کئی وجوہ سے درست نہیں۔

۱۔ عمر رُشد (ہوش سنبھالنے کی عمر) کا تعین نہیں۔ یہ ہر بچے کی قابلیت پر موقوف ہے، بعض بچے چار پانچ برس میں سمجھدار ہو جاتے ہیں اور بعض ساری زندگی ناسمجھ ہی رہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی زیرک اور دانا کا چھوٹی عمر میں سمجھدار ہونا بعید نہیں۔

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں، میں سن شعور کو پہنچی، تو دیکھا کہ میرے والدین پابند شرع ہیں، یہ نہیں بتا رہیں کہ میرے والدین میری عمر شعور میں ایمان لائے، ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔

۳۔ محدثین نے قبول روایت کی عمر پانچ سال بتائی ہے۔ تو سیدہ کی یادداشت اور سمجھداری پر اعتراض کیوں؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: میرے ایک استاذ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

(تاريخ بغداد : 376/11، ترجمة : عبد اللّٰه بن محمّد بن عبد الرّحمٰن بن أحمد)

اس وقت بھی دنیا میں کتنے بچے ہیں، جو تین چار سال کی عمر میں حیران کن یادداشت رکھتے ہیں۔

اعتراض ⑨ ہشام بن عروہ ”مدلس“ ہیں۔

ازالہ:

۱۔ ہشام بن عروہ کے ”ثقہ“ ہونے پر اجماع ہے، ان پر امام مالک کی جرح کو

روایت کرنے والا ابن خراش خود ''ضعیف'' ہے، لہٰذا وہ قول ثابت نہیں۔ یہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں، جس قول (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص 104۔105) کی وجہ سے انہیں ''مدلس'' کہا گیا ہے، وہ قول ضعیف ہے، اس کے راوی عبداللہ بن علی بن مدینی کی ''توثیق'' ثابت نہیں ہے۔

۲۔ صحیحین میں ''مدلسین'' کی روایات سماع پر محمول ہیں۔

۳۔ ہشام بن عروہ کی متابعت زہری، (صحیح مسلم: 1422) ابراہیم نخعی (صحیح مسلم: 1422) اور عبداللہ بن عروہ (صحیح مسلم: 1423) وغیرہ نے کی ہے۔

۴۔ اس روایت کی بہت ساری سندیں ہیں، جو درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں، صرف ہشام پر اعتراض کیوں؟

اعتراض ⑩ ''ہشام کا 123ھ میں دماغ جواب دے گیا تھا، بلکہ حافظ عقیلی تو فرماتے ہیں: قَدْ خَرِفَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ.

''آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے۔''

تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ روایت سٹھیانے سے پہلے کی ہے؟''

ازالہ:

۱۔ حافظ عقیلی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول نہیں مل سکا۔

۲۔ متقدمین میں سے کسی نے ان پر اختلاط کا الزام نہیں لگایا، اختلاط ثابت ہو جائے، تب بھی بخاری و مسلم میں مختلطین کی روایات تنقیح شدہ ہیں۔

۳۔ ہشام بن عروہ کی متابعت زہری، (صحیح مسلم: 1422) ابراہیم نخعی (صحیح مسلم: 1422) اور عبداللہ بن عروہ (صحیح مسلم: 1423) وغیرہ نے کی ہے۔

۴۔ اس روایت کی بہت ساری سندیں ہیں، جو درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں، صرف ہشام پر اعتراض کیوں؟

تنبیہ:

حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے ہشام کو ''مختلط'' کہا ہے۔

(بیان الوَہم والإیہام: 508/4، ح: 2726)

۞ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَمْ نَرَ لَهٗ فِي ذٰلِكَ سَلَفًا .

''سلف میں ان کا ہمنوا نظر نہیں آتا۔''(تہذیب التّہذیب: 51/11)

۞ **حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هِشَامٌ، فَلَمْ يَخْتَلِطْ قَطُّ، هٰذَا أَمْرٌ مَّقْطُوعٌ بِهٖ .

''ہشام کبھی بھی مختلط نہیں ہوئے، یہ یقینی بات ہے۔''

(سِیَر أعلام النّبلاء: 26/6)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

قَوْلُ ابْنِ الْقَطَّانِ : إِنَّهٗ مُخْتَلِطٌ، قَوْلٌ مَّرْدُودٌ وَّمَرْذُولٌ .

''ابن قطان کا انہیں مختلط قرار دینا مردود اور ناقابل التفات ہے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء: 36/6)

۞ **مزید فرماتے ہیں:**

لَا عِبْرَةَ . **''اس قول کا کوئی اعتبار نہیں۔''**(میزان الاعتدال: 301/4)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ کی بات درست نہیں۔

نابالغ بچی کا نکاح

اسلام میں نابالغ بچی کا نکاح جائز ہے،کم سن بچی، جو عمر بلوغ کو نہ پہنچی ہو،سرپرست اس کا نکاح کرسکتا ہے۔قرآن،حدیث اوراجماع اس پر دلیل ہیں۔

قرآنی دلائل:

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہوچکی ہیں،ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو،تو ان کی عدت تین ماہ ہے،جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی،ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔''

آیت میں تین طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔

① عمر رسیدہ عورتیں، جو عمرِ یاس کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں حیض آنا بند ہوگیا ہے۔

② نابالغ بچیاں،جنہیں حیض شروع نہیں ہوا۔

③ حاملہ خواتین۔

ان کی عدت تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔عدت کے بیان سے ثابت

ہوتا ہے کہ کم سنی میں نکاح جائز ہے، اس لئے تو ان کی عدت بیان کی۔

✿ سید الفقہا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت پر یوں باب قائم کیا ہے:

بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ .

''چھوٹے بچوں اور بچیوں کے نکاح کا بیان۔''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 5133)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''ترجمۃ الباب میں لفظِ ولد جنس ہے، یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت ﴿وَالَّلَائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ میں اللہ نے نابالغ لڑکی کی عدت تین ماہ بتائی ہے۔ امام صاحب نابالغ کے نکاح کو جائز قرار دے رہے ہیں، ان کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے۔ چوں کہ آیت میں یہ بیان نہیں کہ والد باکرہ کا نکاح کر سکتا ہے اور والد کے اس استحقاق کو یہ کہہ کر ٹھکرایا جا سکتا ہے کہ نکاح میں اصل حرمت ہے، البتہ اس سے ہٹ کر دلیل مل جائے، تو الگ بات ہے۔ امام صاحب اس کی دلیل میں یہ حدیث لائے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تب اپنی بیٹی کا نکاح کیا، جب وہ نابالغ تھیں، لہٰذا حرمت کے قاعدے سے یہ چیز مستثنیٰ ہوئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث یہاں لانے کا بھی یہی راز ہے۔''(فتح الباري : 190/9)

✿ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

بَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عِدَّةَ الصَّغِيرَةِ، وَسَبَبُ الْعِدَّةِ شَرْعًا هُوَ النِّكَاحُ، وَذٰلِكَ دَلِيلُ تَصَوُّرِ نِكَاحِ الصَّغِيرَةِ .

''(اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے نابالغ بچی کی عدت بیان کی ہے۔ شرعی طور پر عدت کا سبب نکاح ہے، یہ آیت دلیل ہے کہ نابالغ بچی کا نکاح ہوسکتا ہے۔''

(المَبسوط : 212/4)

❁ شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ نِكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ إِذَا زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَاللَّآئِي لَمْ يَحِضْنَ﴾(الطلاق : ٤) فَأَثْبَتَ الْعِدَّةَ لِلصَّغِيرَةِ وَهُوَ فَرْعُ تَصَوُّرِ نِكَاحِهَا شَرْعًا .

''ولی نابالغ بچے اور بچی کا نکاح کرے، تو وہ نکاح صحیح ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلیل ہے: ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (الطّلاق:۴) ''جنہیں ماہواری ابھی شروع نہیں ہوئی (ان کی عدت بھی تین ماہ ہے)۔'' اللہ تعالیٰ نے نابالغ بچی کی عدت بیان کی ہے اور عدت نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔''

(فتح القدير : 274/3)

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيمًا﴾(النّساء : ١٢٧)

''لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمہیں عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، یتیم بچیوں کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔تم ان سے نکاح میں رغبت تو رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، یہ نصیحت کمزور و نادار بچوں کے متعلق بھی ہے، تیمیوں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف برتنا اور یادرکھنا کہ اللہ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورت نساء، آیت نمبر 3) کے متعلق پوچھا، فرمانے لگی: بھانجے! ایک بچی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس کے پاس مال بھی ہوتا ہے، ولی اس کے مال اور اس کے حسن کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور پورا حق مہر ادا کئے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس آیت میں اس قبیل کے لوگوں کو ممانعت کی گئی ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کرنا ہے، تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر کسی اور سے شادی کر لیں ان سے نہ کریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ مانگا، تو (سورۃ النساء: 127) نازل ہو گئی۔ اس آیت میں ﴿مَا يُتْلٰى﴾ سے مراد پہلے والی (النساء: 3) آیت مراد ہے۔ دوسری (النساء: 127) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے

میں بے رغبتی کرتے، لہٰذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی اگر انصاف نہیں کر سکتے، تو جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح مت کرو۔''

(صحيح البخاري : 2494)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ باپ کے علاوہ دوسرے سرپرست بھی نابالغ کنواری یا شوہر دیدہ بچی کا نکاح کر سکتے ہیں، حقیقی یتیم تو نابالغ بچی ہی ہوتی ہے، جس کا باپ فوت ہو چکا ہو، اس سے شادی کی جا سکتی ہے، عدم جواز کے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں۔''(فتح الباري : 197/9)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْيَتِيمَةَ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، فَدَلَّ ذَالِكَ عَلٰى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ قَبْلَ الْبُلُوغِ، وَهٰذَا مَذْهَبُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَعَلَيْهِ يَدُلُّ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ.

''نابالغ یتیم بچی سے اس کے رشتہ کے معاملہ میں مشورہ لیا جائے گا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے۔ بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از بلوغ یتیم بچی کا نکاح جائز ہے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔''

(زاد المَعاد : 91/5)

تنبیہات:

① یتیمہ کی جمع یتامی ہے، یتیمہ اس بچی کو کہا جاتا ہے، جس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا باپ فوت ہو جائے۔

❀ سیدنا حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا یُتْمَ عَلٰی جَارِیَةٍ إِذَا هِيَ حَاضَتْ.

''بچہ احتلام کے بعد اور بچی حیض کے بعد یتیم نہیں رہتے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 14/4، ح : 3502، النَّفَقة على العَيال لابن أبي الدُّنيا : 634، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر :3/ 110) نے سند کو ''لا باس بہ'' کہا ہے۔

لیکن مجازا یہ لفظ بلوغت کے بعد بھی بول دیا جاتا ہے، جیسا کہ (سورۃ النساء:2) میں بولا گیا ہے۔

اس آیت میں یتیمہ سے مراد نابالغ بچی ہے، جس کا باپ فوت ہو چکا ہو، بالغ عورت مراد نہیں، یتیمہ سے بالغ عورت مراد لینا بلا دلیل ہے، کیوں کہ حقیقت کو مجاز پر محمول کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی۔

② یہاں بالغ عورت مراد لینے کے لئے لفظ ''نساء'' سے استدلال کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ ''نساء'' کا لفظ بالغ عورت پر بولا جاتا ہے، لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں، کیوں کہ اس لفظ کا اطلاق نابالغ بچیوں پر بھی کیا گیا ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَ كُمْ﴾(البَقَرة : ٤٩)

''آل فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کر دیتے تھے اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔''

لامحالہ یہاں ''نساء'' سے مراد بالغ عورتیں نہیں، دودھ پینے والی بچیاں ہیں، لہٰذا نابالغ بچیوں پر ''نساء'' کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے۔

③ جنس نساء میں بچیاں بھی داخل ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء: ٢٢)

''ان خواتین سے شادی نہ کرو، جن سے آپ کے والد نے شادی کر رکھی ہو۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (النّساء: ٢٣)

''اپنی ساس سے نکاح نہ کرو۔''

دونوں آیات میں ''نساء'' کا لفظ نابالغ بچی کو بھی شامل ہے، اگر کوئی شخص نابالغ بچی سے شادی کرتا ہے، تو بلا اختلاف بچی کی ماں اس کے لیے محرماتِ ابدیہ سے ہوگی۔

④ یتیم بچی اگر بلوغت کے قریب ہو، تو اس سے مشورہ لیا جائے، اگر اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو، تو اس کی رضا پوچھی جائے گی، وہ راضی ہوئی، تو نکاح معتبر، ورنہ نکاح ختم ہو جائے گا۔ جن احادیث میں یتیمہ سے مشورہ لینے کا کہا گیا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو اپنی یتیم بیٹی کا وصی اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو بنایا۔ یہ دونوں بھائی میرے (ابن عمر) ماموں ہیں۔ میں

نے اپنے ماموں قدامہ کو اس یتیم بچی کے رشتے کا پیغام بھیجا۔انہوں نے اس سے میرا نکاح کر دیا۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بچی کی ماں کے پاس آئے اور مال کا لالچ دیا، ماں ان کی باتوں میں آ گئی اور لڑکی ماں کے کہے پر مائل ہوگئی، سو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔معاملہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں آیا۔قدامہ بن مظعون کہنے لگے: اللہ کے رسول! یہ لڑکی میری بھتیجی ہے، اس کے باپ نے مجھے اس کا ولی بنایا ہے اور میں اسے عبداللہ بن عمر کے نکاح میں دیتا ہوں۔میں نے اس کی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، چونکہ یہ عورت ہے، اس لئے اپنی ماں کی باتوں میں آ کر شادی سے انکار کر رہی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ یتیم بچی ہے، نکاح میں اسی کی مرضی چلے گی۔واللہ! وہ نکاح کے بعد مجھ سے چھین لی گئی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی گئی۔''

(مسند الإمام أحمد : 130/2، سنن الدّارقُطني : 230/3، السّنن الكبرىٰ للبَيهقي : 120/7، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (2 / 167) نے اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

«اَلْيَتِيمَةُ» يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ نِكَاحِ الْيَتِيمَةِ بِالِاسْتِئْذَانِ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

''لفظِ یتیمہ، دلالت کناں ہے کہ نابالغ یتیم بچی کا نکاح کرنے سے پہلے اس سے اجازت لی جائے گی۔''(حاشية السّندهي على النّسائي : 84/6)

۵ بلوغ سے پہلے نکاح کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾(النّساء : ٦)

''یتیم بچوں کی جانچ کرتے رہو، جب تک کہ وہ بالغ نہیں ہو جاتیں اور جب محسوس کرو کہ وہ معاملہ شناس ہوگئی ہیں، تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔''

کہتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا لفظ شادی کے معنی میں ہے، یعنی اس وقت تک مال نہیں دینا، جب تک وہ شادی کی عمر کو نہ پہنچ جائیں اور مال بلوغت کے بعد دیا جاتا ہے، لہٰذا شادی بھی بلوغت کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ قرآن میں لفظِ نکاح کئی معانی کے لئے آیا ہے، اس آیت میں یہ لفظ بلوغت کے معنی میں ہے۔

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ نِكَاحٍ فِيهِ تَزَوُّجٌ إِلَّا ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾، فَهُوَ الْحُلُمُ.

''لفظ نکاح سے مراد ہمیشہ نکاح ہوتا ہے، سوائے اس آیت کے:

﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾، یہاں بلوغت کے معنی میں ہے۔''

(البُرهان في عُلوم القرآن : 109/1، الإتقان في عُلوم القرآن : 159/2)

دوسرے یہ کہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت میں نکاح کے لیے بلوغت شرط نہیں۔ نیز یہ آیت مجمل ہے، اس کی مراد دوسری آیات قرآنیہ اور احادیث سے واضح ہوگی۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾(النّساء : ٣)

''اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کر سکتے ہو، البتہ ایک سے زائد بیویوں میں عدل نہ کر سکو، تو صرف ایک شادی کرو، یا پھر لونڈی رکھ لو، یہ بے اعتدالی سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸٦١ھ) فرماتے ہیں:

مَنَعَ مِنْ نِكَاحِهِنَّ عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيهِنَّ، وَهٰذَا فَرْعُ جَوَازِ نِكَاحِهَا عِنْدَ عَدَمِ الْخَوْفِ، وَلَا يُقَالُ ذَالِكَ بِمَفْهُومِ الشَّرْطِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ جَوَازُ نِكَاحِ غَيْرِ الْمُحَرَّمَاتِ مُطْلَقًا، فَمُنِعَ مِنْ هٰذِهٖ عِنْدَ خَوْفِ عَدَمِ الْعَدْلِ فِيهِنَّ، فَعِنْدَ عَدَمِهٖ يَثْبُتُ الْجَوَازُ بِالْأَصْلِ الْمُمَهَّدِ لَا مُضَافًا إِلَى الشَّرْطِ، وَيُصَرِّحُ بِجَوَازِ نِكَاحِهَا قَوْلُ عَائِشَةَ : إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَتِيمَةٍ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا .

''یتیم بچی سے نکاح اس صورت میں ممنوع ہے، جب آپ عدل نہ کر سکتے ہوں، اگر یہ خدشہ نہ ہو، تو جائز ہے۔ غیر محرم سے مطلقا بغیر کسی شرط کے نکاح جائز ہے، لیکن جب ناانصافی کا اندیشہ ہو، تو منع ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں صراحت موجود ہے کہ یہ آیت اس یتیم بچی کی بارے میں نازل ہوئی، جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہے۔''(فتح القدير : 275/3)

حدیثی دلائل:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا، تو میں چھ سال کی بچی تھی، رخصتی ہوئی، تو نو سال کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نو سال گزارے۔''

(صحيح البخاري : 5133)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث بالاجماع صحیح ہے۔''

(شرح السّنة : 35/9)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ، وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ، وَلُعَبُهَا مَعَهَا، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا، تو میری عمر سات برس تھی، رخصتی کے وقت نو سال تھی، میں کھلونے بھی ساتھ ہی لے آئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میری عمر اٹھارہ برس تھی۔''(صحيح مسلم : 71/1422)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ،

وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

''رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے وقت میری عمر چھ سال تھی، رخصتی کے وقت نو سال اور آپ کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔''

(صحیح مسلم : 72/1422)

❁ شارح ہدایہ، علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَشْهُورٌ وَّقَرِيبٌ إِلَى التَّوَاتُرِ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مشہور، بلکہ قریب قریب متواتر ہے۔''

(البناية في شرح الهداية : 90/5)

❁ شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

تَزْوِيجُ أَبِي بَكْرٍ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ نَصٌّ قَرِيبٌ مِنَ الْمُتَوَاتِرِ.

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھ برس کی عمر میں نکاح کیا، یہ حدیث نص ہے، جو متواتر کے قریب ہے۔''

(فتح القدير : 274/3)

❁ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰى بِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ بَنٰى بِهَا بَعْدَ الْبُلُوغِ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم ﷺ سے نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ ظاہر

بات ہے کہ یہ رخصتی بلوغت کے بعد ہوئی۔''

(المَبسوط : 149/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهَا فِي رِوَايَةٍ تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ وَفِي أَكْثَرِ الرِّوَايَاتِ بِنْتُ سِتٍّ فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا أَنَّهُ كَانَ لَهَا سِتٌّ وَّكَسْرٌ فَفِي رِوَايَةٍ اقْتَصَرَتْ عَلَى السِّنِينَ وَفِي رِوَايَةٍ عَدَّتِ السَّنَةَ الَّتِي دَخَلَتْ فِيهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''ایک روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نکاح کے وقت ان کی عمر سات سال تھی، جبکہ دوسری میں چھ کا ذکر ہے۔ تطبیق یوں ہوگی کہ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال مکمل اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں صرف سالوں کے ذکر پر اکتفا کیا اور دوسری میں اسے بھی علیحدہ سال تصور کر لیا، جس میں داخل ہو چکی تھیں۔ واللہ اعلم!''(شرح النَّوَوِي : 207/9)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : تَزَوَّجَهَا وَهِيَ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ، مَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ النَّاسِ.

''حدیث: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں رخصتی کی۔'' اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 327/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ، وَقِيلَ : سَبْعٍ، وَيُجْمَعُ بِأَنَّهَا كَانَتْ أَكْمَلَتِ السَّادِسَةَ وَدَخَلَتْ فِي السَّابِعَةِ، وَدَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ .

''درست یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نکاح کے وقت سیدہ کی عمر چھ برس تھی، دوسری روایت کے مطابق سات برس تھی۔ تطبیق یہ ہے کہ نکاح کے وقت آپ عمر کا چھٹا سال گزار کر ساتویں میں داخل ہو چکی تھیں اور رخصتی کے وقت عمر کی نو بہاریں دیکھ چکی تھیں۔'' (الإصابة في تمييز الصّحابة : 282/8)

② **سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:**

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا .

''نبی کریم ﷺ نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، نو برس آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں۔''

(صحيح البخاري : 5133)

③ **مسند ابی یعلی:4673، المعجم الکبیر للطبرانی:23 /23، وسندہ حسن۔**

④ **سنن النسائی:3379، وسندہ حسن۔**

⑤ **السنن الکبریٰ للنسائی:5345، وسندہ حسن۔**

⑥ **عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

دَخَلَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ عَلٰى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُونٍ يَعُودُهٗ فَبُشِّرَ

زُبَيْرٌ بِجَارِيَةٍ، وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ قُدَامَةُ : زَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ لَهُ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ : مَا تَصْنَعُ بِجَارِيَةٍ صَغِيرَةٍ وَأَنْتَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ؟ قَالَ : بَلٰى إِنْ عِشْتُ فَابْنَةُ الزُّبَيْرِ، وَإِنْ مُتُّ فَأَحَبُّ مَنْ وَرِثَنِي قَالَ : فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ .

''سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے گئے، اسی اثنا میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو بچی کی ولادت کی خوشخبری دی گئی، تو اسی وقت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بچی سے میرا نکاح کر دیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ اس چھوٹی بچی کو کیا کریں گے، اپنی حالت نہیں دیکھتے (کہ آپ سخت بیمار ہیں)؟ قدامہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جی جی، اگر میں زندہ رہا، تو زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی (میری بیوی ہوگی)! اگر میں فوت ہو گیا، تو میں چاہتا ہوں کہ وہ میری وارث بن جائے۔ تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بچی کا نکاح سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔''

(تفسير سعيد بن منصور : 639، مصنّف ابن أبي شيبة : 17339، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸٦۱ھ) فرماتے ہیں:

نَصٌّ فِي فَهْمِ الصَّحَابَةِ عَدَمَ الْخُصُوصِيَّةِ فِي نِكَاحِ عَائِشَةَ .

''یہ روایت نص ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (نابالغ بچی کے نکاح کو) عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے۔''

(فتح القدير : 274/3)

اجماعِ امت:

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ .

''تمام معتبر اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔''

(المُغني لابن قُدامة : 379/7)

❁ علامہ مہلب بن احمد بن ابی صفرہ اندلسی رحمہ اللہ (۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْأَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبِكْرِ وَلَوْ كَانَتْ لَا يُوطَأُ مِثْلُهَا .

''علما کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، گو وہ جماع کے قابل نہ ہو۔'' (فتح الباري لابن حَجَر : 190/9)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ تَزْوِيجُ الصَّغِيرَةِ بِالْكَبِيرِ إِجْمَاعًا وَّلَوْ كَانَتْ فِي الْمَهْدِ لَكِنْ لَا يُمَكَّنُ مِنْهَا حَتّٰى تَصْلُحَ لِلْوَطْءِ .

''نابالغ بچی کا بالغ مرد سے نکاح بالا جماع جائز ہے، گو وہ ابھی پنگھوڑے میں ہی ہو، لیکن خلوت اس وقت اختیار کرے گا، جب جماع کے قابل ہو جائے۔''

(فتح الباري لابن حَجَر : 124/9)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ تَزْوِيجِهِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ

لِهٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ باپ کا نابالغ بچی کی شادی کرنا جائز ہے۔''(شرح النّووي : 206/9)

نابالغ بچی کا نکاح درست ہے۔امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل،امام اسحاق بن راہویہ اور دیگر محدثین،ائمہ دین رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

جن ائمہ محدثین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے،انہوں اس پر نابالغ بچی کے نکاح کے جواز کا باب قائم کیا ہے۔

اجماعِ امت کے خلاف کوئی دلیل مسموع نہیں ہوتی،اہل حق کا اجماع و اتفاق حق ہے۔اور حق،حق کا معارض ومخالف نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں،تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے،ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے،ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد فوراحاصل ہوں،بہرصورت نکاح کارِخیر ہے۔

عقل ونقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت ومقاربت اس وقت کی جائے گی،جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے،بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا،بعد از بلوغت بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں،جن کی عقل ونقل سے تائید نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی جلدی شادی کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ

ہوں، تاخیر سے شادی کرنا کئی پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے اور انسانی صحت کے لیے انتہائی ناموزوں بھی ہے۔

تنبیہ بلیغ:

۞ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَعْجَلُ مَنْ سَمِعْتُ بِهِ مِنَ النِّسَاءِ حِضْنَ نِسَاءُ تِهَامَةَ يَحِضْنَ لِتِسْعِ سِنِينَ .

''میرے علم کے مطابق سب سے جلدی تہامہ کی عورتوں کو حیض آجاتا ہے، انہیں نو سال کی عمر میں حیض آجاتا ہے۔''

(الأم : 229/5)

۞ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٨٢ھ) نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ عَقِيلٍ أَنَّ نِسَاءَ تِهَامَةَ يَحِضْنَ لِتِسْعِ سِنِينَ .

''امام ابوالوفاء ابن عقیل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ تہامہ کی عورتوں کو نو سال کی عمر میں حیض آجاتا ہے۔''

(الشّرح الکبیر :318/1)

۞ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (٥٨٧ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا وَقْتُهُ فَوَقْتُهُ حِينَ تَبْلُغُ الْمَرْأَةُ تِسْعَ سِنِينَ فَصَاعِدًا عَلَيْهِ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ .

''(بچی کو) حیض آنے کی عمر نو سال یا اس سے کچھ زیادہ ہے، اکثر مشائخ (حنفیہ) کا یہی مذہب ہے۔''

(بَدائع الصَّنائع :41/1)

✿ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸٦۱ھ) علمائے احناف کا اختلاف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اَلْمُخْتَارُ تِسْعٌ .

''مختار قول یہ ہے کہ (حیض کی کم سے کم عمر) نو سال ہے۔''

(فتح القدير :160/1)

✿ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

تِسْعَ سِنِينَ هُوَ مَا عَلَيْهِ الْفَتْوٰى .

''(کم سے کم حیض آنے کی عمر) نو سال ہے، اسی پر (احناف کا) فتویٰ ہے۔''

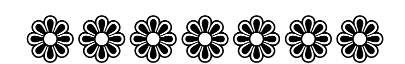
(حاشية الطّحطاوي على مَراقي الفلاح، ص 138)

✿ پانچ سو حنفی علما کا فتویٰ ہے:

الْوَقْتُ وَهُوَ مِنْ تِسْعِ سِنِينَ .

''(حیض کے لیے کم سے کم) عمر نو سال ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:36/1)



حدیث مصراۃ

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ .

''(خریدار کو دھوکا دینے کے لیے) اونٹنی اور بکری کا دودھ نہ روکیں، جو ایسا جانور خرید لے، وہ دو باتوں میں سے ایک کا اختیار رکھتا ہے، چاہے اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے مالک کو واپس کردے، ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔''

(صحيح البخاري : 2148، صحيح مسلم : 1524)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُّصَرَّاةً فَهُوَ فِيهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، لَا سَمْرَاءَ .

''جو دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے، وہ تین دن تک (واپس کرنے کا) اختیار رکھتا ہے اور اگر اس نے بکری واپس کرنی ہو، تو اس کے ساتھ ایک کھجور کا صاع بھی دے، نہ کہ گندم کا۔''

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ الْأَثْبَاتِ الثِّقَاتِ، وَرَوَاهُ عَنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ لَا يُحْصِيهِمْ

إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَصَارَ نَقْلَ كَافَّةٍ وَتَوَاتُرٍ لَا يَرُدُّهُ إِلَّا مَحْرُومٌ غَيْرُ مُوَفَّقٍ، وَبِهٰذَا يَأْخُذُ السَّلَفُ قَدِيمًا وَحَدِيثًا .

''اس حدیث کے تمام راوی ائمہ اور ثقہ ثبت ہیں، ان ائمہ سے یہ حدیث نقل کرنے والوں کی تعداد اتنی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کرسکتا، یوں یہ نقل تواتر ہے، جسے وہی رد کرسکتا ہے، جو توفیق خاص سے محروم ہو۔ پہلے اور بعد کے سلف نے اس حدیث کے مطابق مذہب بنایا ہے۔''

(المُحلّٰی : 576/7)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُجْتَمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهِ وَثُبُوتِهِ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ .

''اس حدیث کی صحت اور ثبوت پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(التّمهيد : 208/18)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْمُصَرَّاةِ هٰذَا ثَابِتٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''حدیث مصراۃ ثابت ہے اور اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 45/3)

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّسْلِيمُ لِهٰذَا الْخَبَرِ يَجِبُ .

''اس حدیث کو تسلیم کرنا واجب ہے۔''

(الإشراف : 35/6)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا مِنْهُمْ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''ہمارے اصحاب امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کے یہاں اسی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 1252)

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ حدیث کا بھی یہی موقف ہے۔

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً، فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ .

''جو دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے، وہ تین دن تک (واپس کرنے کا) اختیار رکھتا ہے اور اگر اس نے بکری واپس کرنی ہو، تو اس کے ساتھ ایک کھجور کا صاع بھی دے گا۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 14459، وسندهٗ صحيحٌ)

راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اپنی روایت کے موافق ہے۔

۞ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُّصَرَّاةً أَوْ نَاقَةً، ...... فَهُوَ مِنْهَا بِآخِرِ النَّظَرَيْنِ، إِذَا هُوَ حَلَبَ إِنْ رَدَّهَا، رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ .

''جو ایسی بکری یا اونٹنی خریدے، جس کا دودھ روک لیا گیا، اس کا دودھ دوہنے

کے بعد اس کے پاس دو اختیار ہیں۔ اگر تو اس نے وہ واپس کرنی ہو، تب وہ اس کے ساتھ ایک صاع طعام (کھجور) بھی مالک کو دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 18819، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ أَنَّ الْحَدِيثَ إِذَا ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ وَجَبَ الْقَوْلُ بِهٖ وَصَارَ أَصْلًا فِي نَفْسِهٖ وَعَلَيْنَا قُبُولُ الشَّرِيعَةِ الْمُبْهَمَةِ كَمَا عَلَيْنَا قُبُولُ الشَّرِيعَةِ الْمُفَسَّرَةِ، وَالْأُصُولُ إِنَّمَا صَارَتْ أُصُولًا لِمَجِيءِ الشَّرِيعَةِ بِهَا، وَخَبَرُ الْمُصَرَّاةِ قَدْ جَاءَ بِهِ الشَّرْعُ مِنْ طُرُقٍ جِيَادٍ ...... فَالْقَوْلُ فِيهِ وَاجِبٌ .

''اصل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے حدیث ثابت ہو جائے، تو اس پر عمل واجب ہے اور وہ بذات خود دلیل بن جائے گی۔ ہمارے لیے جس طرح شریعت کے مفسر احکام (جن کی علت بیان کر دی گئی ہے) کو تسلیم کرنا ضروری ہے، اسی طرح مبہم احکام (جن کی علت بیان نہیں کی گئی) کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ اصول اسی وقت اصول بنتا ہے، جب وہ شرعی دلیل سے ثابت ہو، حدیث مصراۃ کئی عمدہ سندوں سے مروی شرعی نصوص سے ثابت ہے۔...... لہٰذا اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔'' (مَعالم السّنن : 111/3)

نوٹ:

مُصَرَّاةٌ سے مراد وہ جانور ہے، جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو۔

یاد رہے کہ اگر کوئی بکری یا اونٹنی وغیرہ کو بیچنے کے ارادے سے خریدار کو دودھ زیادہ باور کروانے کے لیے ایک دو دن تھنوں میں دودھ روکے، تو یہ کام ناجائز و حرام اور دھوکا ہے۔

❀ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ التَّصْرِيَةَ حَرَامٌ .

''جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے کی حرمت پر کوئی اختلاف نہیں۔''

(إحكام الأحكام : 112/2)

یہ اقدام اس جانور کو عیب دار بنا دیتا ہے، اگر کوئی غلطی سے ایسا جانور خرید لے اور بعد میں اسے جانور کا وہ عیب پتہ چل جائے، تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ تین دن کے اندر اندر لوٹا سکتا ہے، لیکن جب جانور واپس کرے گا، تو جو دودھ پیا ہے، اس کے عوض ایک صاع (دو سیر چار چھٹانک) کھجور دے گا۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ حَلَبَ الْمُصَرَّاةَ، فَهُوَ بِالْخِيَارِ؛ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ .

''فقہا کا اجماع ہے کہ جس نے دودھ روکے ہوئے جانور کا دودھ دھویا، اسے اختیار ہے کہ وہ جانور رکھ لے یا واپس کر دے، البتہ (واپسی کی صورت میں ایک صاع کھجور بھی دے۔'' (الإجماع : 480)

حدیث مصراۃ اور اہل الرائے:

آپ پڑھ آئے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور متواتر ہے، ائمہ حدیث و نقل نے اس پر اجماع کیا ہے۔ لیکن اہل الرائے اس حدیث کو خلاف قیاس قرار دے کر رد کرتے ہیں۔

حدیث پر وارد اعتراضات کے جوابات:

احناف نے اس حدیث پر مختلف اعتراضات وارد کر رکھے ہیں۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں اس حدیث پر وارد آٹھ اعتراضات کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیے ہیں۔اب یہاں وہ اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ کیجئے:

اعتراض نمبر1:

کتب اہل الرائے میں لکھا ہے کہ حدیثِ مصراۃ میں جو ایک صاع کھجوروں کا ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے، اس کے اور دودھ کے درمیان کوئی توازن نہیں، یوں یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے اور راویٔ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں:

عَلٰی هٰذَا تَرَكَ أَصْحَابُنَا رِوَایَةَ أَبِي هُرَیْرَةَ فِي مَسْأَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْقِیَاسِ .

''اس بنا پر ہمارے اصحاب نے مسئلہ مصراۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔''

(نور الأنوار، ص 183، أصول الشّاشي، ص 75)

جواب:

① حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مسئلہ مصراۃ میں نص ہے اور نص کو ٹھکرانا کسی طور بھی جائز نہیں اور نص کے مقابلہ میں قیاس کو لانا تو اس سے بھی زیادہ قبیح حرکت ہے۔

۞ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِیسُ .

''(نص کے مقابلہ میں) سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 86/14، وسندهٗ حسنٌ)

جب نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تین دن کے اندر اندر جانور واپس کرے اور جتنا دودھ بھی پی لیا ہے، اس کے بدلے ایک صاع کھجور ادا کرے۔ اب آقائے کریم ﷺ کے اس فرمان کے مقابلہ میں قیاس کھڑا کرنا تعجب خیز ہے۔

۞ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

هٰذَا الْجَوَابُ بَاطِلٌ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ .

''یہ جواب باطل اور ناقابلِ التفات ہے۔''

(فيض الباري : 23/3)

۞ نیز کہتے ہیں:

أَمَّا مَا ذَكَرَ صَاحِبُ الْمَنَارِ وَغَيْرُهٗ مِنْ أَنَّ حَدِيثَ الْمُصَرَّاةِ يَرْوِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرِوَايَةُ الَّذِي لَيْسَ بِفَقِيهٍ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ إِذَا كَانَتْ خِلَافَ الْقِيَاسِ، وَالْقِيَاسُ يَقْتَضِي بِالْفَرْقِ بَيْنَ اللَّبَنِ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ، وَلَبَنِ النَّاقَةِ أَوِ الشَّاةِ أَوِ الْبَقَرَةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْأَقْيِسَةِ، فَأَقُولُ : إِنَّ مِثْلَ هٰذَا قَابِلُ الْإِسْقَاطِ مِنَ الْكُتُبِ فَإِنَّهٗ لَا يَقُولُ بِهٖ عَالِمٌ وَّأَيْضًا هٰذِهِ الضَّابِطَةُ لَمْ تَرِدْ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ .

''یہ جو صاحب منار وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیث مصراۃ جس کے راوی سیدنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، وہ غیر فقیہ ہیں اور غیر فقیہ کی روایت قیاس کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہو سکتی، قیاس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے اور زیادہ دودھ کے درمیان فرق کیا جائے گا، اسی طرح بکری، اونٹنی اور گائے وغیرہ کے دودھ میں بھی فرق کیا جائے گا اور اس طرح کے دیگر قیاس ذکر کئے جاتے ہیں۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں: ایسی باتوں کو کتابوں سے نکال دینا چاہئے، کیونکہ ایسی بات ایک عالم کہہ ہی نہیں سکتا، اسی طرح یہ قاعدہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ سے منقول بھی نہیں ہے۔''

(العَرف الشّذي : 33/3)

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''جس نے حدیث پر اس بنا پر طعن کیا کہ اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے، لہٰذا قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ عمل ہے۔

هُوَ كَلَامٌ آذٰى قَائِلُهٗ بِهٖ نَفْسَهٗ .

اس نے یہ بات کہہ کر اپنا ہی نقصان کیا ہے۔''

(فتح الباري : 364/4)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ : اَلْمُعْتَزِلَةُ تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ تَرَكُوا أَلْفَ حَدِيْثٍ فِي الصِّفَاتِ وَالْأَسْمَاءِ وَالرُّؤْيَةِ وَالنُّزُولِ، لَأَصَابُوا، وَالْقَدَرِيَّةُ تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّهُم تَرَكُوا سَبْعِيْنَ حَدِيْثاً فِي إِثْبَاتِ الْقَدَرِ، وَالرَّافِضَةُ تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّ الْجُمْهُوْرَ تَرَكُوا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِي يَدَّعُونَ

صِحَّتَهَا أَلْفَ حَدِيْثٍ، لَأَصَابُوا، وَكَثِيْرٌ مِّنْ ذَوِي الرَّأْيِ يَرُدُّوْنَ أَحَادِيْثَ شَافَهَ بِهَا الْحَافِظُ المُفْتِي الْمُجْتَهِدُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهُ مَا كَانَ فَقِيْهًا، وَيَأْتُونَنَا بِأَحَادِيْثَ سَاقِطَةٍ، أَوْ لَا يُعْرَفُ لَهَا إِسْنَادٌ أَصْلًا مُحْتَجِّينَ بِهَا، قُلْنَا : وَلِلْكُلِّ مَوْقِفٌ بَيْنَ يَدِي اللّٰهِ تَعَالٰى يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ أَحَادِيْثُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ فِي الْآخِرَةِ مُتَوَاتِرَةٌ، وَالْقُرْآنُ مُصَدِّقٌ لَهَا، فَأَيْنَ الْإِنْصَافُ؟

''معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر محدثین اسماء وصفات ، رؤیت اور نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں ایک ہزار احادیث چھوڑ دیتے ،تو درست کرتے ۔قدریہ کہتے ہیں کہ اگر محدثین اثباتِ قدر کے بارے میں مروی ستر احادیث چھوڑ دیتے ،تو اچھا کرتے ۔ روافض کہتے ہیں کہ اگر جمہور وہ ہزار حدیث چھوڑ دیں،جن کی صحت کے وہ دعوے دار ہیں،تو اچھا کریں گے۔اکثر اہل الرائے ایسی احادیث کو بیان کرتے ہیں،جن کو حافظ،مفتی،مجتہد امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پھر کہتے ہیں کہ وہ فقیہ نہیں تھے اور خود دلیل کے طور پر من گھڑت احادیث یا بلا سند روایات پیش کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے،آخرت میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی احادیث تو متواتر ہیں اور قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے،(ان کا انکار کرنے میں)انصاف کہاں ہے؟''

(سير أعلام النُّبلاء : 455/10)

۞ حافظ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) نقل کرتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ اشْتِرَاطُ الْفِقْهِ فِي الرَّاوِي، فَثَبَتَ أَنَّهٗ قَوْلٌ مُحْدَثٌ .

''سلف میں کسی سے منقول نہیں کہ وہ راوی میں (عدالت اور ضبط کے ساتھ ساتھ) فقہ کی بھی شرط لگاتا ہو، معلوم ہوا کہ یہ بدعی نظریہ ہے۔''

(البحر المُحيط : 213/6)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کرامت:

۞ قاضی ابو طیب طاہر بن عبداللہ طبری رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

''ہم جامع منصور میں ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک خراسانی نوجوان آیا، اس نے جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے کے مسئلے میں سوال کیا، تو ایک محدث نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پیش کی۔ اس پر وہ خبیث بولا: ابو ہریرہ کی حدیث قبول نہیں۔

اس نوجوان نے ابھی اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ جامع مسجد کی چھت سے ایک بہت بڑا سانپ گرا، لوگ بھاگنے لگے اور وہ نوجوان بھی اس سانپ کے آگے دوڑنے لگا، بعد میں یہ سانپ غائب ہو گیا۔

(المُنتظم لابن الجوزي : 106/17، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهَا أَئِمَّةٌ .

''اس کی سند کے راوی ائمہ ہیں۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 619/2)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ جَلِيلٌ صَحِيحٌ رُوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .

''یہ سند جلیل القدر اور صحیح ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

(الإعلام : 71/7)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي حَفِظِ مَا سَمِعَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَدَائِهٖ بِحُرُوْفِهٖ، وَقَدْ أَدَّى حَدِيْثَ الْمُصَرَّاةِ بِأَلْفَاظِهٖ، فَوَجَبَ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِهٖ، وَهُوَ أَصْلٌ بِرَأْسِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ سے احادیث حفظ کرنے اور انہیں من وعن آگے بیان کرنے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث مصراۃ کو من وعن آگے بیان کیا، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس پر عمل کریں، اس باب میں یہ حدیث اصل واساس کی حیثیت رکھتی ہے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 619/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَثِيْقَ الْحِفْظِ، مَا عَلِمْنَا أَنَّهُ أَخْطَأَ فِي حَدِيْثٍ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ بہت مضبوط تھا، ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کسی بھی حدیث میں خطا کی ہو۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 621/2)

③ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہے:

مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ .

''جو شخص دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے اور پھر اسے واپس کرنا چاہے، تو وہ اس کے ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔''

(صحيح البخاري : 2149)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا مُخَالِفَ لَهُمَا مِنَ الصَّحَابَةِ فِي ذٰلِكَ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی صحابی اس مسئلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مخالف نہیں۔''

(المحلّٰى : 575/7)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ مِنْ سَادَاتِ الْفُقَهَاءِ الْمُفْتِينَ مَعَ كِبَارِ الصَّحَابَةِ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ .

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ سے ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم فقہا اور مفتیان صحابہ میں سے تھے، کسی نے آپ رضی اللہ عنہ پر اس مسئلہ میں انکار نہیں کیا۔''

(كشف المُشكل : 425/3)

❀ علامہ محمود الحسن دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''مصراۃ کی حدیث کا جو جواب صاحبِ نور الانوار دیتے ہیں، وہ ہرگز درست

نہیں، کیونکہ اگر ابو ہریرہ غیر فقیہ تسلیم کر لیے جائیں، تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جس کو بخاری نے تخریج کیا ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟''

(تقاریر شیخ الہند، ص143)

۞ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

مَنْ يَّجْتَرِءُ عَلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ فَيَقُولُ : إِنَّهٗ كَانَ غَيْرَ فَقِيهٍ؟ وَلَوْ سَلَّمْنَا، فَقَدْ يَرْوِيهِ أَفْقَهُهُمْ، أَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ أَيْضًا، فَيَعُودُ الْمَحْذُورُ.

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کی جسارت کون کر سکتا ہے؟ اگر ہم انہیں غیر فقیہ تسلیم کر بھی لیں، تو صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کیا ہے، لہٰذا اعتراض پھر لوٹ آیا۔''

(فيض الباري : 231/3)

اعتراض نمبر۲:

علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

''آپ کا یہ فیصلہ بطورِ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ ایک جزئی واقعہ میں آپ نے اسے فرمایا تھا، راوی نے روایت بالمعنی کے طور پر اسے قاعدہ کلیہ بنا لیا، بہر حال چوں کہ روایتِ مصراۃ قواعدِ کلیہ کے خلاف ہے۔۔۔۔''

(تقریر ترمذی، ص678)

جواب:

یہ سخت مغالطہ ہے، جس سے کوئی بھی شخص شریعت اسلامیہ کو مشکوک قرار دے سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مَنِ اشْتَرٰى شَاةً میں مَنْ عموم کے لیے ہے اور یہ حکم کلی

طور پر عام ہے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی بھی اس بات کی عکاسی کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا : هُوَ مُخَالِفٌ لِلْأُصُولِ؟ فَقُلْنَا : كَذَبْتُمْ، بَلْ هُوَ أَصْلٌ مِنْ كِبَارِ الْأُصُولِ، وَإِنَّمَا الْمُخَالِفُ لِلْأُصُولِ قَوْلُكُمْ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الْقَهْقَهَةِ فِي الصَّلَاةِ خَاصَّةً، وَقَوْلُكُمْ بِأَنَّ الْقَلْسَ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ أَصْلًا إِلَّا إِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ، وَقَوْلُكُمْ فِي جُعْلِ الْآبِقِ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا إِذَا كَانَ عَلٰى مَسِيرَةِ ثَلَاثٍ، وَقَوْلُكُمْ فِي عَيْنِ الدَّابَّةِ رُبُعُ ثَمَنِهَا، وَالْوُضُوءِ بِالْخَمْرِ، وَسَائِرِ تِلْكَ الطَّوَامِّ الَّتِي هِيَ بِالْمَضَاحِكِ، وَبِمَا يَأْتِي بِهِ الْمُبَرْسَمُ أَشْبَهُ مِنْهَا بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ .

''لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصول (قیاس) کے خلاف ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ تمہارا جھوٹ ہے، یہ حدیث (اسلام کے) عظیم الشان اصولوں میں سے ایک اصول ہے، قیاس کے خلاف تو تمہاری یہ بات ہے کہ صرف نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے اور یہ بات کہ قے منہ بھر کر نہ ہو، تو بالکل ناقض وضو نہیں، نیز یہ کہنا کہ اگر غلام تین دن کی مسافت بھاگ گیا ہو، تو اس پر چالیس درہم (جرمانہ) ہے، جانور کی آنکھ (ضائع کرنے) میں اس کی کل قیمت کا چوتھائی حصہ (جرمانہ) ہے اور شراب (پختہ نبیذ) سے وضو اور اس جیسے کئی مضحکہ خیز مسائل ہیں کہ بسا اوقات پاگل آدمی بھی ان سے بڑھ کر اسلامی اصولوں سے ملتی جلتی بات کر دیتا ہے۔''

(المُحلّٰی : 6/67-68)

اعتراض نمبر۳:

علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

''تو جب دودھ ملکِ مشتری (خریدار کی ملکیت) ہے، کیونکہ کھلایا پلایا اس نے ہے، تو اب اس سے ایک صاع کا مطالبہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟''

(تقریر ترمذی، ص677)

جواب:

یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کا ہے اور آپ کا ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے، مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ورسول کا ہر فیصلہ دل وجان سے قبول کریں۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾(الأحزاب: ٣٦)

''کسی مومن مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں، تو اس کے لیے کوئی اختیار باقی رہے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہ ہو گیا۔''

اگر دودھ دوہنے سے پہلے جانور واپس کر دیا جائے، تو ایک صاع کھجور واپس کرنا ضروری نہیں، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ فَقِفْ عَلَيْهِ .

''یہ ایسا مسئلہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اسے اختیار کیجئے۔''

(الاستذکار : 534/6، التّمهید : 216/18)

اعتراض نمبر۴:

علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

''امام صاحب (ابوحنیفہ) فرماتے ہیں کہ یہ تصریہ (جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا، یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے) عیب نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ عقد (لین دین) کا مقتضا یہ ہے کہ مبیع (فروخت شدہ جانور) عیوب سے خالی ہو، یہ عیب جو دودھ میں ہے، یہ اس کے ثمرات و منافع اور زوائد میں ہے، جس کی وجہ سے نفسِ بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، خواہ دودھ کم ہو یا بہت، لہٰذا بیع کا فسخ کرنا اور مبیع (فروخت شدہ جانور) کا رد کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ بیع لازم ہوگئی، مشتری اور قاضی کو اس کے فسخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

(درس ترمذی، ص675)

جواب:

جانور واپس لوٹانے کا حق نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ ہے اور آپ کا عطا کردہ حق کسی سے چھینا نہیں جا سکتا۔ اس بات سے بچہ بچہ واقف ہے کہ جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا، یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ جانور بہت زیادہ دودھ دینے والا ہے، صریح دھوکا اور عیب ہے، خریدار نے جب جانور خریدا تھا، اس کے دودھ کی زیادتی کو دیکھ کر، جبکہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جانور تو ادا کردہ قیمت کے مطابق بہت کم دودھ دیتا ہے، تو یہ واضح عیب ہے، اس عیب

کے باوجود اگر وہ بیع فسخ نہ کرنا چاہے، تو نہ کرے، یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

اعتراض نمبر۵:

علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

''یہ دوسری بات ہے کہ بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) باہمی رضامندی سے رد کرنا چاہیں، تو یہ جائز ہے۔''

(تقریر ترمذی، ص675)

جواب:

یہاں باہمی رضامندی کا کوئی گزر نہیں، مرضی اور رضامندی صرف شریعت کی چل سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خریدار کو ان الفاظ میں اختیار دیا ہے:

شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ .

''اگر چاہے، تو پاس رکھ لے اور اگر چاہے، تو جانور ایک صاع کھجوروں کے ہمراہ واپس کر دے۔''

اگر خریدار اپنا یہ حق استعمال کرنا چاہے، تو بیچنے والے پر فرمان نبوی کے مطابق لازم ہے کہ وہ یہ جانور واپس لے، بصورتِ دیگر حدیث کا مخالف ٹھہرے گا اور گناہگار ہوگا۔

اعتراض نمبر۶:

علامہ محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''یہ حدیث قرآنی ضابطہ ﴿فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ سے متعارض ہے۔ (فتح القدیر: ۲/۱۴۱) یعنی تلف شدہ چیز کا تاوان بالمثل ہوتا

ہے، عام اس سے کہ مثل صوری ہو یا معنوی، یعنی قیمت اور ''صاع من تمر'' (ایک صاع کھجوریں) نہ تو مثلِ لبن (دودھ کی مثل) اور نہ قیمتِ لبن ہے۔''

(الکلام المفید، ص272-273،خزائن السنن،ص548)

جواب:

① حدیث کو قرآن کے معارض قرار دے کر ترک کرنے والی روش اہل سنت کی ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ منکرین حدیث اور معاندین کی روش ہے۔

۞ علامہ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''صحاحِ ستہ کی صحیح احادیث میں سے کوئی حدیث قرآنِ کریم کی کسی بھی آیتِ کریمہ کے ہرگز خلاف نہیں، اگر کسی کوتاہ فہم کو صحاحِ ستہ کی کسی حدیث کا قرآنِ کریم کی کسی آیت کریمہ سے تضاد نظر آتا ہے تو وہ اس کی اپنی سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ ایسا سطحی قسم کا تعارض تو قرآنِ کریم کی بعض آیاتِ کریمات کا آپس میں بھی معلوم ہوتا ہے۔'' (شوقِ حدیث،ص153)

اس کے باوجود معلوم نہیں کہ صفدر صاحب کیوں حدیث مصراۃ کو قرآن کے خلاف قرار دے کر ٹھکرا رہے ہیں؟

② اس آیتِ کریمہ کا تعلق عقوبات (تعزیرات) سے ہے، جبکہ اس حدیث کا تعلق اموال کے ساتھ ہے، اموال کا تاوان کبھی بالمثل ہوتا ہے اور کبھی بالمثل نہیں بھی ہوتا۔

③ اگر ایک صاع کھجوریں نہ دودھ کی مثل صوری ہیں، نہ مثل معنوی یعنی قیمت ہیں، تو یہ مثل شرعی ہوئیں، کیونکہ اس دودھ کی مثل رسول اللہ ﷺ نے متعین کی ہے اور جو نبی کریم ﷺ متعین کر دیں، وہاں کسی کو مجال انکار نہیں ہونا چاہئے۔

اعتراض نمبر ۷:

علامہ سرفراز خان صفدر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''یہ حدیث ''الخراج بالضمان'' کی حدیث کے خلاف ہے (ابو داؤد : ۱۳۹/۲، ۳۵۰۸، وسندہٗ حسنٌ]) یعنی جو شخص کسی چیز کے نقصان کو برداشت کرتا ہے تو چیز کا نفع بھی اس کا ہوگا، چونکہ مشتری (خریدار) دودھ دینے والے جانور کا خرچہ اٹھاتا ہے، اس لیے اس کے دودھ کا حقدار بھی وہی ہے، جو عادتاً چارہ کی قیمت سے زیادہ ہوتا ہے، اس کے بدلے میں اسے بائع (بیچنے والے) کو کچھ بھی نہیں دینا پڑتا، جبکہ حدیث المصراۃ میں ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجوروں کا) دینا پڑتا ہے۔'' (الکلام المفید، ص273)

جواب:

① یہ تمام باتیں نبی اکرم ﷺ کے مدنظر تھیں، اس کے باوجود آپ نے ایک صاع کھجوریں بھی دینے کا حکم فرمایا۔ یہ خوامخواہ احادیث میں تعارض پیدا کرکے آسان مسائل کو الجھانے والی بات ہے۔ حدیث ''الخراج بالضمان'' عام ہے اور حدیث مصراۃ خاص ہے، عام اور خاص میں تعارض ہو، تو خاص کو مقدم کرتے ہیں، لہٰذا تعارض ختم ہوا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حدیث مصراۃ کو حدیث ''الخراج بالضمان'' کے معارض قرار دیا، تو اس کے جواب میں علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

أَقُولُ : إِنَّ هٰذَا الْجَوَابَ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ .

''یہ کوئی ٹھوس (تسلی بخش) جواب نہیں۔''

(العَرف الشّذي :368/1)

اعتراض نمبر۸:

علامہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''طعام کی طعام کے ساتھ ''نسیئۃ'' (ادھار) بیع جائز نہیں، دودھ اور تمر (کھجور) کا طعام ہونا، تو واضح ہے اور ''نسیئۃ'' (ادھار) بھی ظاہر ہے کہ دودھ دوہنے کا زمانہ کیا ہے اور ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجوریں) ادا کرنے کا زمانہ کیا ہے؟ اور حدیث المصراۃ اس کے خلاف ہے۔''

(الکلام المفید، ص273)

جواب:

یہ بیع (خرید و فروخت) نہیں ہے، بلکہ بیع کے منعقد ہو جانے کے بعد دودھ کی کمی کی صورت میں ایک عیب ظاہر ہوا ہے، جو بیع کے فسخ کا سبب بنا ہے، اس وقت ایک صاع کھجوریں ادا کرنے کا نبوی حکم ہے، اس کو بیع قرار دینا درست نہیں۔

باقی رہا طعام کی طعام کے ساتھ ادھار بیع کا جائز نہ ہونا، تو اس کا تعلق کچھ اجناس کے ساتھ ہے، دودھ ان اجناس میں شامل نہیں۔

اعتراض نمبر۹:

علامہ سرفراز صفدر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''جزاف (تخمینہ والی چیز) کو مکیل و موزون (جس کا وزن کیا گیا ہو) کے مقابلہ میں بیچنا جائز نہیں ہے اور یہاں دودھ جزاف (تخمینہ والی چیز) ہے اور وہ مجہول ہے اور ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجور) معلوم ہے اور حدیث المصراۃ اس طے شدہ قاعدہ کے خلاف ہے۔'' (الکلام المفید، ص273)

جواب:

جب یہ بیع ہے ہی نہیں، تو طے شدہ قاعدہ کے خلاف کیسے ہوگئی؟ نبوی فیصلے کے مطابق ایک صاع کھجوریں تمام دودھ کا مثل ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۰:

علامہ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حدیثِ مصراۃ پہلے کی ہے اور حرمتِ ربا (سود کی حرمت) کا حکم اس کے بعد کا ہے اور چونکہ ربوٰ (سود) حرمت نصِ قطعی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا حکم منسوخ ہے۔''

(الکلام المفید، ص273)

جواب:

امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٔ نسخ بلا دلیل ہے، آپ رحمہ اللہ ایسا دعویٰ اکثر کر دیتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ يَكْثُرُ مِنِ ادِّعَائِهِ النَّسْخَ بِالْاِحْتِمَالِ فَجَرٰى عَلٰى عَادَتِهٖ .

''آپ رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ اکثر اوقات محض احتمال کی بنیاد پر نسخ کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔'' (فتح الباري: 478/9)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

نَجِدُ كَثِيرًا مِّنْ النَّاسِ مِمَّنْ يُخَالِفُ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ غَيْرِهِمْ يَقُولُ: هٰذَا مَنْسُوخٌ وَقَدِ اتَّخَذُوا

هٰذَا مَجْنَةً؛ كُلُّ حَدِيثٍ لَا يُوَافِقُ مَذْهَبَهُمْ يَقُولُونَ : هُوَ مَنْسُوخٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْسُوخٌ وَلَا يُثْبِتُوا مَا الَّذِي نَسَخَهُ .

''ہم نے کثیر تعداد میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب وغیرہ کو پایا ہے، جو صحیح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے، یہ ان کا وطیرہ ہے کہ ہر حدیث جو ان کے مذہب کے مطابق نہ ہو، بغیر علم کے اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں، وہ اس حدیث کا دلیل سے ناسخ بھی ثابت نہیں کر سکتے۔''

(مَجموع الفتاویٰ :150/21)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی اس بات پر صریح دلیل ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۱:

علامہ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نَہٰی عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ يَعْنِي الدَّيْنَ بِالدَّيْنِ کے خلاف ہے (طحاوی : ۲ /۱۶۹) یعنی نہ تو ابھی تک مشتری (خریدار) نے پورا دودھ وصول کیا اور نہ بائع (بیچنے والے) نے تمر (کھجوروں) کا صاع وصول کیا تو یہ دین بالدین ہے، جس سے نہی آئی ہے ، یہ روایت رافع بن خدیج سے بھی مرفوعاً مروی ہے (نصب الرایۃ :۴/ ۴۰عن الطبرانی) اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی مرفوعاً مروی ہے، ان کی روایت دارقطنی (۳۱۹)، سنن کبریٰ بیہقی (۵/ ۲۹۰) وغیرہ۔۔۔''

(الکلام المفید ،ص273-274)

جواب:

یہ حدیث سنن دارقطنی (۳/۱۷، ح:۳۰۴۱۔۳۰۴۲)، مسند بزار (کشف الاستار: ۱۲۸)، المعجم الکبیر لطبرانی (۴۳۷۵)، السنن الکبریٰ للبیہقی (۵/۲۹۰)، المستدرک للحاکم (۲/۵۷) میں آتی ہے، اس کی سند "ضعیف" ہے، موسیٰ بن عبیدہ ربذی "ضعیف" ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّبْذِيَّ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

"ربذی اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر : 148/4)

دارقطنی اور حاکم کی سند میں موسیٰ بن عقبہ ہے۔

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَلَّطَهُمَا الْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ الرَّبْذِيُّ .

"امام بیہقی رحمہ اللہ نے دارقطنی اور حاکم رحمہما اللہ کو (موسیٰ بن عقبہ کہنے میں) خطا کار ٹھہرایا ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ یہ اصل میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ہی ہے۔"

(نصب الرّاية : 40/4)

مصنف عبدالرزاق (۸/۹۰) کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی "ضعیف" ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

"اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔"

(فتح الباري : 365/4)

حدیث مصراۃ میں جو تین دن کے اندر اندر واپسی کا اختیار دیا گیا ہے، ان دنوں میں جو دودھ پیا ہے، اس کے عوض میں ایک صاع کھجوریں دے گا۔ یہ دودھ اور کھجوروں کی بیع نہیں ہے، بلکہ نبوی فیصلہ ہے اور فقیہ امت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی اس پر دال ہے کہ حدیث مصراۃ شریعت کی کسی نص کے خلاف نہیں۔

اعتراض نمبر۱۲:

علامہ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''اکابر علمائے دیوبند کا اس حدیث پر عمل ہے، فیض الباری (۲/۲۳۱)، العرف الشذی (۲۳۶) اور بوادر النوادر (۱۰۷) میں ہے کہ حدیث المصراۃ صلح اور مشورہ پر محمول ہے اور صلح و دیانت اور مشاورت مساوات کے قیاسی اصول سے بالاتر معاملہ ہوتا ہے۔'' (خزائن السنن، ص49-50)

جواب:

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیصلہ کلیہ اور ضابطہ بنا کر دیا ہے۔ تو اس میں یہ شرط بغیر کسی دلیل کے نہیں لگائی جاسکتی کہ جب بائع اور مشتری راضی ہوں گے، تب کھجوروں کا صاع واپس کرنا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّ الْمُحْكَمِ الصَّحِيحِ الصَّرِيحِ فِي مَسْأَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْمُتَشَابِهِ مِنَ الْقِيَاسِ، وَزَعْمُهُمْ أَنَّ هٰذَا حَدِيثٌ يُخَالِفُ الْأُصُولَ فَلَا يُقْبَلُ؛ فَيُقَالُ: الْأُصُولُ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ وَإِجْمَاعُ أُمَّتِهِ

وَالْقِيَاسُ الصَّحِيحُ الْمُوَافِقُ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ؛ فَالْحَدِيثُ الصَّحِيحُ أَصْلٌ بِنَفْسِهِ، فَكَيْفَ يُقَالُ: الْأَصْلُ يُخَالِفُ نَفْسَهُ؟ هٰذَا مِنْ أَبْطَلِ الْبَاطِلِ، وَالْأُصُولُ فِي الْحَقِيقَةِ اثْنَانِ لَا ثَالِثَ لَهُمَا؛ كَلَامُ اللّٰهِ، وَكَلَامُ رَسُولِهِ، وَمَا عَدَاهُمَا فَمَرْدُودٌ إِلَيْهِمَا؛ فَالسُّنَّةُ أَصْلٌ قَائِمٌ بِنَفْسِهِ، وَالْقِيَاسُ فَرْعٌ، فَكَيْفَ يُرَدُّ الْأَصْلُ بِالْفَرْعِ؟ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: إِنَّمَا الْقِيَاسُ أَنْ تَقِيسَ عَلٰى أَصْلٍ، فَأَمَّا أَنْ تَجِيءَ إِلَى الْأَصْلِ فَتَهْدِمَهُ، ثُمَّ تَقِيسَ، فَعَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تَقِيسُ؟ وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُ مُوَافَقَةِ حَدِيثِ الْمُصَرَّاةِ لِلْقِيَاسِ، وَإِبْطَالُ قَوْلِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ خِلَافُ الْقِيَاسِ، وَأَنَّهُ لَيْسَ فِي الشَّرِيعَةِ حُكْمٌ يُخَالِفُ الْقِيَاسَ الصَّحِيحَ، وَأَمَّا الْقِيَاسُ الْبَاطِلُ فَالشَّرِيعَةُ كُلُّهَا مُخَالِفَةٌ لَهُ، وَيَا لِلّٰهِ الْعَجَبُ، كَيْفَ وَافَقَ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ الْمُشْتَدِّ لِلْأُصُولِ حَتّٰى قُبِلَ وَخَالَفَ خَبَرَ الْمُصَرَّاةِ لِلْأُصُولِ حَتّٰى رُدَّ.

''(احناف نے) مسئلہ مصراۃ میں صحیح وصریح نص کو قیاس کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ حدیث اصول (قیاس) کے خلاف ہے، لہٰذا قبول نہیں کی جائے گی، ان کو جواباً یوں کہا جائے گا کہ اصول تو اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت، اجماعِ امت اور صحیح قیاس کا نام ہے اور صحیح قیاس وہ ہے، جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، چنانچہ صحیح حدیث خود ایک مستقل اصل ہے، کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک اصل اپنے ہی خلاف ہے؟ یہ باطل ترین بات ہے،

درحقیقت اصول دو ہی ہیں، تیسرا کوئی نہیں، یعنی قرآن وحدیث، ان کے علاوہ ہر بات انہی کی طرف لوٹائی جائے گی، معلوم ہوا کہ حدیث اصل ہے اور قیاس فرع ہے، فرع کی وجہ سے اصل کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟ حالانکہ پہلے حدیثِ مصراۃ کا قیاس کے مطابق ہونا بیان ہو چکا ہے، یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اسے خلاف قیاس سمجھنا باطل ہے، نیز شریعت کا کوئی حکم قیاسِ صحیح کے خلاف نہیں، رہا قیاسِ باطل تو ساری شریعت ہی اس کے مخالف ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ گاڑھے نبیذ سے وضو کرنا قیاس کے مطابق سمجھ کر کیسے مان لیا گیا اور حدیثِ مصراۃ قیاس کے خلاف سمجھ کر کیسے چھوڑ دی گئی؟'' (إعلام الموقعين : 311/2)

نیز دیکھیں؛ (فتح الباری لابن حجر: ۴/ ۳۶۶، انقباض الاعتراض لابن حجر: ۲/ ۹۰)

الحاصل:

حدیث مصراۃ سند و متن ہر لحاظ سے صحیح ثابت ہے اور اس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔ ان کو اپنے مسلک اور مذہب کے تعصب میں آ کر غیر فقیہ قرار دینا انتہائی ناجائز رویہ ہے اور صحابی رسول کی جناب میں صریح گستاخی ہے۔

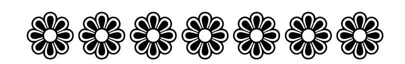
❁ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب اسی صورت احوال پر دل گرفتہ ہو کر کہتے ہیں:

''اکثر مقلدین عوام، بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے، ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ

مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو، بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کر لیں۔''

(تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی: 131/1)

تو ہمیں چاہیے کہ جب کوئی حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے۔ اس کو تسلیم کریں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اسی میں خیر ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے۔



عجوہ زہر کا تریاق

عجوہ جنت کا پھل ہے، مدینہ کے بالائی حصہ کی عجوہ تریاق ہے، جو شخص تسلسل کے ساتھ صبح سویرے بالائی مدینہ کی سات عدد عجوہ کھاتا ہے، اسے زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ حکم مطلق عجوہ کھجور کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ یہ خاص مدینہ کے بالائی حصہ کی عجوہ کے بارے میں ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَفِيهَا شِفَاءٌ مِّنَ السَّمِّ.

''عجوہ جنت کی کھجور ہے۔ اس میں زہر کے لیے شفاء ہے۔''

(سنن الترمذي: 2066، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح غریب'' کہا ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ سَمٌّ وَّلَا سِحْرٌ.

''جو آدمی ہر روز صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھا لے، اسے اس دن زہر اور جادو نقصان نہ دے سکے گا۔''

(صحيح البخاري: 5769، صحيح مسلم: 2047)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِينَ يُصْبِحُ، لَمْ يَضُرَّهُ سَمٌّ حَتّٰى يُمْسِيَ.

''جس نے صبح سویرے مدینہ کے دو سیاہ پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کی سات (عجوہ) کھجوریں کھائیں، شام تک اسے زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ.

''(مدینہ منورہ کے) بالائی حصہ کی عجوہ کھجور میں شفا ہے یا صبح کے وقت ان کا استعمال شفا کا باعث ہے۔''

(صحيح مسلم: 2048)

عجوہ کھجور کھانے سے زہر اثر نہیں کرتا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی جان بوجھ کر زہر پینا شروع کر دے، کیونکہ زہر حرام ہے، اس کے کھانے پینے کی اجازت نہیں۔ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جو علی الصبح سات عدد عجوہ کھجوریں، جو مدینہ کے بالائی علاقہ کی ہوں، کھاتا ہے، تو اسے زہر نقصان نہیں پہنچاتا، کہ اگر اسے کوئی زہریلا جانور ڈس لے یا کوئی اسے قتل کرنے کے لیے زہر پلا یا کھلا دے، تو وہ زہر اس پر اثر نہیں کرے گا۔ ان احادیث سے یہ معنی کشید کرنا کہ عجوہ کھجور کھانے والا جان بوجھ کر زہر بھی پی لے، تو اسے نقصان نہیں پہنچتا، درست نہیں، کیونکہ زہر پینے کی قطعاً اجازت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ

يَعْنِي السَّمَّ .

''رسول اللہ ﷺ نے حرام دوا یعنی زہر سے منع فرمایا۔''

(سنن التّرمذي : 2045، وسندهٗ حسنٌ)

اگر کوئی جان بوجھ کر زہر پی لیتا ہے اور اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، تو یہ خودکشی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ، فَسُمُّهٗ فِي يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا .

''جس نے زہر پی کر خودکشی کی، تو (روز قیامت) زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم میں ایک لمبی مدت تک زہر پیتا رہے گا۔''

(صحيح البخاري : 5778، صحيح مسلم : 109)

تنبیہ:

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زہر پینا ثابت نہیں۔

❀ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أُتِيَ بِالسُّمِّ، فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ قَالُوا : السُّمُّ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، فَشَرِبَهٗ .

''سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا، پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا : یہ زہر ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر پی لیا۔''

(الطَبَقات الكبرىٰ لابن سعد : 40/5، طبع الخانجي، فضائل الصّحابة لأحمد : 1481، مُعجم الصّحابة للبغوي : 587، المُعجم الكبير للطّبراني : 106/4، مَعرِفة الصّحابة لأبي نُعيم : 2393، كرامات الأولياء للّالكائي : 94، تاريخ ابن عساكر : 252/16)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔کرامات الاولیاء میں سفیان نے بیان بن بشر سے سماع کی تصریح کی ہے، مگر یہ خطا ہے، کیونکہ کرامات الاولیا میں حافظ لالکائی رحمہ اللہ نے یہ روایت معجم الصحابہ للبغوی سے نقل کی ہے، مگر معجم الصحابہ میں سماع کی تصریح نہیں، معلوم ہوا کہ سماع کی صراحت کسی راوی کی خطا یا تصحیف ہے۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔جس سند میں اسماعیل کی متابعت بیان بن بشر نے کی ہے، اس میں محمد بن حسان سمتی متکلم فیہ ہے، لہٰذا بیان کا واسطہ خطا ہے۔

بلاشبہ یہ سند صحیح بخاری میں مذکور ہے، مگر وہاں زہر پینے کے الفاظ ذکر نہیں ہوئے۔ اُصول یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ مدلس کے وہی الفاظ معتبر ہوں گے، جہاں سماع کی تصریح ہوگی۔

❀ ابوسفر رحمہ اللہ اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى الْحِيرَةِ نَزَلَ عَلٰى بَنِي الْمَرَازِبَةِ، قَالَ : فَأُتِيَ بِالسُّمِّ فَأَخَذَهٗ فَجَعَلَهٗ فِي رَاحَتِهٖ، وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، فَاقْتَحَمَهٗ، فَلَمْ يَضُرَّهٗ بِإِذْنِ اللّٰهِ شَيْئًا .

''جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقامِ حیرہ کی طرف گئے، تو قبیلہ بنو مرازبہ کے ہاں قیام کیا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا، آپ نے اسے پکڑا، ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ پڑھ کر نگل گئے۔ اللہ کے حکم سے اس زہر نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 548/6، المُعجم الكبير للطّبراني : 105/4، مسند أبي يعلى : 7186، دلائل النّبوة لأبي نعيم : 368، دلائل النّبوة للبيهقي : 106/7)

روایت ضعیف ہے۔ابوسفراورابو بردہ دونوں کا سیدنا خالد بن ولید سے سماع نہیں۔ ممکن کہ ابوسفر کی تصحیف ابو بردہ سے ہوگئی ہو۔

❀ اسی طرح کی روایت محمد بن سائب کلبی سے بھی مروی ہے:

(الطّبّ النّبوي لأبي نُعيم الأصبهاني : 568، مَعرفة الصّحابة لأبي نُعيم : 2394)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن سائب کلبی ''متروک وکذاب'' ہے۔

② ابومخنف لوط بن یحییٰ ''کذاب'' ہے،اس کی متابعت شرقی بن قطامی ''ضعیف'' نے کی ہے۔

③ ہشام بن محمد بن سائب ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

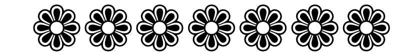
④ سعید بن عبداللہ مہرانی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

⑤ کلبی نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

بعض ملحدین مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر اسلام کا فلاں حکم سچا ہے،تو زہر پیو، اگر زہر نے اثر نہ کیا،تو حکم شرعی صحیح ہے اور اگر زہر اثر انداز ہوا،تو اسلام جھوٹا ہے،نعوذ باللہ!

حقانیت اسلام کا پتہ لگانے کے لیے زہر پینے کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اسلام میں جان بوجھ کر زہر پینا حرام ہے۔حقانیت اسلام کو معلوم کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں؛

① دلائل و براہین۔ ② مباہلہ۔



مدتِ رضاعت

شریعت اسلامیہ کے مطابق رضاعت کی کامل مدت دو سال ہے، دوسال کے بعد شرعی اعتبار سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ مدت رضاعت اڑھائی سال مانتے ہیں۔اس قول پر کوئی شرعی دلیل نہیں، بلکہ یہ قرآنی نصوص اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر ① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة : ٢٣٣)

''مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں۔(ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔''

یہ آیت کریمہ اس بات پر نص ہے کہ دودھ پلانے کی کامل مدت، جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے، دوسال ہے، اس آیت سے یہ مسئلہ صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَحْتَاطُ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ، فَيَقُولُ : يُحَرِّمُ مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَبَعْدَهُمَا إِلٰى تَمَامَ سِتَّةِ

أَشْهُرٍ، وَذٰلِكَ ثَلَاثُونَ شَهْرًا، وَلَا يُحَرِّمُ مَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دو سال کے بعد چھ ماہ احتیاطا بڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں: دو سال اور ان کے بعد چھ ماہ مکمل ہونے تک حرمت ثابت ہو جاتی ہے، یہ تیس مہینے بنتے ہیں۔ اس کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوگی۔''

(مؤطأ الإمام محمّد، ص 278)

❀ علامہ عبدالحئ حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهٗ حُكْمٌ مَبْنِيٌّ عَلَى الْاِحْتِيَاطِ، وَلَيْسَ أَمْرًا ثَابِتًا بِالنَّصِّ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهٗ لَا احْتِيَاطَ بَعْدَ وُرُودِ النَّصِّ بِالْحَوْلَيْنِ مَعَ أَنَّ الْاِحْتِيَاطَ هُوَ الْعَمَلُ بِأَقْوَى الدَّلِيلَيْنِ وَأَقْوَاهُمَا دَلِيلًا قَوْلِهِمَا .

''اس میں اشارہ ہے کہ یہ حکم احتیاط پر مبنی ہے، نص سے ثابت بات نہیں۔ معلوم شد کہ دو سال کی نص وارد ہو جانے کے بعد احتیاط کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ نیز یہ کہ دو دلیلوں میں سے زیادہ قوی دلیل پر عمل کرنا ہی احتیاط ہوتی ہے اور دلیل کے اعتبار سے (امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں) ان دونوں (ابو یوسف و محمد بن حسن) کا (دو سال ہی مدت رضاعت والا) قول زیادہ قوی ہے۔''

(التّعليق المُمَجّد، ص 278)

علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو بے دلیل قرار دیا ہے، نیز یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف مذہب میں احتیاط کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔ احتیاط تو دلیل شرعی کا نام ہے۔

شبہات کا ازالہ:

شبہ نمبر ① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾

(البقرة : ٢٣٣)

''اگر والدین باہم رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑوانے کا ارادہ کریں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔''

اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ فَإِنْ کی ''فا'' تعقیب کے لیے ہے، جو دلیل ہے کہ دودھ دو سال کے بعد چھڑایا جائے گا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدت رضاعت دو سال کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت مدت رضاعت کی حد بتانے کے لیے نہیں، بلکہ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ باپ کے ذمہ دودھ پلانے والی مطلقہ بیوی کا خرچ دو سال کے دائرہ میں لازم ہے، اس سے زائد میں نہیں۔

ازالہ: یہ محض ایک شبہ ہے جو کہ فرمانِ باری تعالیٰ : ﴿لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة : ٢٣٣) ''جو رضاعت مکمل کرنا چاہے، وہ دو سال دودھ پلائے۔'' کے خلاف ہے۔ نیز یہ شبہ فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ قول کے بھی خلاف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اہل علم میں سے کوئی بھی اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ ثابت نہیں کرتا کہ دو سال کے بعد بھی مدت رضاعت باقی رہتی ہے، بلکہ ائمہ وعلمائے کرام کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔

❁ علامہ عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ (١٣٠٤ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ عَارِفٍ بِأَسَالِيبِ الْكَلَامِ الْإِلٰهِيِّ يَعْلَمُ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْفِصَالَ

فِي الْحَوْلَيْنِ، لَا بَعْدَهٗ ....

''کلامِ الٰہی کے اسالیب کو جاننے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں مراد دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانا ہے، نہ کہ اس کے بعد......۔''

(عُمدة الرّعاية في شرح الوقاية : 206/3)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) نے اس پر یہ اعتراض اُٹھایا ہے:

قَدْ يُقَالُ : كَوْنُ الدَّلِيلِ دَلَّ عَلٰى بَقَاءِ مُدَّةِ الرَّضَاعِ الْمُحَرِّمِ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ .

''بسا اوقات (اس تاویل پر) یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ پھر دو سال کے بعد مدتِ رضاعت، جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے باقی رہنے پر کیا دلیل ہے؟''

(فتح القدير : 395/7)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اگر آیتِ کریمہ میں دو سال سے اوپر بھی مدت رضاعت ہونے پر دلیل موجود ہے، تو پھر دو سال کے بعد صرف چھ ماہ کی مدت مقرر کرنے پر کیا دلیل ہے؟

❁ نیز اس آیتِ کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهٖ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ .

''اس سے مراد دو سال مکمل ہونے سے پہلے (پہلے دودھ پلانا) ہے۔''

(فتح القدير : 396/5)

❀ سفیان ثوری رحمہ اللہ (۱۶۱ھ) فرمانِ الٰہی : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں:

اَلتَّمَامُ : الْحَوْلَانِ، قَالَ : فَإِذَا أَرَادَ الْأَبُ أَنْ يَفْطِمَهٗ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ وَلَمْ تَرْضَ الْمَرْأَةُ فَلَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ ....

''کامل مدت رضاعت دو سال ہے، جب باپ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانے کا ارادہ کرے اور عورت راضی نہ ہو، تو مرد کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔''

(تفسير الطّبري : 203/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:**

أَوْلَى التَّأْوِيلَيْنِ بِالصَّوَابِ، تَأْوِيلُ مَنْ قَالَ : فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا فِي الْحَوْلَيْنِ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ، لِأَنَّ تَمَامَ الْحَوْلَيْنِ غَايَةٌ لِتَمَامِ الرَّضَاعِ وَانْقِضَائِهٖ، وَلَا تُشَاوَرَ بَعْدَ انْقِضَائِهٖ؛ وَإِنَّمَا التَّشَاوُرُ وَالتَّرَاضِي قَبْلَ انْقِضَاءِ نِهَايَتِهٖ .

''دونوں تفسیروں میں سے صحیح ترین تفسیر یہ ہے کہ اگر والدین باہم رضامندی اور مشورے سے دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑائیں (تو کوئی حرج نہیں)، کیونکہ دو سال مکمل ہونے کے بعد مدت رضاعت مکمل ہو جائے گی۔ مدت کے مکمل ہونے کے بعد مشورہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ مشورہ اور باہم رضامندی تو اس مدت کی تکمیل سے پہلے پہلے ہے۔'' (تفسير الطّبري : 239/4)

❁ **علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:**

إِنَّ مَا هُوَ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ بِدَلِيلِ تَقْيِيدِهٖ بِالتَّرَاضِي وَالتَّشَاوُرِ، وَبَعْدَهُمَا لَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِمَا .

''یہ (مدت رضاعت) دوسال سے پہلے پہلے ہے، دلیل یہ ہے کہ اسے باہم رضامندی اور آپس میں مشورہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ دوسال کے بعد تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔'' (فتاویٰ شامی:211/3)

۞ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی اگر ماں باپ کسی مصلحت کی وجہ سے دوسال کے اندر ہی بچہ کی مصلحت کا لحاظ کر کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں، تو اس میں گناہ نہیں۔'' (تفسیر عثمانی، ص47)

۞ علامہ تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ تراضی اور تشاور، حولین (دوسال) کے اندر اندر ہے۔ حولین (دوسال) کے بعد اس کی حاجت ہی نہیں، بلکہ دودھ پلانا متعین ہے۔''

(درس ترمذی:450/3)

طلاق شدہ بیوی کے دودھ پلانے کی اجرت کو دوسال کے ساتھ خاص کرنا بلا دلیل ہے۔ اگر کوئی دوسال کے بعد بھی بچے کو دودھ پلانا چاہتا ہے، تو کیا وہ دوسال کے بعد دودھ پلانے پر اجرت نہیں دے سکتا؟ یقیناً دے سکتا ہے، اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔

کیا مطلقہ کا دودھ دوسال کے بعد حرام ہو جاتا ہے؟ اس لیے وہ دوسال کے بعد نہیں پلا سکتی؟ جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

شبہ نمبر ② چھ ماہ اس لیے بڑھائے جاتے ہیں تا کہ بچے کو آہستہ آہستہ دودھ کے علاوہ دوسری غذا کا عادی بنایا جا سکے، کیونکہ دودھ چھڑانے کے فوراً بعد دوسری غذا کھلانا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

ازالہ:

❁ **علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) اس کے جواب میں فرماتے ہیں:**

لَا يَقْوٰى، لِأَنَّ الطِّفْلَ يَأْلِفُ الطَّعَامَ قَبْلَ الْعَامَيْنِ، فَإِنَّ عَامَّةَ الْأَطْفَالِ يَطْعَمُونَ مَعَ الرَّضَاعِ، فَمَا تَنْقَضِي السَّنَتَانِ إِلَّا وَقَدْ أَلِفَ الطِّفْلُ الطَّعَامَ، وَخِلَافُ هٰذَا نَادِرٌ.

''یہ بات پائیدار نہیں، کیونکہ بچہ دو سال سے پہلے ہی کھانے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے، اکثر بچے رضاعت کے ساتھ ساتھ ہی کھانا شروع کر دیتے ہیں، دو سال پورے نہیں ہوتے کہ بچہ کھانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس کے خلاف بہت کم ہی ہوتا ہے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 1277/3)

❁ **علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:**

مَا ذُكِرَ فِي وَجْهِ زِيَادَتِهَا لَا يُفِيدُ سِوٰى أَنَّهُ إِذَا أُرِيدَ الْفِطَامُ يَحْتَاجُ إِلَيْهَا لِيُعَوَّدَ فِيهَا غَيْرَ اللَّبَنِ قَلِيلًا قَلِيلًا لِتَعَذُّرِ نَقْلِهِ دَفْعَةً، فَأَمَّا أَنَّهُ يَجِبُ ذٰلِكَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ وَيَكُونُ مِنْ تَمَامِ مُدَّةِ التَّحْرِيمِ شَرْعًا فَلَيْسَ بِلَازِمٍ مِمَّا ذُكِرَ مِنَ الْأَدِلَّةِ، وَلَا شَكَّ أَنَّ الشَّرْعَ لَمْ يُحَرِّمْ إِطْعَامَهُ غَيْرَ اللَّبَنِ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ لِيَلْزَمَ زِيَادَةُ مُدَّةِ التَّعَوُّدِ عَلَيْهِمَا، فَجَازَ أَنْ يُعَوَّدَ مَعَ اللَّبَنِ غَيْرَهُ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ بِحَيْثُ تَكُونُ الْعَادَةُ قَدِ اسْتَقَرَّتْ مَعَ انْقِضَائِهِمَا فَيُفْطَمُ عِنْدَهُ

عَنِ اللَّبَنِ بِمَرَّةٍ فَلَيْسَتْ الزِّيَادَةُ بِلَازِمَةٍ فِي الْعَادَةِ وَلَا فِي الشَّرْعِ، فَكَانَ الْأَصَحُّ قَوْلَهُمَا وَهُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِيِّ.

''مدت رضاعت کی زیادت کی جو توجیہ ذکر کی گئی ہے، اس کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب دودھ چھڑانے کا ارادہ کیا جائے، تو اس کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ بچہ اس زائد مدت میں دودھ کے علاوہ دوسری غذا کا عادی بن جائے، کیونکہ یک بارگی دودھ سے غذا کی طرف منتقل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ رہا یہ نظریہ کہ رضاعت کے دو سال کے بعد چھ ماہ مزید دودھ پلانا ضروری ہے، تو یہ بالکل صحیح نہیں۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ شریعت نے دو سال پورے ہونے سے پہلے بچے کو کھانا کھلانا حرام قرار نہیں دیا کہ اس سے عادت بنانے کے لیے مدت بڑھانی پڑے۔ عین ممکن ہے کہ بچے کو دو سال میں دودھ کے ساتھ ساتھ ہی غذا کا اس طرح عادی بنا دیا جائے کہ دو سال پورے ہوتے ہی اس کی کھانے کی عادت پختہ ہو جائے، چنانچہ ان (ابو یوسف و محمد) کا قول صحیح ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔'' (فتح القدير : 444/3)

یہ کام مدت رضاعت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔ شریعت نے مدت رضاعت کے اندر دوسری غذا کا عادی بنانے سے منع نہیں کیا۔

۞ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَاعِدَةُ الرَّضَاعِ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ قَالَ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾، فَهٰذِهٖ أَقْصٰى مُدَّةِ الرَّضَاعِ الْمُحْتَاجِ إِلَيْهِ عَادَةً، الْمُعْتَبَرِ شَرْعًا، فَمَا

زَادَ عَلَيْهِ بِمُدَّةٍ مُؤَثِّرَةٍ غَيْرِ مُحْتَاجٍ إِلَيْهِ عَادَةً، فَلَا يُعْتَبَرُ شَرْعًا؛ لِأَنَّهُ نَادِرٌ، وَالنَّادِرُ لَا يُحْكَمُ لَهُ بِحُكْمِ الْمُعْتَادِ.

''رضاعت کا قانون: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ یہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے، جس کی عموما ضرورت ہوتی ہے اور جو شرعی طور پر (حرمت میں) معتبر ہوتی ہے۔ جو مؤثر اور عموماً غیر ضروری مدت اس سے زائد ہو، وہ شرعی طور پر معتبر نہیں، کیونکہ ایسا ہونا نادر ہے اور نادر پر عادت کا حکم نہیں لگایا جاتا۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 4/188)

دلیل نمبر ②: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥)

''اس (بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں حمل کی کم از کم مدت اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان ہوئی ہے۔ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، یوں یہ پورے تیس ماہ بن جاتے ہیں۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے یہی مسئلہ ثابت کیا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْتِنْبَاطٌ قَوِيٌّ صَحِيحٌ.

''یہ استنباط واستدلال قوی اور صحیح ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 568/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنِّي لَصَاحِبُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أُتِيَ بِهَا عُمَرَ وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِعُمَرَ : لِمَ تَظْلِمُ؟ فَقَالَ : كَيْفَ، قَالَ : قُلْتُ لَهُ : اقْرَأْ : ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) وَقَالَ : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) كَمِ الْحَوْلُ؟ قَالَ : سَنَةٌ، قَالَ : قُلْتُ : كَمِ السَّنَةُ؟ قَالَ : اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، قَالَ : قُلْتُ : فَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ شَهْرًا، حَوْلَانِ كَامِلَانِ وَيُؤَخَّرُ مِنَ الْحَمْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَيُقَدَّمُ فَاسْتَرَاحَ عُمَرُ إِلٰى قَوْلِي .

''ایک عورت نے (خاوند کی ہم بستری کے) چھ ماہ کے بعد بچہ جن لیا اسے (زنا کے شبہ میں) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، لوگوں نے اس بات کا انکار کیا تھا کہ چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں، میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ کیوں ظلم کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیسے؟ میں نے کہا: آپ یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھ لیں: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف : ١٥) ''حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة : ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں،

یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' عرض کیا: حول کتنا ہوتا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال۔ عرض کیا: ایک سال کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا: بارہ ماہ۔ عرض کیا: چوبیس ماہ پورے دو سال بنتے ہیں، (اس میں چھ شامل کریں تو پورے تیس ہو جاتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ حمل کی مدت کو جتنا چاہے لمبا کرتا ہے اور جتنا چاہے کم کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میری بات پر مطمئن ہو گئے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق: 352/7، ح: 13449، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرمایا:

إِنَّهٗ رُفِعَ إِلَيَّ امْرَأَةٌ وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ حِينِ دَخَلَ عَلَيْهَا زَوْجُهَا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة: ٢٣٣) وَفِي آيَةٍ أُخْرٰى: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾(الأحقاف: ١٥) فَإِذَا تَمَّتِ الرَّضَاعَ كَانَ حَمْلُهَا سِتَّةَ أَشْهُرٍ قَالَ: فَنَجَتْ.

''میرے پاس ایک خاتون کا مسئلہ لایا گیا، جس نے اپنے خاوند کی ہم بستری سے چھ ماہ بعد ہی بچہ جنم دیا تھا۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(البقرة: ٢٣٣) ''مائیں اپنی اولاد کو دو

سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں (ورنہ والدین رضامندی سے بچے کی رضاعت کو کم کر سکتے ہیں)۔'' دوسری آیت میں ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) ''اس (بچے) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی (کل) مدت تیس ماہ ہے۔'' جب رضاعت (چوبیس ماہ) مکمل ہو جائے، تو (تیس ماہ میں سے) حمل چھ ماہ ہی رہ جاتا ہے۔ اس سے وہ عورت (رجم سے) بچ گئی۔''

(التّوحید لابن مندۃ : 101، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فقاہت کا تذکرہ فرمایا۔ کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو گیا ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَا قَالَهُ عَلِيٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِي هٰذَا الْبَابِ فِي أَقَلِّ الْحَمْلِ وَهُوَ أَصْلٌ وَإِجْمَاعٌ.

''حمل کی کم سے کم مدت کے بارے میں جو مذہب سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے، میرے علم کے مطابق اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع اس کی دلیل ہیں۔''

(الاستذکار : 493/7)

شبہات کا ازالہ:

شبہ نمبر ① علامہ سرخسی اور صاحب الہدایہ علامہ مرغینانی نے اس آیت سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر یوں استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر کر کے ان کی مدت بیان کی ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت اڑھائی سال اور مدت رضاعت بھی اڑھائی سال، یعنی ہر ایک کے لیے تیس ماہ کی مدت ہوئی کَالْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّيْنَيْنِ لیکن حمل کی مدت میں کم لانے والی دلیل قائم ہوگئی ہے، لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال اور دودھ چھڑانے کی مدت اڑھائی سال ہوئی۔

(المَبسوط : 136/5، الهِداية :223/1)

ازالہ: ① علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

مَا أَجَابَ بِهِ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ هٰهُنَا، فَهُوَ رَكِيكٌ جِدًّا .

''صاحب ہدایہ نے یہاں جو جواب دیا ہے، وہ نہایت ہی کمزور ہے۔''

(فيض الباري : 278/4)

② نیز کہتے ہیں:

رَدَّ ابْنُ الْهُمَامِ مَا قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ، ثُمَّ اخْتَارَ مَذْهَبَ الصَّاحِبَيْنِ .

''علامہ ابن ہمام حنفی نے صاحب ہدایہ کی بات کا ردّ کیا ہے، پھر صاحبین (ابو یوسف و محمد) کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔''

(العَرف الشّذي : 496/2)

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا تَأْوِيلٌ غَرِيبٌ . ''یہ بڑی عجیب تاویل ہے۔''

(فتح الباري : 146/9)

شبہ نمبر ② صاحب ہدایہ نے مدت حمل میں کمی کے متعلق جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا تَزِيدُ الْمَرْأَةُ فِي الْحَمْلِ عَلٰى سَنَتَيْنِ قَدْرَ مَا يَتَحَوَّلُ ظِلُّ عُودِ الْمِغْزَلِ.

''عورت حمل میں دو سال سے اتنی مقدار بھی نہیں بڑھتی، جتنا تکلے کا سایہ بدلتا ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 322/3، السّنن الكبرىٰ للبَيهقي : 443/7، نصب الرّاية للزّيلعي : 265/3)

ازالہ: اس کی سند ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سنن دارقطنی (۳۸۲۲) والی سند ولید بن مسلم کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ، وَكَيْفَ يَصِحُّ دَعْوٰى تَنْقِيصِ الْمِقْدَارِ الَّذِي دَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ؟

''یہ روایت ثابت نہیں، تو جس مقدار پر آیت کریمہ نے دلالت کی ہے، اس کو کم کرنے کا دعویٰ کیسے صحیح ہوگا؟''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 1274/3)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

قَدْ رَجَعَ إِلَى الْحَقِّ فِي بَابِ ثُبُوتِ النَّسَبِ مِنْ أَنَّ الثَّلَاثِينَ لَهُمَا لِلْحَمْلِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ وَالْعَامَانِ لِلْفِصَالِ.

''نسب کے ثبوت کے باب میں صاحبِ ہدایہ حق بات کی طرف لوٹ آئے ہیں (اور کہا ہے) کہ تیس ماہ دونوں کے لیے ہیں، یعنی چھ ماہ حمل کے لیے اور دو سال دودھ چھڑانے کے لیے (نہ کہ ہر ایک کے لیے تیس ماہ ہیں)۔''

(فتاویٰ شامی : 211/3)

جن الفاظ سے ایک جگہ زیادہ سے زیادہ مدتِ حمل ثابت کی گئی، انہی سے دوسری جگہ کم از کم مدت حمل بھی ثابت کی گئی ہے۔ یہ عجیب تضاد ہے۔

شبہ نمبر③ کَالْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّينَيْنِ کی صورت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کوئی قرض دینے والا کہے کہ میں نے فلاں اور فلاں کو دو سال کے لیے قرض دیا ہے۔ اس سے سمجھا جائے گا کہ ہر ایک کے لیے دو سال کی مدت مقرر کی گئی ہے۔ کسی کی مدت دو سال سے کم نہیں، اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥) سے ہر ایک کے لیے اڑھائی سال کی مدت بیان ہوئی ہے اور حمل کی مدت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کی وجہ سے دو سال قرار پائے گی۔

ازالہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی سند ضعیف ہے، لہٰذا اس سے حمل کی مدت میں کمی کر کے دو سال مدت حمل قرار دینا درست نہیں، لہٰذا کَالْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّينَيْنِ والی بات ہی ختم ہوئی۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي التَّنْظِيرِ بِالْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّيْنَيْنِ نَظَرٌ، فَإِنَّ الْأَجَلَ الْمَضْرُوبَ لِلدَّيْنَيْنِ غَيْرُ الْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِأَمْرَيْنِ يَكُونُ أَحَدُهُمَا بَعْدَ

الْآخَرِ، وَإِنَّمَا نَظِيرُهُ أَنْ لَوْ قِيلَ : زَمَنُ الصِّبَا وَالشُّبُوبِيَّةُ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يَدْخُلُ زَمَنَ الْكُهُولَةِ، وَمِثْلُهُ يَكُونُ التَّقْدِيرُ لَهُمَا، لَا لِكُلٍّ مِّنْهُمَا، وَقَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف : ١٥)، قَدِ اسْتُدِلَّ بِهِ عَلٰى أَنَّ أَقَلَّ مُدَّةِ الْحَمْلِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : ﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾، فَيَبْقٰى لِلْحَمْلِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ، فَلَمْ يَكُنْ هٰذَا نَظِيرُ الْأَجَلِ الْمَضْرُوبِ لِلدَّيْنَيْنِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ مِمَّنْ يُّوَافِقُ عَلٰى تَقْدِيرِ أَقَلِّ مُدَّةِ الْحَمْلِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، وَأَخَذَ التَّقْدِيرَ مِنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ، فَظَهَرَتْ قُوَّةُ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَلَا يُقَاوِمُ هٰذَا الْمَعْنَى الضَّعِيفَ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾(البقرة : ٢٣٣) وَمَاذَا بَعْدَ التَّمَامِ؟.

'' أَجَلُ الْمَضْرُوبِ لِلدَّيْنَيْنِ کی مثال (حمل اور دودھ چھڑانے کے ساتھ دینے) میں اعتراض ہے، کیونکہ قرض اور ان دو معاملوں (حمل اور رضاعت) کی مدت مختلف ہے۔ جن میں ایک (رضاعت) اور دوسری (حمل) کے بعد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کہا جائے: بچپن اور جوانی کا زمانہ تیس سال ہے، پھر ادھیڑ عمری کا زمانہ داخل ہو جاتا ہے۔ اس جیسی مثال میں بیان کی گئی مدت دونوں کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ دونوں میں سے ہر ایک

کے لیے اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الأحقاف: ١٥) ''حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔'' سے استدلال کیا گیا ہے کہ کم از کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَفِصَالُهٗ فِي عَامَيْنِ﴾ (لقمان: ١٤) چنانچہ حمل کے لیے چھ ماہ باقی رہ گئے، لہٰذا یہ أَجَلُ الْمَضْرُوبِ لِلدَّينَيْنِ کی مثال نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ مقرر سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہ مدت انہی دو آیات سے اخذ کی ہے، لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول (زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت دو سال) کا راجح ہونا واضح ہو گیا ہے۔

(امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے کی گئی) یہ کمزور توجیہ وتاویل فرمانِ باری تعالیٰ کا مقابلہ نہیں کرسکتی: ﴿وَفِصَالُهٗ فِي عَامَيْنِ﴾ (لقمان: ١٤) ''بچے کو دودھ چھڑانے کا عرصہ دو سال ہے۔'' نیز فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرة: ٢٣٣) ''مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ ان کے لیے ہے، جو رضاعت کو مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' (مدت رضاعت) مکمل ہو جانے کے بعد بھلا کیا رہ جاتا ہے؟''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية: 3/1275-1276)

شبہ نمبر④ بعض حضرات نے ﴿وَحَمْلُهٗ﴾ کا مطلب ''گود میں اُٹھانا'' بیان کیا ہے۔

ازالہ: یہ فہم سلف کے ساتھ سنگین مذاق ہے، نیز قرآنِ کریم اور اجماعِ صحابہ کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر ③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَفِصَالُهٗ فِي عَامَيْنِ﴾(لقمان : ١٤)

''بچے کو دودھ چھڑانے کا عرصہ دو سال ہے۔''

یہ آیت کریمہ نص ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔

❁ علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں، ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔'' (تفسیر عثمانی، ص548)

ہم پوچھتے ہیں کہ ''کوئی اور دلیل'' کہاں ہے؟ حقیقت میں بات وہی ہے، جو علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے ذکر کر دی ہے:

لَيْسَ أَمْرًا ثَابِتًا بِالنَّصِّ .

''اڑھائی سال کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا قول کسی نص سے ثابت نہیں ہے۔''

بلکہ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید نے کامل مدت رضاعت دو سال بیان کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے دو شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب بھی یہی ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ نیز فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے۔

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (٨٦١ھ) نے لکھا ہے:

لَا يَخْفٰى قُوَّةُ دَلِيلِهِمَا ....

''امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی دلیل کا قوی ہونا مخفی نہیں ہے۔''

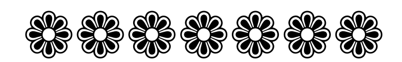
(البحر الرّائق: 239/3)

آخر میں علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ کا فیصلہ کن قول ملاحظہ ہو:

بِالْجُمْلَةِ فَكُلُّ مَا اسْتَدَلُّوا لِإِثْبَاتِ مَذْهَبِهٖ بَاطِلٌ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے ثبوت پر حنفی فقہا نے جو استدلالات کیے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔''

(عُمدة الرّعاية في شرح الوِقاية: 206/3)



رد بدعت میں علمائے احناف کا کلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن وحدیث کو اتارا ہے۔ یہی دین ہے، اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ دین میں نت نئے کام جاری کرنا مذموم ہے۔ ذیل میں چند اعمال کی نشاندہی کی گئی ہے، جنہیں علمائے احناف نے اپنی کتابوں میں بدعت قرار دیا ہے۔

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْكَ بِالْكِتَابِ، وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، وَبِالْاِجْتِنَابِ عَنْ طَرِيقِ أَرْبَابِ الْهَوٰى، وَأَصْحَابِ الْبِدْعَةِ، لِتَكُونَ مِنَ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ السَّالِكَةِ طَرِيقَ الْمُتَابَعَةِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِقَامَةِ.

''کتاب وسنت اور اجماع امت کو لازم پکڑیں، خواہش پرستوں اور اہل بدعت کے راستہ سے مجتنب رہیں، آپ فرقہ ناجیہ میں شامل ہو جائیں گے، جو استقامت کے ساتھ اتباع کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔''

(مِرقاة المَفاتيح :11/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

(الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ) أَيِ الْقُرْآنِ، وَسَائِرِ كُتُبِهٖ؛ بِأَنْ يُدْخِلَ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ، أَوْ يُؤَوِّلَهٗ بِمَا يَأْبَاهُ اللَّفْظُ، وَيُخَالِفَ الْحُكْمَ كَمَا فَعَلَتِ الْيَهُودُ، وَالزِّيَادَةُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فِي نَظْمِهٖ وَحُكْمِهٖ

كُفْرٌ، وَتَأْوِيلُهُ بِمَا يُخَالِفُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ بِدْعَةٌ .

''(فرمان نبوی:)''کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا'' کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب ہیں، کہ اس میں وہ کچھ شامل کر دیا جائے، جو اس کا حصہ نہیں، یا اس کے الفاظ کا وہ معنی کر دیا جائے، جس کا تقاضا الفاظ قرآن نہیں کرتے اور (وہ معنی کتاب اللہ کے) حکم کے برعکس ہو، جیسا کہ یہود نے کیا تھا۔ کتاب اللہ کے الفاظ اور احکام میں زیادتی کفر ہے اور اس کی ایسی تاویل کرنا، جو کتاب وسنت (کی نصوص) کے خلاف ہو، تو بدعت ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح :183/1)

❁ مزید فرماتے ہیں:

فِيهِ إِشْعَارٌ بِأَنَّ أَهْلَ الْبِدْعَةِ لَيْسُوا مِنَ الْمُتَّقِينَ؛ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾(المائدة : 27)، وَأَنَّهُ لَا يُحِبُّهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ .

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت متقی نہیں ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''اللہ تعالیٰ صرف اہل تقویٰ کے اعمال قبول کرتا ہے۔''نیز (یہ بھی اشارہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اہل بدعت سے محبت نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو محبوب رکھتا ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح :189/1)

① جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر:

❁ علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

يُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ يَعْنِي مَعَ الْجَنَازَةِ، لِأَنَّهٗ بِدْعَةٌ مُحْدَثَةٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے اور (اسے) نبی کریم ﷺ کے بعد جاری کیا گیا۔''

(منحة السّلوك، ص 213)

❁ علامہ شرنبلالی حنفی (۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

يُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْقُرْآنِ، وَعَلَيْهِمُ الصَّمَتُ وَقَوْلُهُمْ: كُلُّ حَيٍّ سَيَمُوتُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ خَلْفَ الْجَنَازَةِ بِدْعَةٌ.

''(جنازہ کے ساتھ) بآواز بلند ذکر یا قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، لوگوں کو خاموش رہنا چاہیے۔ جنازہ کے پیچھے لوگوں کا ''عنقریب ہر زندہ بھی فوت ہو جائے گا'' یا اس جیسے الفاظ کہنا بدعت ہے۔''

(مَراقي الفلاح، ص 224)

② تکبیر تحریمہ کے وقت سر جھکانا:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

أَنْ لَّا يُطَأْطِئَ رَأْسَهٗ عِنْدَ التَّكْبِيرِ، فَإِنَّهٗ بِدْعَةٌ.

''تکبیر تحریمہ کے وقت سر کو نہ جھکائے، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''

(الدر المختار للحصكفي، 65، البحر الرائق لابن نجيم: 320/1)

③ زبان سے نیت کرنا:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

ظَاهِرُ مَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ اخْتِيَارُ أَنَّهٗ بِدْعَةٌ فَإِنَّهٗ قَالَ : قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ : لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ وَّلَا ضَعِيفٍ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ أُصَلِّي كَذَا وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بَلِ الْمَنْقُولُ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ .

''فتح القدیر میں اس کے بدعت ہونے کو ہی بہتر سمجھا گیا ہے، کیونکہ ابن ہمام نے کہا ہے: بعض حفاظ کا کہنا ہے: رسول اللہ ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں کہ آپ نے نماز شروع کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ میں فلاں نماز ادا کرتا ہوں۔ نہ کسی صحابی یا تابعی سے ثابت ہے، بلکہ منقول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے۔ (لہٰذا) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔''

(البحر الرّائق لابن نجيم :293/1)

❁ علامہ حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) اور علامہ شرنبلالی (۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ عَنِ الْمُصْطَفٰى وَلَا الصَّحَابَةِ وَلَا التَّابِعِينَ .

''زبان سے نیت کرنا نبی کریم ﷺ، صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں ہے۔''

(الدر المختار، ص 59، مراقي الفلاح، ص 84)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ التَّلَفُّظَ بِاللِّسَانِ بِالنِّيَّةِ بِدْعَةٌ مُطْلَقًا فِي جَمِيعِ

الْعِبَادَاتِ .

''حاصل تحقیق یہ کہ تمام عبادات میں زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔''

(البحر الرائق : 346/2)

④ خاص ترنم کے ساتھ آذان کہنا:

❁ علامہ ابوالفضل، عبداللہ بن محمود حنفی (٦٨٣ھ) فرماتے ہیں:

يُكْرَهُ التَّلْحِينُ فِي الْأَذَانِ لِأَنَّهٗ بِدْعَةٌ .

''خاص ترنم کے ساتھ اذان کہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''

(الإختيار لتعليل المختار :44/1)

⑤ پہلے دن دونوں جمرات کو کنکریاں مارنا:

❁ علامہ ابن عابدین (١٢٥٢ھ) نقل کرتے ہیں:

...... يُكْرَهُ رَمْيُ الْجَمْرَتَيْنِ كَذٰلِكَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ بِالطَّرِيقِ الْأَوْلٰى؛ لِأَنَّهٗ بِدْعَةٌ وَلَمْ يَفْعَلْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَرُبَّمَا اتَّخَذَهَا الْجُهَّالُ نُسُكًا .

''......اسی طرح اس (پہلے) دن دونوں جمرات کو کنکریاں مارنا بالاولیٰ مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے، نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں کیا، بعض جہلا نے اسے حج کا رکن سمجھ لیا ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 482/2، منحة الخالق : 370/2)

⑥ صلاۃ الرغائب:

❁ علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ هُنَا يُعْلَمُ كَرَاهَةُ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰى صَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي تُفْعَلُ فِي رَجَبٍ فِي أُولٰى جُمُعَةٍ مِّنْهُ وَأَنَّهَا بِدْعَةٌ .

''اس سے معلوم ہوا کہ رجب کے پہلے جمعہ کو صلاۃ رغائب کے لیے جمع ہونا مکروہ ہے، یہ بدعت ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 26/2)

⑦ دوام کے ساتھ نوافل کی جماعت:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

إِنْ كَانَ مَعَ الْمُوَاظَبَةِ كَانَ بِدْعَةً فَيُكْرَهُ .

''دوام کے ساتھ نوافل کی جماعت کرانا بدعت ہے، لہٰذا مکروہ ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 49/2)

⑧ غیر رمضان میں وتروں کی جماعت کا اہتمام:

❁ علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ الْجَمَاعَةَ فِيهِ غَيْرُ مُسْتَحَبَّةٍ، ثُمَّ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ أَحْيَانًا كَمَا فَعَلَ عُمَرُ كَانَ مُبَاحًا غَيْرَ مَكْرُوهٍ، وَإِنْ كَانَ عَلٰى سَبِيلِ الْمُوَاظَبَةِ كَانَ بِدْعَةً مَّكْرُوهَةً لِأَنَّهٗ خِلَافُ الْمُتَوَارِثِ .

''درست بات یہ ہے کہ (رمضان کے علاوہ، دوام واہتمام کے ساتھ) وتر کی جماعت کرانا غیر مستحب ہے۔ ہاں اگر کبھی کبھار ہو جائے، جیسا کہ سیدنا عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، تو جائز ہے، مکروہ نہیں۔ اس میں دوام اختیار کیا جائے، تو مکروہ بدعت ہے، کیونکہ یہ (مسلمانوں کے) موروثی عمل کے مخالف ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 48/2، حاشية الطّحطاوي، ص 253)

⑨ اعضائے وضو تین سے زیادہ مرتبہ دھونا:

❁ علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

لَوْ زَادَ عَلَى الثَّلَاثِ فَهُوَ بِدْعَةٌ .

''(وضو کے اعضا کو) تین سے زائد بار دھونا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 119/1)

⑩ قبر پر اذان:

❁ علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُسَنُّ الْأَذَانُ عِنْدَ إِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاوِيهِ بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ .

''میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مسنون نہیں، جیسا کہ اب رائج ہو چکا ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ یہ بدعت ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 235/2)

⑪ سورت کافرون کی اجتماعی تلاوت:

❁ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قِرَاءَ ةُ الْكَافِرُونَ إِلَى الْآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوهَةٌ؛ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ

لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ، وَلَا عَنِ التَّابِعِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

''سورت کافرون کی اجتماعی قرأت مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:317/5)

⑫ ہوا خارج ہونے پر استنجا:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنَ الرِّيحِ .

''ہوا خارج ہونے پر استنجا کرنا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:50/1)

⑬ اقامت کے پہلے درود:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

مِنَ الْمَكْرُوهَاتِ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِقَامَةِ لِأَنَّهٗ بِدْعَةٌ .

''اقامت سے پہلے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''

(حاشية الطحطاوي، ص 200)

⑭ میت پر عرق گلاب چھڑکنا:

❁ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ الْحَاجِّ فِي الْمَدْخَلِ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُجْتَنَبَ مَا أَحْدَثَهُ بَعْضُهُمْ مِنْ أَنَّهُمْ يَأْتُونَ بِمَاءِ الْوَرْدِ فَيَجْعَلُونَهُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَمْ يُرْوَ عَنِ السَّلَفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ بِدْعَةٌ .

''علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب المدخل میں ذکر کیا ہے: بعض اہل بدعت قبر میں میت پر عرقِ گلاب چھڑکتے ہیں، جس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ سلف میں اس کا وجود نہیں ملتا اور جو عمل سلف سے منقول نہ ہو، بدعت ہوتا ہے۔''

(حاشية الطحطاوي، ص 608)

⑮ شب برأت کو چراغاں کرنا:

❀ فقہ حنفی میں ہے:

إِسْرَاجُ السُّرُجِ الْكَثِيرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ لَيْلَةَ الْبَرَاءَةِ بِدْعَةٌ .

''شب برأت کو گلیوں، بازاروں میں چراغاں کرنا بدعت ہے۔''

(البحر الرّائق : 232/5، مَجمع الضّمانات لغانم بن محمد البغدادي، ص 326)

⑯ وضو میں حلق کا مسح کرنا:

❀ فقہ حنفی میں ہے:

أَمَّا مَسْحُ الْحُلْقُومِ فَبِدْعَةٌ .

''(وضو میں) حلق (گلا) کا مسح کرنا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:8/1)

⑰ نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ:

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

تُكْرَهُ الْمُصَافَحَةُ بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ بِكُلِّ حَالٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّا صَافَحُوا بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ.

''نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا، نیز یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔''

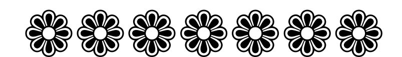
(فتاویٰ شامی:381/6)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ شَاعَ فِي عَصْرِنَا هٰذَا فِي أَكْثَرِ الْبِلَادِ، وَخُصُوصًا فِي بِلَادِ الدَّكَّنِ، الَّتِي هِيَ مَنْبَعُ الْبِدَعِ وَالْفِتَنِ، أَمْرَانِ يَنْبَغِي تَرْكُهُمَا؛ أَحَدُهُمَا أَنَّهُمْ لَا يُسَلِّمُونَ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَقْتَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، بَلْ يَدْخُلُونَ وَيُصَلُّونَ السُّنَّةَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ الْفَرْضَ، وَيُسَلِّمُونَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهُ، وَمِنْ تَوَابِعِهٖ، وَهٰذَا أَمْرٌ قَبِيحٌ، فَإِنَّ السَّلَامَ إِنَّمَا هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَ الْمُلَاقَاةِ، كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي الْأَخْبَارِ، لَا فِي أَثْنَاءِ الْمُجَالَسَةِ، وَثَانِيهِمَا أَنَّهُمْ يُصَافِحُونَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ، وَصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ، مَعَ أَنَّ مَشْرُوعِيَّةَ الْمُصَافَحَةِ أَيْضًا، إِنَّمَا هِيَ عِنْدَ أَوَّلِ الْمُلَاقَاةِ.

''ہمارے موجودہ زمانے میں اکثر علاقوں، خصوصاً دکن کے علاقوں، جو بدعتوں اور فتنوں کا گڑھ ہیں، میں دو کام رواج پا گئے ہیں، جن کو ترک کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام نہیں کہتے، بلکہ داخل ہو کر سنتیں ادا کرتے ہیں، پھر فرض ادا کرنے اور اذکار کرنے کے بعد ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ یہ ایک قبیح امر ہے، کیونکہ سلام کہنا تو ملاقات کے وقت سنت ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، نہ کہ مجلس کے دوران۔ دوسرے یہ کہ وہ نماز فجر وعصر، عیدین اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، حالانکہ مصافحہ بھی ملاقات کے شروع ہی میں سنت ہے۔''

(السّعاية في الكشف عمّا في شرح الوقاية، ص 264)



باب ثانی

علومِ حدیث

اس باب میں سند اور علم حدیث کی چند ضروری بحثیں ذکر کی جائیں گی۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع

اہل علم کا اجماع:

حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔اس پر اجماع ہے۔

❀ حافظ ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ (٦٣٣ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَلِيٍّ حَرْفًا قَطُّ .

''محدثین کا اجماع ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک حرف بھی نہیں سنا۔''

(أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين في رجب، ص 22)

❀ علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ (٧٦٣ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ : لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

''ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(أصول الفقه :282/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (٨٠٤ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : لَقِيَ عَلِيًّا، وَّلَمْ يَصِحَّ .

''کہا گیا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، جبکہ یہ ثابت نہیں ہے۔''

(التوضیح : 13/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَئِمَّةَ الْحَدِيثِ لَمْ يُثْبِتُوا لِلْحَسَنِ مِنْ عَلِيٍّ سَمَاعًا .

''ائمہ حدیث حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کرتے۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي، ص 527)

❁ نیز فرماتے ہیں:

رَأَى عَلِيًّا وَلَمْ يَثْبُتْ سَمَاعُهُ مِنْهُ .

''حسن بصری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، لیکن سماع ثابت نہیں۔''

(طَبَقات المُدَلِّسين، ص 29)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَمَا يَذْكُرُهُ بَعْضُهُمْ مِنْ أَنَّ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ لَبِسَ الْخِرْقَةَ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَاطِلٌ مَعَ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَلِيٍّ .

''بعض صوفیا کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حسن بصری کو چوغہ پہنایا۔ علما کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ باطل ہے، مزید یہ کہ حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔''

(المَصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص 474)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَوْنُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ لَبِسَهَا مِنْ عَلِيٍّ أَطْبَقَ الْمُحَدِّثُونَ عَلٰى

أَنَّهُ لَا أَصْلَ لَهُ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حسن بصری کو چوغہ پہنانے والی حدیث کے بے اصل ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(المَصنوع، ص 235)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ بَيْنَ عَلِيٍّ وَالْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ مَادَةُ الْاِجْتِمَاعِ مَعَ كَوْنِهِمَا فِي عَصْرٍ وَّاحِدٍ بِالْإِجْمَاعِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا (ایک جگہ) جمع ہونا ثابت نہیں، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک تھا۔''

(المَعْدَن العَدَنِيّ في فضل أويس القَرَني، ص 30)

اہل علم کے اقوال:

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَسُنُ لَمْ يَرَ عَلِيًّا إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَآهُ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ غُلَامٌ .

''حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا، ہاں ہو سکتا ہے کہ بچپن میں انہیں مدینہ میں دیکھا ہو۔''

(المَراسيل لابن أبي حاتم، ص 32، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

''حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، لیکن حدیث نہیں سنی۔''

(المراسيل لابن أبي حاتم، ص31، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

...... اَلْحَسَنُ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ، وَهُوَ مُرسَلٌ .

''حسن عن علی عن النبی روایت مرسل ہوتی ہے۔''

(العلل لابن أبي حاتم : 520/1، الرقم : 657)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنْهُ .

''ہمیں حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 1423)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيٍّ، لَمْ تَثْبُتْ، وَأَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ يَرَوْنَهَا مُرْسَلَةً .

''حسن بصری کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں۔ محدثین کرام اسے مرسل سمجھتے ہیں۔''

(معرفة السنن والآثار : 87/3)

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَلِيٍّ .

''حسن بصری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(التحقيق : 2819)

❁ حافظ مزی رحمہ اللہ (۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

رَأَى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَّطَلْحَةَ بْنَ عُبَيدِ اللّٰهِ، وَعَائِشَةَ، وَلَمْ يَصِحَّ لَهٗ سَمَاعٌ مِّنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ.

''حسن بصری نے علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، لیکن ان میں سے کسی سے سماع ثابت نہیں۔''

(تهذيب الكمال: 97/6)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰى بِالْإِرسَالِ عَنْ طَائِفَةٍ؛ كَعَلِيٍّ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمَا.

''حسن بصری نے کئی شخصیات سے ارسال کیا ہے، مثلاً سیدنا علی اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں سے سماع نہیں کیا۔''

(سير أعلام النّبلاء: 566/4)

❁ علامہ قدوری حنفی (۴۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا.

''حسن بصری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔''

(التجريد: 4794/9)

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی (۷۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ لَمْ يَصِحَّ لِقَاؤُهٗ لِعَلِيٍّ.

''حسن بصری رحمہ اللہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔''

(الجوهر النقي: 498/2)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ أَيْضًا لَمْ يَسْمَعْ عَلِيًّا .

''حسن بصری نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(الجوهر النقي : 286/4)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب ایک روایت کی شرح میں فرماتے ہیں:

...... يُرِيدُ أَنَّ الْحَسَنَ الْبَصَرِيَّ لَمْ يَلْقَ عَلِيًّا، فَمَا فِي الْحَدِيثِ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ : خَرَجْتُ بِسَلَاحِي، أَيْ يُرِيدُ نُصْرَةَ عَلِيٍّ، لَيْسَ بِصَحِيحٍ، فَإِنَّ الْبَصَرِيَّ لَمْ يُدْرِكْ زَمَنَ عَلِيٍّ حَتّٰى يَنْصُرَهُ .

''......امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی، لہٰذا جو حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں اسلحہ لے کر نکلا، یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نصرت میں۔ یہ درست نہ ہوا، کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہی نہیں پایا کہ ان کی نصرت کریں۔''

(فيض الباري : 463/6)

معارضین کے دلائل کا جائزہ:

الحسن عن علی والی روایات کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ حسن بصری مدلس ہیں اور مدلس کے لیے سماع کی تصریح ضروری ہوتی ہے۔

❁ مسند ابی یعلی کے حوالہ سے ہے:

...... سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ .

''حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔''

(الحاوي للفتاوي للسيوطي : 104/2)

① مسند ابی یعلی میں یہ روایت مذکور نہیں۔

② سَمِعْتُ عَلِيًّا کے الفاظ کسی راوی کا وہم یا ناسخ کی غلطی ہے، کیونکہ محدثین کا اجماع ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

روایات محدثین کی ہیں، وہ اپنی روایات کے احوال دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ راوی سماع کی تصریح کرے، تو محدثین کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے نہیں سنا، لہٰذا یہ روایت ہی مشکوک ہے۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْمَدِينَةِ ....

''میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حاضر تھا۔''

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي :2651)

سند ضعیف ہے۔ سعید بن ابی عروبہ مختلط اور مدلس ہیں۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

صَافَحْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ .

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا۔''

(الحاوي للفتاوى : 104/2)

حدیث مصافحہ جھوٹی مسلسلات میں سے ہے۔اس کی سند مجاہیل پر مشتمل ہے۔سند کے صحیح ہونے کے لیے بنیادی شرط راویوں کی توثیق ہے، جو کہ یہاں مفقود ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

عَامَّةُ الْمُسَلْسَلَاتِ وَاهِيَةٌ، وَأَكْثَرُهَا بَاطِلَةٌ، لِكِذْبِ رُوَاتِهَا .

''بیشتر مسلسلات ضعیف ہیں، اکثر باطل ہیں، کیونکہ ان کے راوی جھوٹے ہوتے ہیں۔''

(المُوقِظة، ص 44)

❀ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا وَّالزُّبَيْرَ الْتَزَمَا، وَرَأَيْتُ عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا الْتَزَمَا .

''میں نے سیدنا علی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما گلے ملتے دیکھا اور سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کو گلے ملتے دیکھا۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 18/4)

سند ضعیف ہے۔

① علی بن زید بن جدعان جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

② سلیمان بن سالم ابوداود کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس روایت پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

③ اس میں سماع کا کوئی ثبوت نہیں۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ سَمِعْتَنِي أَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، غَيْرَ أَنِّي فِي زَمَانٍ لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَذْكُرَ عَلِيًّا .

''جس حدیث میں بھی آپ مجھے سنیں کہ میں براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہا ہوں، تو وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ہوگی۔ اس دور میں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہیں کرسکتا۔''

(تهذيب الكمال للمزي : 124/6)

یہ اثر غیر ثابت ہے۔

① عطیہ بن محارب کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② ثمامہ بن عبید کون ہے؟

③ ابوحنیفہ محمد بن حنیفہ واسطی کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

''یہ قوی نہیں۔''

(سؤالات الحاكم : 219)

④ اس اثر میں سماع کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ حسن بصری مدلس ہیں۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ قَدْ أَدْرَكَ عَلِيًّا .

''حسن بصری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔''

(العلل الكبير للترمذي : 593/2)

① امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کا اثبات نہیں کیا، صرف ہم عصر ہونے کی خبر دی ہے۔ اس قول کی بنا پر آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ حسن بصری کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کو صحیح سمجھتے ہیں۔

② امام ترمذی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

لَا نَعْرِفُ لَهٗ سَمَاعًا مِنْهُ.

''ہمیں حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 1423)

❁ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''امام حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق محدثین تو فرماتے ہیں کہ ان کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے، مگر صوفیائے کرام سماع ثابت کرتے ہیں۔''

(تقریر ترمذی، ص311)

❁ دیوبندی مفتی، محمد یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

''مزے کی بات یہ ہے کہ حسن بصری جن کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے......''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم، حصہ دوم، ص146)

یہ بات بالکل بجا ہے کہ محدثین کرام حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں سمجھتے۔ صوفیا کا سماع ثابت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ حدیث اور علل حدیث کے شہسوار محدثین ہیں، نہ کہ صوفیا۔ لہٰذا محدثین کی بات ہی حق ہے۔

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن جابر عبدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّي عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ جَاءَتِ الصَّيْحَةُ مِنْ دَارِ عُثْمَانَ .

''سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اچانک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے چیخ کی آواز سنائی دی۔''

(التّاريخ الكبير : 60/5)

اس کی سند ضعیف ہے، حکام کا عبداللہ بن جابر عبدی سے سماع ممکن نہیں۔

یہاں حسن سے مراد سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ کیونکہ عبداللہ بن جابر عبدی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر :545/1)

آج تک کسی اہل علم نے اس اثر کو حسن بصری رحمہ اللہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سماع پر دلیل نہیں بنایا۔

صوفیا کے سلسلے:

صوفیا کے تمام سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صوفی چوغہ پہنایا تھا۔ یہ دنیا کی جھوٹی بات ہے، اس حوالے سے ایک جھوٹی روایت بھی گھڑی گئی ہے۔ یاد رہے کہ متصوفہ رافضیت کی کوکھ سے نکلے ہیں۔ آخر وہ کونسا زہد وتقوی تھا، جو انہوں نے حسن بصری کے واسطہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اخذ کرنے کا دعویٰ کر رکھا ہے؟

❁ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) نے اس حقیقت کو یوں آشکارہ کیا:

أَمَّا الْمُتَصَوِّفَةُ فَلَمْ يَكُنِ الْمُتَقَدِّمُونَ مِنْهُمْ يَخُوضُونَ فِي شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا وَإِنَّمَا كَانَ كَلَامُهُمْ فِي الْمُجَاهَدَةِ بِالْأَعْمَالِ وَمَا يَحْصُلُ عَنْهَا مِنْ نَتَائِجِ الْمَوَاجِدِ وَالْأَحْوَالِ وَكَانَ كَلَامُ الْإِمَامِيَّةِ وَالرَّافِضَةِ مِنَ الشِّيعَةِ فِي تَفْضِيلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْقَوْلِ بِإِمَامَتِهِ وَادِّعَاءِ الْوَصِيَّةِ لَهُ بِذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّبَرِّي مِنَ الشَّيْخَيْنِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ فِي مَذَاهِبِهِمْ ثُمَّ حَدَثَ فِيهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقَوْلُ بِالْإِمَامِ الْمَعْصُومِ وَكَثُرَتِ التَّآلِيفُ فِي مَذَاهِبِهِمْ، وَجَاءَ الْإِسْمَاعِيلِيَّةُ مِنْهُمْ يَدَّعُونَ أُلُوهِيَّةَ الْإِمَامِ بِنَوْعٍ مِّنَ الْحُلُولِ وَآخَرُونَ يَدَّعُونَ رَجْعَةَ مَنْ مَّاتَ مِنَ الْأَئِمَّةِ بِنَوْعِ التَّنَاسُخِ، وَآخَرُونَ مُنْتَظِرُونَ مَجِيءَ مَنْ يُقْطَعُ بِمَوْتِهِ مِنْهُمْ وَآخَرُونَ مُنْتَظِرُونَ عَوْدَ الْأَمْرِ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ مُسْتَدِلِّينَ عَلٰى ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْنَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ فِي الْمَهْدِيِّ وَغَيْرِهَا .ثُمَّ حَدَثَ أَيْضًا عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ الصُّوفِيَّةِ الْكَلَامُ فِي الْكَشْفِ وَفِيمَا وَرَاءَ الْحِسِّ وَظَهَرَ مِنْ كَثِيرٍ مِّنْهُمُ الْقَوْلُ عَلَى الْإِطْلَاقِ بِالْحُلُولِ وَالْوَحْدَةِ فَشَارَكُوا فِيهَا الْإِمَامِيَّةَ وَالرَّافِضَةَ لِقَوْلِهِمْ بِأُلُوهِيَّةِ الْأَئِمَّةِ وَحُلُولِ الْإِلٰهِ فِيهِمْ.

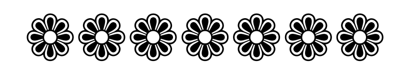
وَظَهَرَ مِنْهُمْ أَيْضًا الْقَوْلُ بِالْقُطْبِ وَالْإِبْدَالِ وَكَأَنَّهُ يُحَاكِي مَذْهَبَ

الرَّافِضَةِ فِي الْإِمَامِ وَالنُّقَبَاءِ .وَأُشْرِبُوا أَقْوَالَ الشِّيعَةِ وَتَوَغَّلُوا فِي الدِّيَانَةِ بِمَذَاهِبِهِمْ، حَتّٰى جَعَلُوا مُسْتَنَدَ طَرِيقِهِمْ فِي لُبْسِ الْخِرْقَةِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَلْبَسَهَا الْحَسَنَ الْبَصَرِيَّ وَأَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ بِالْتِزَامِ الطَّرِيقَةِ .وَاتَّصَلَ ذٰلِكَ عَنْهُمْ بِالْجُنِيدِ مِنْ شُيُوخِهِمْ، وَلَا يُعْلَمُ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ مِنْ وَجْهٍ صَحِيحٍ، وَلَمْ تَكُنْ هٰذِهِ الطَّرِيقَةُ خَاصَّةً بِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بَلِ الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ أُسْوَةٌ فِي طَرِيقِ الْهُدٰى وَفِي تَخْصِيصِ هٰذَا بِعَلِيٍّ دُونَهُمْ رَائِحَةٌ مِّنَ التَّشَيُّعِ قَوِيَّةٌ يُفْهَمُ مِنْهَا وَمِنْ غَيْرِهَا مِنَ الْقَوْمِ دَخَلُهُمْ فِي التَّشَيُّعِ وَانْخِرَاطُهُمْ فِي سَلْكِهٖ .

''پہلے صوفیا میں اس طرح کے (برے) عقائد نہیں تھے، بلکہ ان کا کلام اعمال میں جدوجہد کرنے اور ''وجد'' اور ''حال'' سے حاصل ہونے والے فوائد سے متعلق تھا۔ شیعہ میں سے امامیہ اور رافضیہ کا کلام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت، امامت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص وصیت اور شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ عنہما سے اعلان برأت کرنے سے متعلق تھا۔ جیسا کہ ہم نے ان کا مذہب ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ان میں امام معصوم کا عقیدہ ظاہر ہوا، اس بارے میں کئی کتابیں تالیف کی گئیں۔ اسماعیلی شیعہ آئے، انہوں نے عقیدہ حلول کی بنا پر (اپنے ائمہ میں سے ہر) امام کیلئے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ کچھ روافض نے عقیدہ تناسخ ارواح کی بنا پر فوت شدہ ائمہ کی رجعت کا دعویٰ کیا۔

کچھ روافض ان ائمہ کے واپس آنے کے منتظر ہیں، جن کی موت کا یقین ہو چکا ہے۔ بعض روافض منتظر ہیں کہ خلافت اہل بیت میں لوٹ آئے گی، ان کے دلائل ہم نے پیچھے امام مہدی وغیرہ کے متعلق ذکر کر دیے ہیں۔ پھر متاخر صوفیا کشف اور ماورائے حس اشیا کے متعلق کلام کرنے لگے۔ کئی صوفیا نے مطلقا حلول اور وحدۃ الوجود کا عقیدہ ظاہر کیا اور امامیہ اور رافضیہ کے مماثل ہو گئے کہ جو اپنے ائمہ کی الوہیت اور ان میں الٰہ کے حلول کر جانے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ ان صوفیا میں قطب اور ابدال کا عقیدہ بھی ظاہر ہوا، یہ عقیدہ، روافض کے امام اور نقباء کے متعلق عقیدہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ ان صوفیا نے شیعہ کے اقوال اپنا لیے اور دین میں شیعہ کے مذاہب کو داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ صوفیا نے اپنے سلسلہ طریقت میں چوغہ پہننے پر دلیل یہ بنائی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حسن بصری کو چوغہ پہنایا تھا اور ان سے اسی طریقت پر جمے رہنے کا عہد لیا تھا۔ پھر یہ سلسلہ شیخ جنید تک پہنچ گیا۔ یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی ثابت سند سے مروی نہیں۔ پھر یہ سلسلہ طریقت علی رضی اللہ عنہ سے ہی خاص نہیں ہے، بلکہ طریق ہدایت میں تمام صحابہ ہی اسوہ ہیں۔ اس طریقت میں صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خاص کرنے میں شیعیت کی بدبو آتی ہے۔ یہ اور دیگر دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صوفیا شیعیت میں داخل ہو چکے ہیں اور انہی کی لڑی میں جُڑ گئے ہیں۔''

(تاریخ ابن خلدون :403-402/1)



اصحابی کالنجوم

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے۔''

یہ حدیث سخت ''ضعیف'' ہے، اس کی ساری کی ساری سندیں ''ضعیف'' ہیں۔

۱۔ حدیثِ جابر:

(المُؤتلَف للدّارقطني : 1787/4، جامع بَيان العلم وفضلِه لابن عبدالبرّ : 1760)

سند ''ضعیف وساقط'' ہے:

① اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② سلام بن سلیمان مدائنی ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجَر : 2704)

③ حارث بن غصین کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

❀ غرائب مالک للدارقطنی (کمافی التلخیص لابن حجر: ۴/۴۶۳) والی سند بھی ضعیف ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَثْبُتُ عَنْ مَالِكٍ وَرُوَاتُهُ عَنْ مَالِكٍ مَجْهُولُونَ.

''یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ سے ثابت نہیں، امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کرنے والے راوی مجہول ہیں۔''

(تخريج أحاديث الكشّاف للزيلعي : 230/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَمِيلٌ لَا يُعْرَفُ، وَلَا أَصْلَ لَهُ فِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَا مَنْ فَوْقَهُ.

''جمیل مجہول ہے، اس حدیث کی مالک اور اس سے اوپر والے راویوں سے کوئی حقیقت نہیں۔''

(التّلخيص الحَبير : 190/4)

۲۔ حدیث عمر:

(الكامل لابن عدي : 1057/3، المَدخل للبيهقي : 151، الكِفاية للخطيب، ص 95)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① عبدالرحیم بن زید عمی ''متروک'' ہے۔

② اس کا باپ زید عمی جمہور ائمہ کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 110/10)

۞ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(نتائج الأفكار : 253)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 151/4)

۳۔ حدیث ابن عمر:

(مسند عبد بن حُمَيد : 783)

سند سخت ''ضعیف'' ہے، حمزہ بن ابی حمزہ جزری ''متروک، متہم بالوضع'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجَر : 1519)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادُهُ لَا يَصِحُّ .

''یہ سند ثابت نہیں۔''

(جامع بَيان العلم وفضلِه : 1759)

۴۔ حدیثِ ابی ہریرہ:

(مسند القُضاعي : 1346)

① جعفر بن عبد الواحد الہاشمی ''کذاب'' ہے۔

(التّلخيص الحَبير لابن حجَر : 191/4)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ بَلَايَا جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ .

''یہ حدیث جعفر بن عبد الواحد کی مصیبتوں میں سے ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 413/1)

② اعمش کا عنعنہ بھی ہے۔

۵۔ حدیثِ ابنِ عباس:

إِنَّ أَصْحَابِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ فَأَيُّمَا أَخَذْتُمْ بِهِ اهْتَدَيْتُمْ، وَاخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ.

''میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، جس کا دامن پکڑ لو گے، ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے، میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے باعثِ رحمت ہے۔''

(المَدخل للبيهقي : 152، الكِفاية للخطيب، ص 95)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① سلیمان بن ابی کریمہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

اس کی متابعت مندل بن علی عنزی نے کی ہے۔(التلخیص لابن حجر:۱۹۱/۴) مگر مندل بھی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② جویبر بن سعید ازدی سخت ''ضعیف'' ہے۔

③ ضحاک بن مزاحم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔

(اتّحاف المَهرة لابن حجَر : 248/7)

٦۔ حدیثِ جواب بن عبیداللہ:

إِنَّ مَثَلَ أَصْحَابِي كَمَثَلِ النُّجُومِ، هٰهُنَا وَهٰهُنَا، مَنْ أَخَذَ بِنَجْمٍ مِّنْهَا اهْتَدٰى، وَبِأَيِّ قَوْلِ أَصْحَابِي أَخَذْتُمْ، فَقَدِ اهْتَدَيْتُمْ.

''میرے صحابہ کی مثال (آسمان کے) اُن ستاروں کی طرح ہے، جس نے ان ستاروں میں سے ایک کی پیروی کی، اس نے ہدایت پائی، میرے کسی بھی صحابی

کے قول کو اختیار کر لیں گے، ہدایت پائیں گے۔''

(المَدخل للبیھقي : 153)

سند سخت ''ضعیف'' ہے، جو یبر متروک ہے۔ اسے امام نسائی (الکامل لابن عدی: ۱۲۱/۲) اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء والمتروکون: ۱۴۷) وغیرہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُرْسَلٌ أَوْ مُعْضَلٌ .

''یہ سند مرسل یا معضل ہے۔''

(مُوافقة الخُبْر الخَبَر :146/1)

۷۔ حدیثِ انس:

مَثَلُ أَصْحَابِي مَثَلُ النُّجُومِ يُهْتَدٰى بِهَا،فَإِذَا غَابَتْ تَحَيَّرُوا .

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جن سے راہنمائی لی جاتی ہے، جب یہ غروب ہو جائیں گے، تو لوگ بھٹک جائیں گے۔''

(مُسند بن أبي عمر نقلًا عن المَطالب لابن حجَر : 4156)

سند سخت ''ضعیف'' ہے:

① زید عمی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② یزید رقاشی ''ضعیف'' ہے۔ (تقریب التہذیب: ۷۶۸۳) اسے امام نسائی اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(تھذیب التّھذیب لابن حجَر :270/11)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 105/1)

③ سلام بن سلیم طویل ''متروک'' ہے۔

(تقریب التّهذیب : 2702)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المَطالب العالیة : 146/4)

الحاصل:

یہ روایت ساری کی ساری سندوں سے ''ضعیف وغیر ثابت'' ہے۔

اہل علم کی تحقیقات:

محدثین واہل علم اس حدیث کو ضعیف وغیر ثابت قرار دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں؛

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(المُنتخب من العِلَل للخلّال : 69)

۲۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَتْنُهٗ مَشْهُورٌ وَأَسَانِيدُهٗ ضَعِيفَةٌ، لَمْ يَثْبُتْ فِي هٰذَا إِسْنَادٌ.

''اس حدیث کا متن مشہور اور ساری کی ساری سندیں ضعیف ہیں، ان میں کوئی بھی سند ثابت نہیں۔

(المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ : 154)

۳۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الرِّوَايَةُ لَا تَثْبُتُ أَصْلًا بِلَا شَكٍّ أَنَّهَا مَكْذُوبَةٌ .

''یہ روایت سرے سے ثابت ہی نہیں، اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں۔''

(الإحكام في أصول الأحكام : 83/6)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ مَكْذُوبٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ لَمْ يَصِحَّ قَطُّ .

''یہ قطعی طور پر جھوٹی، من گھڑت، باطل اور غیر ثابت روایت ہے۔''

(البدر المُنير لابن المُلَقِّن : 587/9)

۴۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو غیر ثابت قرار دیا ہے۔

(القَبَس شرح مؤطإ الإمام مالك، ص 550)

۵۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ .

''یہ حدیث منکر ہے، اسے کسی معتمد کتاب کے مصنف نے روایت نہیں کیا۔''

(البدر المُنير : 584/9)

۶۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهَا.

''اس کی کوئی سند ثابت نہیں۔''

(تُحفة الطّالب، ص 141)

۷۔ علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ بِهٰذَا اللَّفْظِ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ وَلَا يَصِحُّ .

''یہ روایت ان الفاظ سے کئی سندوں سے مروی ہے، یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(المُعتبَر في تخريج أحاديث المِنهاج والمُختصَر، ص 83)

۸۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے بھی ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الإبهاج في شرح المِنهاج : 2070/5)

۹،۱۰۔ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، قَالَ الْبَزَّارُ : هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ هُوَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمُعْتَمَدَةِ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، امام بزار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ حدیث کی معتمد کتب میں مندرج ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 469)

۱۱۔ علامہ امیر صنعانی نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّنوير شرح الجامع الصّغير : 597/2، توضيح الأفكار : 239/1)

۱۲۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَصِحَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ عِنْدَ أَهْلِ هٰذَا الشَّأْنِ، فَقَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّهٗ غَيْرُ ثَابِتٍ .

''رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت نہیں، جیسا کہ فن حدیث کے ماہرین کے ہاں معلوم ہے، ان کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے۔''

(قَطر الوليّ على حديث الولي، ص 318)

فائدہ مہمہ:

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(ایک دن) نبی کریم ﷺ نے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپ بکثرت آسمان کی طرف سر مبارک اٹھاتے تھے، فرمایا:

اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتٰى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ.

''ستارے آسمان کی حفاظت کا سامان ہیں، جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ (آفت) آ جائے گی، جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے، میں اپنے صحابہ کے لیے حفاظت کا سامان ہوں، جب میں (دنیا سے) چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ (فتنے) آئیں گے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، میرے صحابہ میری امت کے لیے حفاظت کا سامان ہیں، جب میرے صحابہ (دنیا سے) چلے جائیں گے، تو میری امت پر وہ (فتنے) آ جائیں گے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

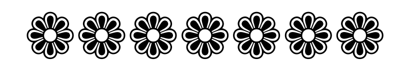
(صحیح مسلم :2531)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ کے تعاقب میں فرماتے ہیں:

هُوَ يُؤَدِّي صِحَّةَ التَّشْبِيهِ لِلصَّحَابَةِ بِالنُّجُومِ خَاصَّةً، أَمَّا فِي الْاِقْتِدَاءِ، فَلَا يَظْهَرُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسٰی .

''یہ حدیث صحابہ کو ستاروں سے صرف تشبیہ دینے کو صحیح قرار دیتی ہے، رہا (کسی ایک صحابی کی) اقتدا کا معاملہ، تو وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔''

(تلخیص المُستدرك : 191/4)



دعا سے متعلق چند روایات کا تحقیقی جائزہ

① محمد بن ابی یحییٰ اسلمی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَى رَجُلًا رَافِعًا يَدَيْهِ بِدَعَوَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ.

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز میں رہتے، ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔'' (المُعجم الكبير للطّبراني: 129/13)

سند ضعیف و منکر ہے۔

① فضیل بن سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(طرح التّثريب: 66/2)

② محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ممکن نہیں۔ یوں یہ روایت مرسل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عباد بن عبداللہ بن زبیر تابعی ہو، واللہ اعلم!

لٰہذا ''رایت عبداللہ بن الزبیر'' راوی کی غلطی اور وہم ہوسکتا ہے۔

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلٌ الْقِبْلَةَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد قبلہ رُو ہوکر (دعا کیلئے) ہاتھ اٹھاتے تھے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 1048/3)

سند ضعیف ہے۔علی بن زید بن جدعان جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

③ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: کون سی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا:

جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ .

''رات کے آخری نصف اور فرض نمازوں کے بعد والی۔''

(سنن الترمذي : 3499 ، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 108)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عبدالرحمٰن بن سابط کا سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن سابط نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(تاريخ يحيٰى بن مَعين برواية الدّوري : 366)

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَا يَرْوِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ لَيْسَ

بِمُتَّصِلٍ، وَإِنَّمَا هُوَ مُنْقَطِعٌ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

''یاد رہے کہ جو روایات عبدالرحمٰن بن سابط سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ تمام متصل نہیں، منقطع ہیں، کیونکہ عبدالرحمٰن بن سابط نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(نصب الرّاية للزّيلعي : 235/2، بيان الوهم والإيهام : 375/2)

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، ثُمَّ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ إِلٰهِي وَإِلٰهَ إِبْرَاهِيمَ، وَإِسْحَاقَ، وَيَعْقُوبَ، وَإِلٰهَ جَبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَسْتَجِيبَ دَعْوَتِي، فَإِنِّي مُضْطَرٌّ، وَتَعْصِمَنِي فِي دِينِي فَإِنِّي مُبْتَلًى، وَتَنَالَنِي بِرَحْمَتِكَ فَإِنِّي مُذْنِبٌ، وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَإِنِّي مُتَمَسْكِنٌ، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ .

''جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر کہے: اللہ! اے میرے الہ اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبریل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام کے الہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا قبول کر لے، میں لاچار ہوں، تو مجھے میرے دین میں عصمت دے، میں آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا ہوں، مجھ پر رحمت فرما، میں گناہ گار ہوں اور تو مجھ سے فقر دور کر دے، میں تنگدست ہوں، اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ خالی نہ لوٹائے۔''

(عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي : 138)

روایت من گھڑت ہے:

① عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن قرشی بالسی ''متروک'' ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِضْرِبْ عَلٰی أَحَادِیْثِہٖ، هِيَ كَذِبٌ، أَوْ قَالَ: مَوْضُوْعَةٌ.

''اس کی احادیث پھینک دیں، وہ جھوٹ ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 388/5)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ. ''یہ ثقہ نہیں۔''

(الضّعفاء والمتروكون، ص 211)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ الْعَزِيْزِ هٰذَا يَرْوِي عَنْ خُصَيْفٍ أَحَادِيْثَ بَوَاطِيْلَ.

''یہ عبدالعزیز خصیف سے جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال: 289/5)

② عبدالعزیز نے یہ روایت خصیف جزری سے ذکر کی ہے، جو کہ ''مختلط'' ہے، نیز اس کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں ہے۔

③ اس کی سند میں اسحاق بن خالد بن یزید بالسی ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَاتُهٗ تَدُلُّ عَمَّنْ رَوٰی عَنْهُ بِأَنَّهٗ ضَعِيْفٌ.

''اس کی روایات دلالت کرتی ہیں کہ جس سے بھی اس نے روایت لی ہے، بہر

حال ضعیف ہے۔''(الكامل في ضعفاء الرّجال :1/344)

⑤ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ، ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ، يَقُولُ : تَرْفَعُهُمَا إِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُونِهِمَا وَجْهَكَ، تَقُولُ : يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهِيَ خِدَاجٌ .

''نماز دو دو رکعتیں ہے، ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔نماز خشیتِ الٰہی، عاجزی وانکساری اور اطمینان کا نام ہے۔پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے: اے میرے رب، اے میرے رب! جس نے ایسا نہ کیا، اس کی نماز ناقص ہے۔''

(مسند عبد اللّٰه بن المبارك : 53، سنن الترمذي : 385)

سند ضعیف ہے، عبداللہ بن نافع بن عمیاء مجہول الحال ہے۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ حَدِيثُهٗ .

''اس کی (یہ) حدیث ثابت نہیں۔''

(التاريخ الكبير : 5/213)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات (۷/۵۳)'' میں ذکر کیا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : 3658)

۞ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي : هٰذَا الْإِسْنَادُ عِنْدَكَ صَحِيحٌ؟ قَالَ : حَسَنٌ، قُلْتُ لِأَبِي : مَنْ ربيعةُ بْنِ الْحَارِثِ؟ قَالَ : هُوَ ربيعةُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِب، قُلْتُ : سَمِعَ مِنَ الْفَضْل؟ قَالَ : أَدْرَكَهٗ قُلْتُ : يُحْتَجُّ بِحَدِيثِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ؟ قَالَ : حَسَنٌ، فكَرَّرتُ عَلَيْهِ مِرَارًا، فَلَمْ يَزِدْني عَلٰى قَوْلِهٖ : حَسَنٌ .

''میں نے اپنے والد (ابو حاتم رازی رحمہ اللہ) سے عرض کیا: یہ سند آپ کے نزدیک صحیح ہے؟ فرمایا: حسن ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ ربیعہ بن حارث کون ہے؟ فرمایا: ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب، میں نے پوچھا: کیا اس نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے؟ فرمایا: ان کا زمانہ پایا ہے، میں نے پوچھا: کیا ربیعہ بن حارث کی حدیث سے حجت پکڑی جائے گی، فرمایا: یہ حسن ہے، میں نے کئی بار سوال دہرایا، لیکن آپ نے ''حسن'' کے علاوہ کوئی جواب نہ دیا۔''

(علل الحديث : 271/2)

یہاں امام رحمہ اللہ کی ''حسن'' سے مراد ''ضعیف'' ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ ضعیف کو بھی حسن کہہ دیتے ہیں۔ (تدریب الراوی للسیوطی: ۱/ ۱۶۷، تعریف الحسن)

نیز اس روایت کی سند میں شدید اختلاف واضطراب ہے۔

⑥ سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

لَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ جَثَا لِرُكْبَتَيْهِ وَجَثَا النَّاسُ، فَنَصَبَ فِي الدُّعَاءِ وَنَصَبُوا مَعَهٗ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کی، تو دو زانوں ہو کر بیٹھ گئے، لوگ بھی اسی حالت میں بیٹھ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ دعا کرنے لگے، لوگ بھی دعا میں شامل ہو گئے۔''

(تاريخ الطبري : 307/3)

سند سخت ضعیف ہے:

① شعیب بن ابراہیم کوفی کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ أَحَادِيثُ وَأَخْبَارٌ، وَهُوَ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْمَعْرُوفِ وَمِقْدَارُ مَا يَرْوِي مِنَ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ لَيْسَتْ بِالْكَثِيرَةِ وَفِيهِ بَعْضُ النَّكِرَةِ لِأَنَّ فِي أَخْبَارِهٖ وَأَحَادِيثِهٖ مَا فِيهِ تَحَامُلٌ عَلَى السَّلَفِ .

''اس نے کچھ احادیث اور اخبار بیان کی ہیں، یہ کوئی معروف راوی نہیں ہے۔ اس کی احادیث اور خبروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان میں بھی کچھ نکارت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس کی اخبار اور احادیث میں سلف پر طعن موجود ہے۔''

(الكامل في الضعفاء : 7/5)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جِهَالَةٌ . ''یہ مجہول ہے۔''

(المغني في الضعفاء :298/1)

② سیف بن عمر تمیمی متروک ہے۔

③ صعب بن عطیہ مجہول ہے۔

④ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

ثُمَّ صَلّٰى، ثُمَّ جَثَا لِرُكْبَتَيْهِ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی پھر (دعا کیلئے) دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔''

(تاريخ الطّبري : 99/4)

سند سخت ضعیف ہے۔

① شعیب بن ابراہیم کوفی مجہول ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

② سیف بن عمر تمیمی متروک ہے۔

③ سہل بن یوسف انصاری کے متعلق حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا یُعْرَفُ وَلَا أَبُوہُ. ''یہ اور اس کا باپ غیر معروف ہیں۔''

(لسان الميزان لابن حجر : 122/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مجہول الحال'' کہا ہے۔

(لسان الميزان : 122/3)

❁ اس کی دوسری سند (تاریخ الطبری:۴/۹۹) بھی سخت ضعیف ہے۔

① شعیب بن ابراہیم کوفی مجہول ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

② سیف بن عمر تمیمی متروک ہے۔

③ مبشر بن الفضل نامعلوم ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَیْخٌ لِسَیْفٍ، لَا یُدْرٰی مَنْ ھُوَ؟.

''سیف بن عمر کے استاد کا پتہ نہیں، کون ہے؟''

(ميزان الاعتدال : 433/3)

❁ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولٌ بِالنَّقْلِ .   ''یہ مجہول ہے۔''

(الضعفاء الكبير : 236/4)

④ جبیر بن صخر کے حالات زندگی نہیں ملے۔

تنبیہ:

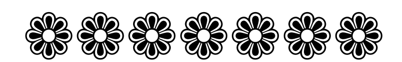
❀ سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ انْحَرَفَ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، تو ہماری طرف چہرہ کر کے بیٹھ گئے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة :301/1، سنن أبي داود : 614)

ہمارے دور کے بعض اہل علم نے اس روایت کے آخر میں ''ورفع یدیہ ودعا'' کے الفاظ کا اضافہ ذکر کیا ہے، ہمیں یہ الفاظ نہیں مل سکے، واللہ اعلم!



مرسل

محدثین کے نزدیک ''مرسل'' حدیث حجت نہیں۔اس کا وہی حکم ہے، جو''ضعیف'' حدیث کا ہوتا ہے۔اس موقف پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❁ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حماد بن زید رحمہ اللہ سے کہا: ابواسماعیل! کیا اللہ تعالیٰ نے محدثین کا ذکر قرآن میں کیا ہے؟ فرمایا:

بَلٰى، أَلَمْ تَسْمَعْ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾(التوبة : ١٢٢) فَهٰذَا فِي كُلِّ مَنْ رَحَلَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ، وَيَرْجِعُ بِهٖ إِلٰى مَنْ وَرَاءَهٗ، يُعَلِّمُهُمْ إِيَّاهُ.

''کیوں نہیں! کیا آپ نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ نہیں سنا: ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبة : ١٢٢) ''تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں، جب وہ ان کی طرف لوٹیں تاکہ وہ ڈریں۔'' یہ ہر اس شخص کے بارے میں ہے، جو طلب علم وفقہ میں سفر کرے اور اسے حاصل کر کے اپنے پیچھے والے لوگوں کو سکھائے۔''

(مَعرِفة عُلوم الحديث للحاكم : 26، شَرَف أصحاب الحديث للخطيب : 115، الرُّحلة في طلب الحديث للخطيب : 10، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اس قول کے تحت امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا النَّصِّ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْعِلْمَ الْمُحْتَجَّ بِهٖ هُوَ الْمَسْمُوعُ غَيْرُ الْمُرْسَلِ .

''اس نص میں دلیل ہے کہ قابل حجت علم وہی ہے، جو بلا واسطہ سنا گیا ہو، نہ کہ جو مرسل ہو۔''

(مَعرفة علوم الحديث : 27)

نوٹ:

''مرسل'' وہ روایت ہوتی ہے، جو تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کرے۔

❀ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَاءَ بُشَيْرٌ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُ، وَيَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهٖ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، مَالِي لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي، أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا تَسْمَعُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا، وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ، وَالذَّلُولَ، لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ .

''بشیر بن کعب عدوی رحمہ اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور حدیث

بیان کرتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمایا، لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے اور نہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تو انہوں نے عرض کیا: ابن عباس! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ میری حدیث نہیں سن رہے، حالانکہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: پہلے ہم جب کسی آدمی کو یہ کہتے سنتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، تو ہماری آنکھیں جلدی سے اس کی طرف دیکھتی تھیں اور ہم اپنے کان اس کی طرف لگا دیتے تھے، لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مجروح ہر قسم کی حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں، تو اس وقت سے ہم لوگوں سے صرف وہی حدیث سنتے ہیں، جس کا ہمیں پہلے سے علم ہوتا ہے۔''

(مقدمة صحيح مسلم: 10/1، ح: 22)

یہ روایت واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ''مرسل'' حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَسْنَا وَلَا إِيَّاكَ نُثْبِتُ الْمُرْسَلَ .

''نہ ہم مرسل کو حجت سمجھتے ہیں، نہ آپ۔''

(اختلاف الحديث: 560)

❁ امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرْسَلُ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ .

''ہمارے اور محدثین کے ہاں مرسل حجت نہیں ہے۔''

(مقدمة صحيح مسلم، ص 20)

❁ امام ابوحاتم رازی (۲۷۷ھ) اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ (۲۶۴ھ) نے فرمایا:

لَا يُحْتَجُّ بِالْمَرَاسِيلِ وَلَا تَقُومُ الْحُجَّةُ إِلَّا بِالْأَسَانِيدِ الصِّحَاحِ الْمُتَّصِلَةِ وَكَذَا أَقُولُ أَنَا .

''مرسل روایات سے حجت نہیں لی جائے گی، حجت صرف صحیح اور متصل سندوں کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے۔ میں (عبدالرحمٰن بن ابی حاتم) بھی ایسا ہی کہتا ہوں۔''

(كتاب المَراسيل لابن أبي حاتم : 7)

❁ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ ضَعَّفَ الْمُرْسَلَ فَإِنَّهُ ضَعَّفَ مِنْ قِبَلِ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ حَدَّثُوا عَنِ الثِّقَات وَغَيْرِ الثِّقَاتِ فَإِذَا رَوٰى أَحَدُهُمْ حَدِيثًا وَأَرْسَلَهُ لَعَلَّهُ أَخَذَهُ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ .

''جن محدثین نے مرسل کو ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے اس وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے کہ ان ائمہ کرام نے ثقہ راویوں سے بھی احادیث بیان کی ہیں اور غیر ثقہ راویوں سے بھی۔ جب کوئی مرسل حدیث بیان کرتا ہے، تو (یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ) شاید اس نے غیر ثقہ سے لی ہو۔''

(العِلَل الصّغير : 897)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ إِذَا كَانَ مُرْسَلًا فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''اکثر محدثین کے نزدیک مرسل حدیث حجت نہیں۔''

(العِلَل الصّغير : 853)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَحْتَجُّ بِالْمَرَاسِيلِ، وَلَا بِالْأَخْبَارِ الْوَاهِيَةِ .

''ہم مرسل اور ضعیف روایات سے حجت نہیں پکڑتے۔''

(كتاب التّوحيد :137/1)

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

هُمْ لَا يَحْتَجُّونَ بِالْمُرْسَلِ .

''وہ (محدثین) مرسل روایات سے دلیل نہیں لیتے۔''

(شرح مَعاني الآثار : 7/3، نصب الراية للزّيلعي :58/1)

❁ امام ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب صبغی رحمہ اللہ (۳۴۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ الْمُرْسَلَ مِنَ الْأَخْبَارِ وَالْمُتَّصِلَ سِيَّانِ لَمَا تَكَلَّفَ الْعُلَمَاءُ طَلَبَ الْحَدِيثِ بِالسَّمَاعِ وَلَمَا رَحَلُوا فِي جَمْعِهِ مَسْمُوعًا، وَلَا الْتَمَسُوا صِحَّتَهُ وَلَكَانَ أَهْلُ كُلِّ عَصْرٍ إِذَا سَمِعُوا حَدِيثًا مِنْ عَالِمِهِمْ وَهُوَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَكَذَا، لَمْ يَسْأَلُوهُ عَنْ إِسْنَادِهِ وَقَدْ رَوَيْنَا عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ التَّابِعِينَ وَأَتْبَاعِ التَّابِعِينَ وَكَانُوا يَسْأَلُونَ عَنِ السُّنَّةِ ثُمَّ يَقُولُونَ لِلتَّابِعِينَ : هَلْ مِنْ أَثَرٍ؟ وَإِذَا ذُكِرَ الْأَثَرُ قَالُوا : هَلْ مِنْ قُدْوَةٍ؟ وَإِنَّمَا يَعْنُونَ بِذٰلِكَ الْإِسْنَادَ الْمُتَّصِلَ، وَلَمْ

يَقْتَصِرُوا عَلٰى قَوْلِ الزُّهْرِيِّ، وَإِبْرَاهِيمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يُقْتَصَرُ مِنْ مَالِكٍ وَالنُّعْمَانِ إِذَا قَالَا : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اگر مرسل اور متصل احادیث ایک جیسی (حجت) ہوتیں، تو علمائے کرام طلب حدیث میں سماع کرنے کی زحمت نہ اٹھاتے، نہ ہی خود سنی ہوئی احادیث کو جمع کرنے کے لیے وہ سفر کرتے، نہ ہی وہ احادیث کی صحت کے متلاشی ہوتے، نیز ہر دور کے لوگ جب اپنے عالم کو یہ کہتے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، تو اس سے سند کے بارے میں سوال نہ کرتے، حالانکہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت سے ہم نے روایت کیا ہے کہ وہ سنتِ نبوی کے بارے میں پوچھتے تھے، پھر تابعین سے کہتے کہ کیا کوئی اثر ہے؟ کیا کوئی قدوہ ہے؟ اس سے مراد وہ متصل سند لیتے تھے۔ وہ (محمد بن مسلم) زہری رحمہ اللہ اور ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) کے اس قول پر اکتفا نہیں کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، پھر امام مالک اور امام ابوحنیفہ اگر کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے تو ان کی بات پر کیسے اکتفا کیا جا سکتا ہے؟''

(الكفاية في علم الرّواية للخطيب : 1245، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) ''مرسل'' کے ''ضعیف'' ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْمُرْسَلُ مِنَ الْخَبَرِ وَمَا لَمْ يُرْوَ سِيَّانِ فِي الْحُكْمِ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّا لَوْ قَبِلْنَا إِرْسَالَ تَابِعِيٍّ وَإِنْ كَانَ ثِقَةً فَاضِلًا عَلٰى حُسْنِ الظَّنِّ

لَزِمَنَا قَبُولُ مِثْلِهِ عَنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ وَمَتٰى قَبْلِنَا ذٰلِكَ لَزِمَنَا قَبُولُ مِثْلِهِ عَنْ تَبَعِ الْأَتْبَاعِ، وَمَتٰى قَبِلْنَا ذٰلِكَ لَزِمَنَا قَبُولُ مِثْلِ ذٰلِكَ عَنْ تُبَّاعِ التَّبَعِ، وَمَتٰى قَبِلْنَا ذٰلِكَ لَزِمَنَا أَنْ نَقْبَلَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ إِذَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي هٰذَا نَقْضُ الشَّرِيعَةِ .

''مرسل روایت ہمارے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ اگر ہم ثقہ فاضل تابعی کے ارسال کو حسن ظن کرتے ہوئے قبول کرلیں، تو ہمیں تبع تابعین کا ارسال بھی اسی طرح قبول کرنا پڑے گا اور جب ہم یہ بھی کرلیں گے تو تبع تابعین کے بعد والوں کا بھی ارسال قبول کرنا پڑے گا، جب یہ بھی کرلیں گے، تو پھر ان کے بعد والوں کا ارسال بھی قبول کرنا پڑے گا، جب ایسا بھی کر لیں گے، تو پھر ہمیں ہر انسان کا یہ قول قبول کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حالانکہ اس کام میں شریعت کی مخالفت ہے۔''

(صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : 2110)

تنبیہ:

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ : اَلْمُرْسَلُ عِنْدَنَا وَمَا لَمْ يُرْوَ سِيَّانِ؛ إِلٰى آخِرِهٖ، فَغَيْرُ مُسَلَّمٍ أَيْضًا لِأَنَّ إِرْسَالَ الْعَدْلِ مِنَ الْأَئِمَّةِ تَعْدِيلٌ لَهٗ، إِذْ لَوْ كَانَ غَيْرَ عَدْلٍ لَوَجَبَ عَلَيْهِ التَّنْبِيهُ عَلٰى جَرْحِهٖ، وَالْإِخْبَارُ

عَنْ حَالِهِ، فَالسُّكُوتُ بَعْدَ الرِّوَايَةِ عَنْهُ يَكُونُ تَلْبِيسًا أَوْ تَحْمِيلًا لِلنَّاسِ عَلَى الْعَمَلِ بِمَا لَيْسَ بِحُجَّةٍ، وَالْعَدْلُ لَا يُتَّهَمُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، فَيَكُونُ إِرْسَالُهُ تَوْثِيقًا لَهُ.

''رہا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک مرسل روایت نہ ہونے کے برابر ہے، تو یہ ایسی بات ہے، جسے تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ کسی عادل امام کا ارسال کرنا محذوف راوی کی توثیق شمار ہوگا، کیونکہ اگر وہ محذوف راوی عادل نہ ہو، تو ارسال کرنے والے امام پر واجب تھا کہ وہ اس پر تنبیہ کرتا اور اس کے حالات پر آگاہی دیتا۔ روایت بیان کرنے کے بعد اس سے خاموشی اختیار کرنا تو ایک قسم کی تلبیس ہے اور لوگوں کو ایک ایسے راوی کی حدیث پر آمادہ کرنے کی کوشش ہے، جو کہ قابل حجت نہیں اور کسی عادل امام کے بارے میں ایسا گمان نہیں رکھا جا سکتا، لہٰذا عادل راوی کا ارسال محذوف راوی کی توثیق شمار ہوگی۔''

(شرح أبي داؤد: 122/3)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ بہت سے ثقہ وعادل اماموں کا غیر ثقہ راویوں سے روایت لینا ثابت ہے اور بسا اوقات وہ عادل امام اس ''ضعیف'' راوی کو ثقہ سمجھتے تھے، جبکہ دوسرے محدثین کے ہاں وہ ''ضعیف'' تھے، جیسا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ بہت بڑے ثقہ وعادل امام ہیں، لیکن انہوں نے بہت بڑے ''ضعیف ورافضی'' راوی جابر جعفی سے روایات لی ہیں اور باقی تمام محدثین سے ہٹ کر امام شعبہ رحمہ اللہ جابر جعفی کو ثقہ بھی سمجھتے تھے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَثَّقَهُ شُعْبَةُ وَشَذَّ، وَتَرَكَهُ الْحُفَّاظُ.

''شعبہ رحمہ اللہ نے جابر جعفی کی توثیق کی ہے، یہ شعبہ رحمہ اللہ کی شاذ بات ہے، جبکہ دیگر محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔''

(الكاشف: 739)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ جابر جعفی کو ثقہ سمجھ کر روایت کرتے ہیں، اسی طرح ممکن ہے کہ جس راوی کو ارسال کرنے والا امام ثقہ سمجھ رہا ہے، وہ فی الحقیقت سخت ''ضعیف'' ہو اور اس طرح ''مرسل'' کو حجت سمجھنا ایک ''ضعیف ومتروک'' راوی کی جھوٹی روایت کو حجت سمجھنے کے مترادف ہو جائے گا، جو کہ بہت بڑی خرابی ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ (۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ مُرْسَلٌ، لَا تَقُومُ بِهِ الْحُجَّةُ.

''یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔''

(سنن الدّارقطني :398/1)

❁ قاضی ابو بکر محمد بن طیب باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُقْبَلُ خَبَرُ مَنْ جُهِلَتْ عَيْنُهُ وَصِفَتُهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ لَا سَبِيلَ إِلٰى مَعْرِفَةِ عَدَالَتِهِ، هٰذَا قَوْلُ كُلِّ مَنْ شَرَطَ الْعَدَالَةَ وَلَمْ يَقْبَلِ الْمُرْسَلَ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: إِنَّ الْعَدَالَةَ هِيَ ظَاهِرُ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ يَقْبَلُ خَبَرَ مَنْ جُهِلَتْ عَيْنُهُ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ إِلَّا مُسْلِمًا، وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ أَلَّا يَقْبَلُوا خَبَرَهُ حَتّٰى يَعْلَمُوا مَعَ إِسْلَامِهِ أَنَّهُ بَرِيءٌ مِنَ

الْفِسْقِ الْمُسْقِطِ لِلْعَدَالَةِ وَمَعَ الْجَهْلِ بِعَيْنِهٖ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ أَصَابَ فِسْقًا إِذَا ذُكِرَ عَرَفُوهُ بِهٖ .

''جس شخص کی ذات اور صفت مجہول ہو، اس کی حدیث قبول نہیں ہوتی، کیونکہ ایسی صورتِ حال میں اس شخص کی عدالت پہنچاننے کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ یہ ان تمام لوگوں کا موقف ہے، جو عدالت کو (صحتِ حدیث میں) شرط سمجھتے ہیں اور مرسل کو قبول نہیں کرتے۔ جو لوگ ظاہری اسلام کو عدالت سمجھتے ہیں، وہ اس کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں، جس کی ذات مجہول ہو، کیونکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے، لیکن ان پر ضروری ہے کہ وہ اس کی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کریں، جب تک اس کے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت نہ ہو جائے کہ وہ ایسے فسق سے بری ہے، جو عدالت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ ذات مجہول ہونے کے ساتھ اس بات سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا کہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو، جو فسق کے مرتکب ہوں۔ جب وہ اس (مجہول) کا ذکر کریں، تو محدثین اسے پہچان لیں۔''

(الكفاية للخطيب : 1180، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمُرْسَلَ أَقْوٰى مِنَ الْمُتَّصِلِ فَهُوَ كَمَنْ زَعَمَ أَنَّ اللَّيْلَ أَضْوَءُ مِنَ النَّهَارِ وَالْأَعْمٰى أَبْصَرُ مِنَ الْبَصِيرِ فَإِنَّ الْمُرْسَلَ مُغَيَّبُ الْمَعْنٰى لَا يَدْرِي عَمَّنْ أَخَذَهٗ مِنْ أَرْسَلَهٗ، وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّهٗ لَا يَأْخُذُهٗ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَقَدِ ادَّعٰى مَا هُوَ بِخِلَافِهٖ عِنْدَ كَافَّةِ

أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فَإِنَّا نَجِدُهُمْ يَرْوُونَ عَنِ الثِّقَاتِ وَيَرْوُونَ عَنْ غَيْرِهِمْ وَرُبَّمَا يَسْكُتُونَ عَنْ ذِكْرِ مَنْ سَمِعُوهُ مِنْهُ حَتّٰى يُسْأَلُوا فَإِذَا سُئِلُوا رُبَّمَا ذَكَرُوا مَنْ يرَغَّبُ عَنْهُ فِي الرِّوَايَةِ أَوْ فِي الدِّيَانَةِ أَوْ فِيهِمَا، وَأَهْلُ الْعِلْمِ مُخْتَلِفُونَ فِيمَا يُجْرَحُ بِهِ الرَّاوِي فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَتِهِ لِيُوقَفَ عَلٰى حَالِهِ فَتَسْتَبِينُ عَدَالَتُهُ أَوْ جَرْحُهُ عِنْدَ مَنْ بَلَغَهُ خَبَرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرسل روایت متصل سے بھی قوی ہوتی ہے، وہ اس بے وقوف کی طرح ہے، جو کہے کہ رات، دن سے زیادہ روشن ہے اور نابینا، بینا سے زیادہ دیکھنے والا ہے، کیونکہ مرسل کا معاملہ غیبی ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ علم نہیں ہوتا کہ جس نے ارسال کیا ہے، اس نے کس سے اسے اخذ کیا ہے؟ اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ارسال کرنے والا صرف ثقہ سے ہی روایت لیتا تھا تو اس نے ایسا دعویٰ کیا ہے، جو سارے محدثین کے خلاف ہے، کیونکہ ہم محدثین کو دیکھتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے بھی روایات لیتے ہیں اور غیر ثقہ راویوں سے بھی بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اس وقت تک اس شخص کا نام نہیں لیتے، جس سے انہوں نے سنا ہوتا ہے، جب تک ان سے پوچھ نہ لیا جائے، پھر بسا اوقات وہ ایسے شخص کا نام لیتے ہیں، جو روایت ودیانت میں سے کسی ایک چیز میں یا دونوں چیزوں میں ناقابل التفات ہوتا ہے۔ نیز اہل علم راوی پر جرح کرنے کے اسباب میں مختلف ہیں، لہٰذا محذوف

راوی کا نام بیان کیا جانا ضروری ہے، تاکہ اس کے حالات پر واقفیت حاصل کی جا سکے اور یوں اس کی عدالت یا جرح ان اہل علم پر واضح ہو جائے، جن کے پاس اس کی حدیث پہنچے۔''

(كتاب القراءة خلف الإمام، ص 154)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

حُجَّتُهُمْ فِي رَدِّ الْمَرَاسِيلِ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ مِنَ الْحَاجَةِ إِلٰى عَدَالَةِ الْمُخْبِرِ وَأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ عِلْمِ ذٰلِكَ.

''مرسل روایات کو رد کرنے پر ان کی دلیل حدیث بیان کرنے والے کی عدالت کو معلوم کرنے کی ضرورت ہے، جس پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔ عدالت کا علم ہونا (صحت حدیث کے لیے) ضروری ہے۔''

(التّمهيد :1/5-6)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي نَخْتَارُهُ مِنْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ سُقُوطُ فَرْضِ الْعَمَلِ بِالْمَرَاسِيلِ، وَأَنَّ الْمُرْسَلَ غَيْرُ مَقْبُولٍ، وَالَّذِي يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ أَنَّ إِرْسَالَ الْحَدِيثِ يُؤَدِّي إِلَى الْجَهْلِ بِعَيْنِ رَاوِيهِ وَيَسْتَحِيلُ الْعِلْمُ بِعَدَالَتِهِ مَعَ الْجَهْلِ بِعَيْنِهِ وَقَدْ بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَبُولُ الْخَبَرِ إِلَّا مِمَّنْ عُرِفَتْ عَدَالَتُهُ، فَوَجَبَ لِذٰلِكَ كَوْنُهُ غَيْرَ مَقْبُولٍ وَأَيْضًا فَإِنَّ الْعَدْلَ لَوْ سُئِلَ عَمَّنْ أَرْسَلَ عَنْهُ فَلَمْ يُعَدِّلْهُ لَمْ يَجِبِ

الْعَمَلُ بِخَبَرِهِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعْرُوفَ الْعَدَالَةِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ فَكَذٰلِكَ حَالُهُ إِذَا ابْتَدَأَ الْإِمْسَاكَ عَنْ ذِكْرِهِ وَتَعْدِيلِهِ لِأَنَّهُ مَعَ الْإِمْسَاكِ عَنْ ذِكْرِهِ غَيْرُ مُعَدَّلٍ لَهُ فَوَجَبَ أَلَّا يُقْبَلَ الْخَبَرُ عَنْهُ.

''خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک مرسل حدیث کے ساتھ عمل واجب نہیں ہوتا، نیز مرسل غیر مقبول ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کا ارسال اس کے راوی کی ذات کو مجہول بنا دیتا ہے، جبکہ اس کی جہالت کے ہوتے ہوئے اس کی عدالت ثابت ہونا محال ہے اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث صرف اس شخص کی قبول کی جائے گی، جس کی عدالت معلوم ہو، اس طرح غیر مقبول چیز لازم ہو جائے گی، اسی طرح اگر ارسال کرنے والے سے پوچھا جائے کہ اس نے کس سے ارسال کیا ہے؟ وہ اس کی عدالت بیان نہ کرے، تو اس کی حدیث پر عمل واجب نہیں ہوگا، جب وہ کسی اور طریقے سے معروف ثابت نہ ہو جائے، اسی طرح وہ صورتِ حال ہے، جب ارسال کرنے والا اس راوی کا ذکر کرنے اور اس کی تعدیل سے رک جائے، کیونکہ اس کو ذکر نہ کرنا اس کی عدالت کو مسلتزم نہیں، لہٰذا اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔''

(الكِفاية في علم الرّواية : 388)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّهُ وَقَعَ فِي سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ أَحَادِيثُ ظَاهِرَةُ الضَّعْفِ لَمْ يُبَيِّنْهَا، مَعَ أَنَّهَا مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهَا عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ، كَالْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ ....

''جان لیجئے کہ سنن ابی داود میں کئی ایسی احادیث ہیں، جن کا ضعف بالکل واضح ہے، مگر امام ابوداود رحمہ اللہ نے ان کے ضعف کو بیان نہیں کیا، حالانکہ ان احادیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، مثلاً مرسل اور منقطع روایات......''

(الإيجاز، ص 56)

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ سُقُوطِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْمُرْسَلِ وَالْحُكْمِ بِضَعْفِهِ هُوَ الْمَذْهَبُ الَّذِي اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ آرَاءُ جَمَاهِيرِ حُفَّاظِ الْحَدِيثِ وَنُقَّادِ الْأَثَرِ، وَقَدْ تَدَاوَلُوهُ فِي تَصَانِيفِهِمْ.

''ہم نے جو یہ کہا ہے کہ مرسل سے حجت نہیں لی جاسکتی اور اس پر ضعف کا حکم لگے گا، اس مؤقف کو جمہور حفاظِ حدیث اور نقادِ آثار نے اختیار کیا ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اسے جا بجا ذکر کیا ہے۔''

(مقدمة ابن الصّلاح، ص31)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُودِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ؛ لِأَنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ صَحَابِيًّا، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ تَابِعِيًّا، وَعَلَى الثَّانِي يُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ ضَعِيفًا، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ ثِقَةً، وَعَلَى الثَّانِي يُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ حَمَلَ عَنْ صَحَابِيٍّ، وَيُحْتَمَلُ

أَنْ يَّكُونَ حَمَلَ عَنْ تَابِعِيٍّ آخَرَ، وَعَلَى الثَّانِي فَيَعُودُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ، وَيَتَعَدَّدُ، أَمَّا بِالتَّجْوِيزِ الْعَقْلِيِّ فَإِلٰى مَا لَا نِهَايَةَ لَهٗ، وَأَمَّا بِالْاِسْتِقْرَاءِ فَإِلٰى سِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةٍ، وَهُوَ أَكْثَرُ مَا وُجِدَ مِنْ رِوَايَةِ بَعْضِ التَّابِعِينَ عَنْ بَعْضٍ.

''بلاشبہ مرسل کو مردود کی قسم میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ محذوف راوی کی حالت معلوم نہیں ہوتی، اس وقت احتمال ہوتا ہے کہ وہ صحابی ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ تابعی ہو، تابعی ہونے کی صورت میں اس کے ثقہ ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور ضعیف ہونے کا بھی، نیز یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ اس محذوف تابعی نے یہ حدیث کسی صحابی سے لی ہو یا کسی اور تابعی سے، اگر کسی تابعی سے لی ہو، تو پھر وہی دوسرا (تابعی کے ضعیف ہونے کا) احتمال دوبارہ آ جاتا ہے اور یہ احتمال کئی بار ہوتا ہے، عقلی اعتبار سے یہ سلسلہ لامتناہی حد تک چلا جاتا ہے، لیکن تتبع کے اعتبار سے چھ سے سات تک یہ سلسلہ چلتا ہے، کیونکہ تابعین کی تابعین سے روایت کا یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ چھ یا سات تک چلتا ہے۔''

(نُزهة النّظر، ص 79)

فائدہ:

بعض اہل علم نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ وغیرہ کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے، ان کے خیال میں سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور دیگر کبار تابعین صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، لہٰذا محذوف راوی بھی ثقہ ہی ہوگا، لہٰذا ان کی مراسیل صحیح ہیں۔

مطلق طور پر یہ بات درست نہیں، عین ممکن ہے کہ جسے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور دیگر

کبار تابعین ثقہ سمجھتے ہوں، دوسرے ائمہ کے نزدیک وہ ''ضعیف'' ہو، لہٰذا دوسرے راویوں کی مراسیل کی طرح کبار تابعین کی مراسیل بھی نا قابل حجت ہوتی ہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جن ائمہ نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ وغیرہ کی مراسیل کو صحیح کہا ہے، ان کی مراد یہ ہو کہ ان کبار تابعین کی اکثر مراسیل صحیح ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے طرق کے استقراء تام سے معلوم کر لیا ہو کہ سعید بن مسیّب وغیرہ نے یہ روایت مسند بھی بیان کی ہے یا کسی دوسرے نے اس روایت کو مسند بیان کر دیا ہے۔

تنبیہ:

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِرْسَالُ الْخَبَرِ لَا يُؤْثِرُ فِيهِ عِنْدَنَا .

''ہمارے نزدیک روایت کا مرسل ہونا (قبول روایت میں) مؤثر نہیں۔''

(التّجريد: 196/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُرْسَلَ وَالْمُسْنَدَ عِنْدَنَا سَوَاءٌ .

''ہمارے (احناف کے) نزدیک مرسل اور مسند (متصل) برابر ہیں۔''

(التّجريد: 2984/6، 5396/10، 5922/11)

یہ اُصول محدثین سے انحراف ہے۔ کوئی محدث مرسل کو مسند کے برابر نہیں سمجھتا۔ احادیث محدثین کی ہیں، ان کی سندوں سے ہم تک پہنچی ہیں، احادیث کے صحت وضعف میں انہیں کے اُصولوں کو بنیاد بنایا جائے گا۔ روافض اور معتزلہ کی طرح اپنے اصول حدیث وضع نہیں کیے جائیں گے۔

❁ قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْخَبَرُ مُرْسَلٌ، لَيْسَ بِمُسْنَدٍ.

''یہ روایت مرسل ہے، مسند (متصل) نہیں ہے۔''

(شرح صحيح البخاري: 4/225)

مراسیل صحابہ:

مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ اس نے براہِ راست وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنی ہو، مگر وہ واسطہ ذکر نہ کرے۔

صحابہ کی مراسیل حجت ہیں۔

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ مِنْ مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ قُبِلَ وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ مَقْطُوعٌ بِعَدَالَتِهِمْ فَإِرْسَالُ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ صَحِيحٌ.

''مراسیل صحابہ قبول ہیں، ان پر عمل واجب ہے، کیونکہ صحابہ کی عدالت قطعی ہے، لہٰذا ان کا آپس میں ارسال کرنا صحیح ہے۔''

(الفَقيه والمُتَفَقّه: 1/291)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

شَذَّ قَوْمٌ فَقَالُوا: لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُ الصَّحَابِيِّ إِلَّا إِذَا عُرِفَ بِصَرِيحِ خَبَرِهٖ، أَوْ بِعَادَتِهٖ أَنَّهٗ لَا يَرْوِي إِلَّا عَنْ صَحَابِيٍّ، وَإِلَّا فَلَا، لِأَنَّهٗ

قَدْ يَرْوِي عَمَّنْ لَمْ تَثْبُتْ لَنَا صُحْبَتُهٗ .

وَهٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، فَإِنَّ الْأُمَّةَ اتَّفَقَتْ عَلٰى قُبُولِ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهٖ مِنْ أَصَاغِرِ الصَّحَابَةِ مَعْ إِكْثَارِهِمْ، وَأَكْثَرُ رِوَايَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَاسِيلُ .

''ایک گروہ کا شاذ قول ہے کہ صحابی کی مرسل قبول نہیں، الا کہ وہ واضح خبر دے یا اس کی عادت ہو کہ وہ ہمیشہ صحابی سے ہی روایت کرتا ہے، ورنہ صحابی کی مرسل حجت نہ ہوگی، کیونکہ صحابی کبھی غیر صحابی سے بھی روایت کر لیتا ہے۔ جبکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے بکثرت روایات بیان کرنے والے صغار صحابہ کی (مرسل) روایات قبول ہیں، جبکہ ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔''

(روضة النّاظر :1/364)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ فِي حُكْمِ الْمَوْصُولِ الْمُسْنَدِ، لِأَنَّ رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ، وَالْجَهَالَةَ بِالصَّحَابِيِّ غَيْرُ قَادِحَةٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُولٌ .

''صحابی کی مرسل موصول متصل کے حکم میں ہے، کیونکہ صحابہ کی روایات صحابہ سے ہی ہوتی ہیں اور صحابی کا نامعلوم ہونا روایت میں باعث قدح نہیں، کیونکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔''

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 56)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّحَابَةُ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ إِسْنَادِهِمْ وَإِرْسَالِهِمْ؛ إِذِ الْكُلُّ عُدُولٌ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَقِّ.

''صحابہ کے مسند بیان کرنے اور مرسل بیان کرنے میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اہل حق کے مذہب میں تمام صحابہ عادل ہیں۔''

(المُفهِم لما أُشْكِل من تلخيص كتاب مسلم :122/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مُرْسَلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَ جَمِيعِ الْعُلَمَاءِ.

''تمام اہل علم کے نزدیک مرسل صحابی حجت ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : 197/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتْ الْأُمَّة عَلٰى قَبُولِ رِوَايَة ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ أَنَّ عَامَّتَهَا مُرْسَلَةٌ عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنَازِع فِي ذٰلِكَ اثْنَانِ مِنَ السَّلَف وَأَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْفُقَهَاءِ.

''ساری کی ساری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے صحابہ کی روایات قبول ہیں، باوجود اس کے کہ ان میں سے اکثر روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل ہیں، اس میں اسلاف اُمت، محدثین اور فقہا میں سے دو انسانوں کا بھی اختلاف نہیں۔''

(تهذيب السّنن : 71/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ .

''مرسل صحابی کو حجت ماننے پر ائمہ حدیث کا عمل ہے۔''

(النّكت على كتاب ابن الصّلاح: 548/2)

تنبیہ:

جو لوگ مرسل صحابی کو حجت نہیں مانتے، وہ دلیل دیتے ہیں کہ مرسل صحابی میں احتمال ہوتا ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، صحابی سے نہ سنا ہو۔ مگر یہ احتمال درست نہیں، کیونکہ ایسا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِنْفِصَالُ عَنْ ذٰلِكَ أَنْ يُقَالَ : قَوْلُ الصَّحَابِيِّ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ أَوْ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ، فَالْاِحْتِمَالُ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهٗ مِنْ تَابِعِيٍّ ضَعِيفٍ نَادِرًا جِدًّا لَا يُؤَثِّرُ فِي الظَّاهِرِ، بَلْ حَيْثُ رَوَوْا عَنْ مَنْ هٰذَا سَبِيلُهٗ بَيَّنُوهُ وَأَوْضَحُوهُ .

''اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کا ظاہر معنی یہی ہے کہ یا تو اس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، یا کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنا ہے۔ ایسا احتمال نہ ہونے کے برابر ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، یہ احتمال ظاہر بات کو کمزور

نہیں کر سکتا، بلکہ جہاں کوئی ایسی صورت ہو (یعنی صحابہ تابعی سے بیان کریں، تو) وہاں صحابہ نے وضاحت اور صراحت کر دی ہے۔''

(النّكت على كتاب ابن الصّلاح : 570/2، فتح الباري : 289/10)

تنبیہ:

صحابہ کرام کو اصطلاحی مدلس کہنا درست نہیں، کیونکہ تدلیس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مدلس نے ضعیف راوی یا مدلس راوی سے تدلیس کی ہو، جس کی وجہ سے اس کا عنعنہ ضعیف ہوتا ہے، جبکہ صحابہ کے متعلق یہ اندیشہ نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ روایت کرے، جو اس نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی، بلکہ کسی صحابی کے واسطہ سے سنی ہے، تو اگر چہ یہ صورت تدلیس والی ہے، مگر اس پر وہ حکم نہیں لگے گا، جو عام مدلسین کی معنعن روایات پر لگتا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

تَدْلِيْسُ الصَّحَابَةِ كَثِيْرٌ، وَلَا عَيْبَ فِيْهِ، فَإِنَّ تَدْلِيْسَهُمْ عَنْ صَاحِبٍ أَكْبَرَ مِنْهُمْ، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ.

''صحابہ کی تدلیس بہت زیادہ ہے، یہ عیب وجرح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کی تدلیس اپنے سے بڑے صحابہ سے ہوتی ہے اور صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔''

(سِيَرُ أعلام النّبلاء : 608/2)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

أَبُو هُرَيْرَةَ كَانَ يُدَلِّسُ.

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کرتے تھے۔''

(الكامل لابن عدي :151/1، تاريخ ابن عساكر : 359/67)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔حسن بن عثمان تستری ''متروک وکذاب'' ہے۔۔

تنبیہ:

صغار صحابہ کی مراسیل بھی حجت ہیں۔البتہ وہ صغیر صحابی،جس نے سن تمیز سے پہلے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو،سماع نہ کیا ہو،تو اس کی مرسل حجت نہیں ہوگی،کیونکہ اس طرح کے صحابہ اکثر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حُكْمُ رِوَايَتِهِ حُكْمُ الْمُرْسَلِ لَا الْمَوْصُولِ، وَلَا يَجِيءُ فِيهِ مَا قِيلَ فِي مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ، لِأَنَّ أَكْثَرَ رِوَايَةِ هٰذَا أَوْ شِبْهِهِ عَنِ التَّابِعِينَ بِخِلَافِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي أَدْرَكَ وَسَمِعَ، فَإِنَّ احْتِمَالَ رِوَايَتِهِ عَنِ التَّابِعِينَ بَعِيدٌ جِدًّا.

''ایسے(رویۃً)صحابی کی مرسل روایت کا حکم(غیر صحابی کی)مرسل والا ہی ہوتا ہے،نہ کہ موصول والا۔اس میں وہ بات نہیں کہی جاسکتی،جو مراسیل صحابہ میں کہی جاتی ہے،کیونکہ اس طرح کے صحابہ کی اکثر روایات تابعین سے ہوتی ہیں،برخلاف اس صحابی کے،جس نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ سے سماع بھی کیا،کیونکہ ایسے صحابی کا تابعین سے روایت کرنا بہت بعید ہے۔''

(تدريب الرّاوي :220/1)

الحاصل:

مرسل تابعی محدثین کے نزدیک ناقابل حجت اور ضعیف ہوتی ہے۔

مصنف عبدالرزاق

مصنف اس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں بکثرت آثار صحابہ وتابعین ہوں۔ بہت سارے ائمہ نے ''مصنف'' لکھی ہیں۔ جن میں امام ابوبکر ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہما اللہ کی ''مصنف'' شامل ہیں۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی مصنف تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور ہر دور متداول رہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے المعجم المفہرس (ص ۵۰) اور تغلیق التعلیق (۵/ ۴۵۵) میں امام عبدالرزاق تک تین سندیں ذکر کی ہیں۔ تینوں کا مدار امام اسحاق بن ابراہیم دَبری پر ہے۔ اسحاق بالاتفاق صحیح السماع راوی ہے اور روایت کتاب میں صحیح السماع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ صحیح السماع کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جو سنا، وہی لکھا۔

اسحاق دَبری سے کتاب میں جہاں تصحیف ہوئی، اس کی تصحیح حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مفرج رحمہ اللہ نے کر دی، انہوں نے اس پر کِتَابُ إِصْلَاحِ الْحُرُوفِ الَّتِي كَانَ يُصَحِّفُهَا إِسْحَاقُ الدَّبَرِيُّ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ یہ مصنف عبدالرزاق اور اسحاق دَبری کے صحیح السماع ہونے کی دلیل ہے، کہ جہاں غلطی واقع ہوئی، اس کی تصحیح کر دی گئی اور باقی کو صحیح قرار دے دیا گیا۔ اسحاق دَبری صدوق حسن الحدیث ہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ، مَا رَأَيْتُ فِيهِ خِلَافًا.

''صدوق ہے، مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(سؤالات الحاكم للدّارقطني : 62)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صدوق'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء : 416/13)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ احْتَجَّ بِالدَّبَرِيِّ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهٖ وَغَيْرِهٖ، وَأَكْثَرَ عَنْهُ الطَّبَرَانِيُّ .

''دبری سے امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح وغیرہ میں حجت پکڑی ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے دبری سے بکثرت روایت لی ہے۔''

(میزان الاعتدال : 181/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

(الدّراية : 21/2، المسدّد : 89)

۞ نیز اس کے ترجمہ کے ساتھ ''صح'' لکھا گیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 181/1)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کی توثیق ہی راجح ہے۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِسْتَصْغَرَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَحْضَرَهٗ أَبُوهُ عِنْدَهٗ، وَهُوَ صَغِيرٌ جِدًّا فَكَانَ يَقُولُ : قَرَأْنَا عَلٰى عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَيْ قَرَأَ غَيْرُهٗ، وَحَضَرَ صَغِيرًا وَحَدَّثَ عَنْهُ بِحَدِيثٍ مُّنْكَرٍ .

''امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی مجلس میں دبری بہت چھوٹے تھے، ان کے والد انہیں امام صاحب کی مجلس میں لے کر جاتے، تب یہ بہت چھوٹے ہوا کرتے

تھے۔اسی لیے دَبری (جب حدیث بیان کرتے،تو) کہا کرتے تھے: ہم نے امام عبدالرزاق پر پڑھا،یعنی دبری کے علاوہ کسی اور نے پڑھا۔دَبری وہاں حاضر ہوتے،تب وہ بہت چھوٹے تھے۔دَبری نے امام صاحب سے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔''(الكامل في ضُعفاء الرِّجال :560/1)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَاقَ لَهٗ حَدِيثًا وَّاحِدًا مِّنْ طَرِيقِ ابْنِ أَنْعُمٍ الْإِفْرِيقِيِّ، يُحْتَمَلُ مِثْلُهٗ، فَأَيْنَ الْأَحَادِيثُ الَّتِي ادَّعٰى أَنَّهَا لَهٗ مَنَاكِيرُ، وَالدَّبَرِيُّ صَدُوقٌ مُحْتَجٌّ بِهٖ فِي الصَّحِيحِ، سَمِعَ كُتُبًا، فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا.

''دَبری نے عبدالرحمٰن بن انعم افریقی کے طریق سے امام عبدالرزاق سے ایک حدیث بیان کی ہے۔ایسے راوی سے تو حدیث لی جاسکتی ہے۔تو وہ احادیث کہاں ہیں،جن کے منکر ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے؟ دبری صدوق ہے،(ابو عوانہ کی) صحیح میں اس سے حجت پکڑی گئی ہے۔اس نے (امام عبدالرزاق کی) کتابوں کا سماع کیا اور جیسے سنیں،ویسے آگے بیان کردیں۔''

(تاريخ الإسلام : 714/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

سَمِعَ مُصَنَّفَاتِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ سَنَةَ عَشَرَةَ مِنْهُ بِاعْتِنَاءِ وَالِدِهٖ إِبْرَاهِيمَ، وَكَانَ صَحِيحَ السَّمَاعِ.

''اس نے دس سال کی عمر میں اپنے والد ابراہیم کی مدد سے امام عبدالرزاق کی مصنفات کا سماع کیا۔اسحاق دَبری صحیح السماع تھے۔''

(تاريخ الإسلام : 714/6)

یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ اسحاق دبری کے والد ابراہیم بن عباد دَبری ثقہ ہوں یا مجہول، اس سے مصنف عبدالرزاق کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیوں کہ جب خود اسحاق دَبری کا سماع صحیح ہے، تو کسی اور واسطے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی تمام تصانیف اختلاط سے پہلے کی ہیں۔ مصنف بھی اختلاط سے پہلی لکھی جا چکی تھی۔ جو امام رحمہ اللہ پر پڑھی گئی، اور اسے سننے والوں میں ابراہیم دبری بھی موجود تھے۔ دبری نے لکھ کر آگے بیان کر دی۔ یہ کتاب اسی زمانے سے متداول چلی آ رہی ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنَّ مَنِ احْتَجَّ بِهِ لَمْ يُبَالِ بِتَغَيُّرِهِ؛ لِكَوْنِهِ إِنَّمَا حَدَّثَهُ مِنْ كُتُبِهِ، لَا مِنْ حِفْظِهِ.

''گویا جس امام نے دَبری سے حجت پکڑی ہے، اس نے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کے حافظہ بگڑنے کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ دبری نے اسے امام عبدالرزاق کی کتابوں سے بیان کیا ہے، نہ کہ حافظہ سے۔''

(شرح التّبصرة والتذكرة : 337/2)

پھر مصنف کی اکثر روایات میں دَبری کی متابعت بھی ہوئی ہے، لہٰذا مصنف امام رحمہ اللہ سے ثابت کتاب ہے۔

دبری کے علاوہ بھی امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے بہت سے شاگردوں نے اس کتاب کے اجزا روایت کیے ہیں۔

ہدایہ میں بے اصل روایات

محدثین عظام رحمہم اللہ امت کے محسنین ہیں۔ احادیث کے الفاظ اور معانی کے امین ہیں۔ انہوں نے پوری دیانت علمی کے ساتھ علوم شرعیہ کو ضبط کیا۔ اپنی کتابوں میں سند کا اہتمام کیا۔ سندیں ذکر کر کے وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برأ ہو گئے۔

جنہوں نے محدثین کی اس کوشش کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور محدثین کے علم وفقہ کو کافی نہیں سمجھا، انہوں نے الفاظ حدیث کو بگاڑ دیا۔ اپنی کتابوں میں بے سند روایات کی بھر مار کر دی۔ ہمارے مطابق یہ علم نبوت کی خدمت نہیں ہے۔ ذیل میں صاحب ہدایہ، علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) سے چند نمونے ذکر کیے جاتے ہیں۔ جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان بے سروپا روایات کی بنیاد پر استوار ہونے والی فقہ کی عمارت کس قدر کمزور ہوگی؟

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : هٰذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ أَصْحَابُنَا وَهُمْ ثِقَاتٌ؟ فَالْجَوَابُ : إِنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا ثِقَاتًا فَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزُ لَا بُدَّ فِيهَا مِنَ الْإِسْنَادِ، وَالْإِسْنَادُ مِنْ خَصَائِصِ دِينِ الْإِسْلَامِ، بِهٖ حَفِظَ اللّٰهُ الدِّينَ .

''اگر کہا جائے کہ اس حدیث کو ہمارے فقہا نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ یہ فقہا اگرچہ ثقہ ہیں، مگر ان کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کافی فاصلہ ہے، جسے طے کرنے کے لیے سند کا ہونا ضروری ہے۔ سند دین اسلام کا خاصہ ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو محفوظ کیا۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :296/1)

۞ خطیب ابوبکر بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَوْلَا عِنَايَةُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ بِضَبْطِ السُّنَنِ وَجَمْعِهَا وَاسْتِنْبَاطِهَا مِنْ مَعَادِنِهَا وَالنَّظَرِ فِي طُرُقِهَا لَبَطَلَتِ الشَّرِيعَةُ وَتَعَطَّلَتْ أَحْكَامُهَا .

''اگر احادیث کو ضبط وجمع کرنے، انہیں اصل جگہ سے حاصل کرنے اور ان کے طرق پر غور کرنے کی طرف محدثین توجہ نہ دیتے، تو شریعت مٹ جاتی اور اس کے احکام ختم ہو جاتے۔'' (الكفاية في علم الرّواية، ص 5)

۞ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُحَدِّثِينَ جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْرًا وَضَعُوا كُتُبًا فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ وَنَسَبِهِمْ وَالْفَرْقِ بَيْنَ أَسْمَائِهِمْ، وَبَيَّنُوا سَيِّءَ الْحِفْظِ مِنْهُمْ وَفَاسِدَ الرِّوَايَةِ مِنْ صَحِيحِهَا، وَمِنْهُمْ مَنْ حَفِظَ الْمِائَةَ أَلْفٍ وَالثَّلَثمِائَةِ، وَحَصَرُوا مَنْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَبَيَّنُوا الْأَحْكَامَ وَالْمُرَادَ مِنْهَا فَانْكَشَفَتْ حَقِيقَتُهُ .

''اللہ تعالیٰ محدثین کو جزائے خیر سے نوازے، انہوں نے اسمائے رجال، انساب اور ناموں میں فرق کے حوالے سے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ان

کتابوں میں انہوں نے یہ واضح کیا کہ کون سے رواۃ کا حافظہ خراب ہے، کس کی روایات فاسد ہیں اور کس کی صحیح ہیں؟ بعض محدثین نے ایک لاکھ اور بعض نے تین لاکھ روایات زبانی یاد کیں۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والے صحابہ کو بالاستیعاب ذکر کیا، احکام شرعیہ اور ان کی مراد کو بیان کیا، یوں شرعی حکم کی حقیقت واضح ہوگئی۔'' (فتاویٰ شامی:1/49)

فقہ حنفی فقہ محدثین سے مختلف ہے، حنفی فقہا محدثین عظام کے علم و عمل کے مخالف تھے۔ انہوں نے علم نبوت کے مقابلہ میں علم کلام کی ترویج کی۔ یہ سند اور فقہ اسلامی سے بے بہرہ تھے، اس لیے ان کے عقائد ائمہ اہل سنت سے موافقت نہیں رکھتے۔ اصل علم تو محدثین کا تھا، احناف کا علمی منہج محدثین کے منہج کے برخلاف ہے، اس لیے ان میں علمی اور دینی حوالہ سے حزم واحتیاط نہیں، ان کی کتابیں جھوٹی روایات سے اَٹی پڑی ہیں۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَجَازَ بَعْضُ فُقَهَاءِ الْعِرَاقِ نِسْبَةَ الْحُكْمِ الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْقِيَاسُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسْبَةً قَوْلِيَّةً، وَحِكَايَةً نَقْلِيَّةً، فَيَقُولُ فِي ذٰلِكَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَكَذَا؛ وَلِذٰلِكَ تَرٰى كُتُبَهُمْ مَشْحُونَةً بِأَحَادِيثَ مَرْفُوعَةٍ، تَشْهَدُ مُتُونُهَا بِأَنَّهَا مَوْضُوعَةٌ، لِأَنَّهَا تُشْبِهُ فَتَاوَى الْفُقَهَاءِ، وَلَا تَلِيقُ بِجَزَالَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ، مَعَ أَنَّهُمْ لَا يُقِيمُونَ لَهَا صَحِيحَ سَنَدٍ، وَلَا يُسْنِدُونَهَا مِنْ أَئِمَّةِ النَّقْلِ إِلٰى كَبِيرِ

أَحَدٍ، فَهٰؤُلَاءِ قَدْ خَالَفُوا ذٰلِكَ النَّهْيَ الْأَكِيدَ، وَشَمِلَهُمْ ذٰلِكَ الذَّمُّ وَالْوَعِيدُ.

''عراق کے بعض (حنفی) فقہا نے کھلم کھلا یہ جسارت کی ہے کہ قیاس پر مشتمل حکم کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسے کی ہے کہ گویا وہ آپ ﷺ کا قول ہو اور آپ ﷺ سے منقول حدیث ہو۔ وہ (جھوٹ موٹ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایسی احادیث کی بھرمار ہے، جن کے الفاظ بول بول کر کہہ رہے ہیں کہ وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ (انہوں نے جھوٹی احادیث اس لیے بیان کیں،) کیونکہ وہ احادیث ان کے فقہا کے فتاویٰ کے موافق تھیں۔ (اس پر سہاگہ یہ کہ) ان احادیث کے الفاظ سید الانبیاء ﷺ کی فصاحت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ حنفی فقہا نے ان احادیث کی نہ صحیح سند ذکر کی، نہ محدثین کی کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ (اس بنا پر) حنفی فقہا نے (حدیث: ''جس نے جانتے بوجھتے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔'' میں مذکور) شدید ممانعت کی مخالفت کر دی اور وہ اس (حدیث میں مذکور) مذمت اور وعید کے مستحق ٹھہرے۔''

(المُفهم: 115/1)

ہدایہ کی بے سروپا روایات:

یاد رہے کہ ان روایات کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (نصب الرایۃ) نے غریب (بے اصل) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدرایۃ) نے لَمْ أَجِدْهُ (مجھے یہ حدیث نہیں

ملی)۔کہا ہے۔

۱۔قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَمَا الْحَدَثُ؟ قَالَ : مَا يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيلَيْنِ .

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: وضو کس سے ٹوٹتا ہے؟ فرمایا: جو چیز سبیلین (اگلی اور پچھلی شرمگاہ) سے نکلے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا يُعْرَفُ أَصْلًا .

''اس حدیث کی سرے سے سند ہی معلوم نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :281/1)

۲۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ فَقْدِ السِّوَاكِ يُعَالِجُ بِالْإِصْبَعِ .

''نبی کریم ﷺ کے پاس جب مسواک نہ ہوتی، تو آپ انگلی منہ میں مار لیتے۔''

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) نے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية :9/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أَرَادَ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ مِنْ جِهَةِ فِعْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی غریب سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل ثابت نہیں۔''

(البِناية في شرح الهِداية :206/1)

۳۔قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِنَّهُمَا فَرْضَانِ فِي الْجَنَابَةِ،

سُنَّتَانِ فِي الْوُضُوءِ .

''فرمان نبوی ہے: کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، جنابت (کے غسل) میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ .

''اس حدیث کی سند معلوم نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة :296/1)

٤ـإِنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً، وَقَالَ : هٰذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے وضو میں تین تین مرتبہ اعضا دھوئے اور سر کا مسح ایک مرتبہ کیا اور فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي نَسَبَهٗ إِلٰى أَنَسٍ غَرِيبٌ، وَالْعَجَبُ مِنَ الْمُصَنِّفِ ذَكَرَ هٰذَا .

''یہ جو حدیث مصنف نے انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے، بے اصل ہے۔ تعجب ہے کہ مصنف نے یہ روایت ذکر کیوں کی۔''

(البِنایة :241/1)

٥ـقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : ذَكَاةُ الْأَرْضِ يَبَسُهَا .

''فرمان نبوی ہے: زمین کی پاکی اس کا خشک ہونا ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ الْحَدِيثِ : إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا يُعْرَفُ لَهٗ إِسْنَادٌ أَصْلًا .

''محدثین کہتے ہیں: ''اس حدیث کی سرے سے سند ہی معلوم نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة :1/437)

٦۔إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کیا اور وضو نہیں کیا۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَا ذِكْرَ لَهٗ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، اس کا کتب حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔''

(البِنایة :1/260)

٧۔قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ عَدَّ الْأَحْدَاثَ جُمْلَةً : أَوْ دَسْعَةً تَمْلَأُ الْفَمَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب وضو ٹوٹنے والی چیزوں کا ذکر کیا، تو فرمایا: ''منہ بھر کر آنے والی قے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''یہ اثر بے اصل ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔''

(البِنایة :1/273)

٨۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَا وُضُوءَ عَلٰى مَنْ نَامَ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا

أَوْ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا، إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلٰى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَإِنَّهٗ إِذَا نَامَ مُضْطَجِعًا اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ .

''فرمان نبوی ہے: اس پر وضو نہیں، جو بیٹھے یا کھڑے ہوئے، رکوع یا سجدے کی حالت میں سو گیا، بلکہ وضو اس پر ہے، جو لیٹ کر سویا، کیونکہ جب انسان لیٹ کر سوتا ہے، تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية :1/280)

۹۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ .

''فرمان نبوی ہے: استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت وضو کرے گی۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُهُمْ : هٰذَا غَرِيبٌ .

''بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية :1/675)

۱۰۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : فَاغْسِلِيهِ إِنْ كَانَ رَطْبًا وَافْرُكِيهِ إِنْ كَانَ يَابِسًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر منی تر حالت میں ہو، تو اسے دھولیں اور اگر خشک ہو، تو کھرچ لیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية :713/1)

١١۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : آخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا اسْوَدَّ الْأُفُقُ .

''فرمان نبوی ہے: مغرب کا آخری وقت تب ہوتا ہے، جب اُفق میں سیاہی پھیل جائے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ روایت منقول نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :455/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ، لَمْ يَرِدْ هٰكَذَا .

''ان الفاظ سے یہ حدیث بے اصل ہے، یہ روایت اس طرح وارد نہیں ہوئی۔''

(البِناية : 26/2)

١٢۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَآخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ .

''فرمان نبوی ہے: عشاء کا آخری وقت تب ہے، جب فجر طلوع ہو جائے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ لَمْ يَرِدْ وَهُوَ غَرِيبٌ .

''اس عبارت کے ساتھ یہ حدیث وارد نہیں ہوئی، یہ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 30/2)

١٣۔قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَذَانُ الْحَيِّ يَكْفِينَا .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: محلے والی اذان ہمیں کافی ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 116/2)

١٤۔(إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ) : ...... مَا دُونَ سُرَّتِهٖ حَتّٰى يُجَاوِزَ رُكْبَتَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا پردہ ناف سے گھٹنے کے نیچے تک ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ روایت کتب حدیث میں منقول نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 784/5)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 122/2)

١٥۔قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَلْقِي عَنْكَ الْخِمَارَ يَا دَفَارِ أَتَتَشَبَّهِينَ بِالْحَرَائِرِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (لونڈی سے) فرمایا: اے کنیز! یہ خمار اُتارو، کیا تو آزاد عورتوں کے مشابہ ہونا چاہتی ہو۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ غَرِيبٌ .

''یہ اثر بے اصل ہے۔''

(البِناية : 133/2)

١٦۔أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْبَحْرِ عُرَاةً، صَلَّوْا قُعُودًا بِإِيمَاءٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب سمندر سے برہنہ حالت میں نکلے، تو انہوں نے بیٹھے بیٹھے اشارے سے نماز پڑھی۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اسے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية :301/1)

١٧۔إِنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَفَ صَلَاةَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَجَدَ وَأَدْعَمَ عَلٰى رَاحَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهٗ .

''سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، دونوں ہتھیلیوں کا سہارا لیا اور اپنی پیٹھ کو اُٹھایا۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يُعْرَفُ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَكَأَنَّ الْمُصَنِّفَ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے،شاید مصنف کو اشتباہ ہوا ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 559/2)

١٨۔رِوَايَةُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذٰلِكَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 186/2)

١٩۔قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ، وَذَكَرَ مِنْهَا التَّعَوُّذَ، وَالتَّسْمِيَةَ وَآمِينَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: چار چیزوں کو امام مخفی پڑھے:تعوذ،تسمیہ،آمین اور ربنا لک الحمد۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 196/2)

۲۰۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَأَبْدِ ضَبْعَيْكَ .

''فرمان نبوی ہے: (سجدے میں) اپنے بازوؤں کا گوشت ظاہر کیجئے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَرِدْ مَرْفُوعًا هٰكَذَا .

''یہ روایت بے اصل ہے، مرفوعًا اس طرح مروی نہیں ہے۔''

(البِناية : 246/2)

۲۱۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِذَا سَجَدَ الْمُؤْمِنُ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ، فَلْيُوَجِّهْ مِنْ أَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ .

''فرمان نبوی ہے: جب مومن سجدہ کرتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا ہر عضو سجدہ کرتا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ جتنا ہو سکے اپنے اعضا قبلہ رو رکھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 247/2)

۲۲۔إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَخْتِمُ بِالْوِتْرِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رکوع اور سجدے کی تسبیح کو) طاق پر ختم کرتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 249/2)

٢٣ـقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلّٰى خَلْفَ نَبِيٍّ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے گویا نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَيْسَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔''

(البِناية : 331/2)

٢٤ـقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَقَاءَ أَوْ رَعَفَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فَمِهٖ وَلْيُقَدِّمْ مَنْ لَّمْ يُسْبَقْ بِشَيْءٍ .

''فرمان نبوی ہے: جب آپ میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اسے قے آ جائے یا نکسیر پھوٹ جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اور غیر مسبوق (جس کی کوئی رکعت نہ رہتی ہو) کو آگے کر دے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 383/2)

۲۵۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فِي الصَّحْرَاءِ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةً .

''فرمان نبوی ہے : آپ میں سے کوئی جب صحراء میں نماز پڑھے، تو اپنے سامنے سترہ رکھ لے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 428/2)

۲٦۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلّٰى فِي الصَّحْرَاءِ أَنْ يَّكُونَ أَمَامَهٗ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ .

''فرمان نبوی ہے: کیا آپ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کرسکتا ہے کہ جب وہ صحرا میں نماز پڑھے، تو اس کے سامنے پالان کی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 429/2)

۲۷۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهٖ أَنَّهٗ كَمْ صَلّٰى فَلْيَسْتَقْبِلِ الصَّلَاةَ .

''فرمان نبوی ہے: جب آپ میں سے کسی کو نماز میں شک گزرے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے، تو اسے چاہیے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ وَلَمْ يُبَيِّنْ أَحَدٌ مِّنَ الشُّرَّاحِ حَالَ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَهٰذَا عَجِيبٌ مِّنْهُمْ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے، شارحین میں سے کسی نے اس حدیث کی حیثیت واضح نہیں کی، یہ تعجب خیز ہے۔''

(البناية : 630/2)

۲۸۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : يُصَلِّي الْمَرِيضُ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلٰى قَفَاهُ يُومِئُ إِيمَاءً، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِقُبُولِ الْعُذْرِ مِنْهُ .

''فرمان نبوی ہے: مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا، اگر سکت نہیں، تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر اتنی سکت نہیں، تو گدی کے بل اشارے سے پڑھ لے اور اگر اتنی بھی سکت نہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کر لے گا۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 639/2)

۲۹۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلسَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا

وَعَلٰی مَنْ تَلَاهَا .

''فرمان نبوی ہے: سجدہ تلاوت ہر سننے والے اور پڑھنے والے پر ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔''

(البِناية : 661/2)

٣٠۔...... هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''......سجدہ تلاوت کا یہ طریقہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔''

(البِناية : 677/2)

٣١۔عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِيقَ، وَلَا فِطْرَ، وَلَا أَضْحٰی إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ .

''فرمان نبوی ہے: جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ صرف شہر میں جائز ہے۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 195/2)

٣٢۔قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ ، فَصَلِّ بِالنَّاسِ الْجُمُعَةَ .

''فرمان نبوی ہے: جب سورج ڈھل جائے،تو لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائیں۔''

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اسے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 195/2)

٣٣۔عَن عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَأُرْتِجَّ عَلَيْهِ فَنَزَلَ وَصَلّٰى .

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ انہوں نے (خطبہ میں) الحمد للہ کہا،تو گفتگو میں الجھاؤ سا آ گیا،تو آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(البِناية : 61/3)

٣٤۔إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ لَهٗ جُبَّةُ فَنَكٍ أَوْ صُوْفٍ يَلْبَسُهَا فِي الْأَعْيَادِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فنک یا صوف کا جبہ تھا، جسے آپ عیدوں پر پہنتے تھے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 100/3)

۳۵۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعِيدَ، وَالشَّمْسُ عَلٰى قِيدِ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ .

''نبی کریم ﷺ عید کی نماز اس وقت پڑھاتے، جب سورج تقریبا ایک یا دو نیزے بلند ہوتا تھا۔''

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اسے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 211/2)

۳۶۔إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الطَّرِيقِ .

''نبی کریم ﷺ راستے میں (عید کی) تکبیرات پڑھتے تھے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 122/3)

۳۷۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَفْزَاعِ شَيْئًا فَارْغَبُوا إِلَى اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ .

''فرمان نبوی ہے: جب آپ (سورج یا چاند گرہن جیسی) پریشانی محسوس کریں، تو اللہ تعالیٰ سے رغبت کے ساتھ دعا کریں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ غَرِيبٌ .

''یہ الفاظ بے اصل ہیں۔''

(البِناية : 145/3)

٣٨۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْأَهْوَالِ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ .

''فرمان نبوی ہے: جب آپ (سورج اور چاند گرہن کی) ہولناکیاں دیکھیں، تو نماز (خسوف وکسوف) کی طرف لپکیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 147/3)

٣٩۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَاعِزٍ : اِصْنَعُوا بِهٖ كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ان کے ساتھ اسی طرح کیجئے، جیسا آپ اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہیں۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، لَا يُعْرَفُ فِي قِصَّةِ مَاعِزٍ .

''یہ حدیث منکر ہے، ماعز رضی اللہ عنہ کے قصہ میں یہ الفاظ مروی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 131/4)

٤٠۔حَدِيثُ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى اللَّوَائِي غَسَلْنَ ابْنَتَهٗ خَمْسَةَ أَثْوَابٍ .

''ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو غسل دینے

والی خواتین کو (کفن کی) پانچ چادریں پکڑائیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهَا بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 202/3)

٤١ـإِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَ بِإِجْمَارِ أَكْفَانِ ابْنَتِهٖ وِتْرًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے کفن کو طاق عدد میں خوشبو لگانے کا حکم دیا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَرِدْ هٰذَا الْوَجْهَ .

''یہ روایت بے اصل ہے، یہ اس طرح وارد نہیں ہوئی۔''

(البِناية : 204/3)

٤٢ـقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شُهَدَاءِ أُحُدٍ : زَمِّلُوهُمْ بِكُلُومِهِمْ، وَدِمَائِهِمْ، وَلَا تُغَسِّلُوهُمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے متعلق فرمایا: انہیں ان کے زخموں اور خونوں کے ساتھ ہی دفن کر دیں، نیز انہیں غسل نہ دیں۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 307/2)

٤٣ـعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ : لَا زَكَاةَ فِي مَالِ الضِّمَارِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مالِ ضمار (ایسا مال، جو غائب ہو اور اس کے ملنے کی

اُمید نہ ہو) میں زکوٰۃ نہیں۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 334/2)

٤٤۔قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِنَّمَا حَقُّنَا الْجَذْعَةُ وَالثَّنِّىٰ .

''فرمان نبوی ہے: ہمارا حق جذعہ اور ثنی ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَتَعَرَّضْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِّنَ الشُّرَّاحِ وَهُوَ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ مَنْ رَوَاهُ وَلَا مَنْ أَخْرَجَهُ .

''کسی شارح ہدایہ نے اس روایت کی طرف توجہ نہیں دی، یہ بے اصل ہے، اسے کس راوی نے روایت کیا اور کس (محدث) نے (کتاب میں) نقل کیا، معلوم نہیں؟

(البِناية : 334/3)

٤٥۔اَلتَّخْيِيرُ بَيْنَ الدِّيْنَارِ وَالتَّقْوِيمِ مَأْثُورٌ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''(گھوڑوں کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پر ایک) دینار دینے یا قیمت کا اندازہ لگا کر (ہر دوسو درہم میں سے پانچ درہم) زکوٰۃ نکالنے میں اختیار کا جواز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ غَرِيبٌ .

''یہ اثر بے اصل ہے۔''

(البِناية : 340/3)

٤٦۔قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَیْسَ فِي الْحَوَامِلِ وَالْعَوَامِلِ وَلَا فِي الْبَقَرَۃِ الْمُثِیرَۃِ صَدَقَۃٌ .

''فرمان نبوی ہے: بوجھ بردار، کھیتی باڑی میں کام آنے والے جانور اور زمین میں ہل چلانے والی گائے میں زکوۃ نہیں ہے۔''

❁ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

ھٰذَا الْحَدِیثُ بِھٰذَا اللَّفْظِ غَرِیبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 351/3)

٤٧۔قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا تَأْخُذُوا مِنْ حَزَرَاتِ أَمْوَالِ النَّاسِ أَيْ کَرَائِمِھَا وَخُذُوا مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِھِمْ .

''فرمان نبوی ہے: (زکوۃ میں) لوگوں کے عمدہ ترین اموال نہ لیں، بلکہ ان کے درمیانے اموال لیں۔''

❁ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

ھٰذَا الْحَدِیثُ بِھٰذَا اللَّفْظِ غَرِیبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 353/3)

٤٨۔قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یُقَوِّمُھَا فَیُؤَدِّيَ مِنْ کُلِّ مِائَتَيْ دِرْھَمٍ خَمْسَۃَ دَرَاھِمَ .

''فرمان نبوی ہے: وہ سامان تجارت کی قیمت کا اندازہ لگائے گا اور ہر دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے گا۔''

۞ علامہ عینی حنفی ﷫ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ مَنْ رَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''یہ حدیث بے اصل ہے، معلوم نہیں کہ یہ روایت کس صحابی نے بیان کی ہے۔''

(البِناية: 383/3)

٤٩۔قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَإِنْ أَعْيَاكُمْ فَالْعُشْرُ.

''سیدنا عمر ﷜ کا فرمان ہے: اگر (حربی سے خراج کے متعلق) آپ پر معاملہ مشتبہ ہو جائے، تو اس سے دسواں حصہ وصول کر لیں۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی ﷫ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفَةِ.

''حدیث کی کسی معروف کتاب میں سیدنا عمر ﷜ سے یہ قول مروی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية: 851/2)

۞ علامہ عینی حنفی ﷫ فرماتے ہیں:

قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا غَرِيبٌ.

''عمر ﷜ کا یہ قول غریب ہے۔''

(البِناية: 397/3)

٥٠۔إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَ الْخُمُسَ مِنَ الْعَنْبَرِ.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عنبر (خوشبو، جو دریا سے نکلتی ہے) پر خمس وصول کیا۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ .

''یہ روایت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بے اصل ہے۔''

(البناية : 414/3)

٥١۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ .

''فرمان نبوی ہے: زمین جو کچھ بھی اُگاتی ہے، اس میں عشر ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 420/3)

٥٢۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا بَنِي هَاشِمٍ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ غُسَالَةَ النَّاسِ وَأَوْسَاخَهُمْ، وَعَوَّضَكُمْ مِنْهَا بِخُمُسِ الْخُمُسِ .

''فرمان نبوی ہے: بنو ہاشم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر لوگوں کی میل کچیل (زکوۃ) حرام کردی ہے اور اس کے بدلے آپ کے لیے خمس میں سے ایک حصہ رکھا ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 471/3)

٥٣۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَاعُنَا أَصْغَرُ الصِّيعَانِ .

''فرمان نبوی ہے: ہمارا صاع سب سے چھوٹا ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 500/3)

٥٤۔إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ بَعْدَ مَا شَهِدَ الْأَعْرَابِيُّ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ : أَلَا مَنْ أَكَلَ فَلَا يَأْكُلُ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلْيَصُمْ .

''ایک اعرابی نے شہادت دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کھا لیا، وہ دن کے بقیہ حصے میں مت کھائے اور جس نے نہیں کھایا، وہ روزہ جاری رکھے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يُعْرَفُ .

''اس حدیث کی سند معلوم نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 892/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 8/4)

٥٥۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يُصَامُ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا تَطَوُّعًا .

''فرمانِ نبوی ہے: جس دن کے متعلق شک ہو کہ یہ رمضان ہے (یا نہیں) اس دن روزہ نہیں رکھا جا سکتا، البتہ نفلی روزہ رکھا جا سکتا ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 17/4)

٥٦۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''فرمانِ نبوی ہے: کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔''

(البِناية : 86/4)

٥٧۔حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ مِنْ مُعْتَكَفِهِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ .

''حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتکف سے صرف انسانی ضرورت کے لیے نکلتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 4/126)

٥٨۔إِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُلَبُّونَ فِي هٰذِهِ الْأَحْوَالِ .

''اصحاب رسول ان تمام احوال میں تلبیہ کہا کرتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 4/189)

٥٩۔كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ إِذَا لَقِيَ الْبَيْتَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بیت اللہ کے پاس جاتے، تو بسم اللہ واللہ اکبر کہا کرتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 191/4)

٦٠۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ .

''فرمان نبوی ہے: طواف کرنے والا سات چکروں کے بعد دو رکعت ادا کرے۔''

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 200/4)

٦١۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ وَاسْتَوٰى عَلٰى نَاقَتِهٖ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بَيْنَ يَدَيْهِ .

''نبی کریم ﷺ جب (خطبہ حج کے لیے) نکلے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، تو آپ کے سامنے مؤذن نے اذان کہی۔''

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 215/4)

٦٢۔قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتَقْبَلْتَ .

''فرمان نبوی ہے: پڑاؤ کے لیے بہترین جگہیں وہ ہیں، جو قبلہ رخ ہوں۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 221/4)

٦٣ـ وَقَفَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى قُزَحٍ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قزح پہاڑ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ يَعْنِي لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ روایت غریب یعنی بے اصل ہے۔''

(البِناية : 228/4)

٦٤ـإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ تَعَشّٰى ثُمَّ أَفْرَدَ الْإِقَامَةَ لِلْعِشَاءِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی، شام کا کھانا تناول فرمایا اور پھر نماز عشاء ادا فرمائی۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 230/4)

٦٥۔قَالَ : إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَرْمِيَ، ثُمَّ نَذْبَحَ ثُمَّ نَحْلِقَ .

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن ہم سب سے پہلے کنکریاں ماریں گے، پھر قربانی کریں گے اور پھر حلق کریں گے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 245/4)

٦٦۔فِي الْحَدِيثِ : أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا .

''حدیث میں ہے کہ قربانی کا افضل دن پہلا ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا اللَّفْظُ مَرْفُوعًا .

''مرفوع روایت میں یہ الفاظ مروی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1046/3)

٦٧۔حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَفْضَلُ التَّضْحِيَةِ أَوَّلَ أَيَّامِهَا .

''سب سے افضل قربانی پہلے دن کی ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا، يَعْنِي لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ حدیث بالکل بے اصل یعنی غیر ثابت ہے۔''

(البِناية : 252/4)

٦٨ـإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى النِّسَاءَ عَنِ الْحَلْقِ، وَأَمَرَهُنَّ بِالتَّقْصِيرِ .

''نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو حلق کرانے سے منع فرمایا اور قصر کا حکم دیا۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 273/4)

٦٩ـقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ أَحْرَمَ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے ہدی کو قلادہ (ہار) پہنایا، وہ حالت احرام میں چلا گیا۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔''

(البِناية : 275/4)

٧٠ـقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلْقِرَانُ رُخْصَةٌ .

''حج قران (عمرہ اور حج ایک ہی احرام کے ساتھ کرنا) رخصت ہے۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 282/4)

۷۱۔عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ أَمَرَ فِي مِثْلِهٖ بِذِبْحِ الشَّاةِ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ انہوں نے اس شخص کو (جو حج قران کرتا ہے، مگر نہ اس کے پاس ہدی ہے اور نہ وہ عید الاضحیٰ تک روزے رکھ سکا۔) حکم دیا کہ وہ بکری ذبح کرے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غَرِيبٌ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 297/4)

۷۲۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَادْفَعُوا بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غروب آفتاب کے بعد (عرفہ سے) واپس لوٹیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 363/4)

۷۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلضَّبُعُ صَيْدٌ وَفِيهِ الشَّاةُ .

''فرمان نبوی ہے: بجو شکار ہے اور (محرم اس کا شکار کرے، تو) اس پر بطور دَم بکری ذبح کرنا ضروری ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 399/4)

٧٤ـعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَتَلَ سَبُعًا وَأَهْدٰى كَبْشًا، وَقَالَ : إِنَّا ابْتَدَأْنَاهُ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ایک درندے کو قتل کیا اور اس پر ایک مینڈھا بطور دم قربان کیا اور فرمایا: اس درندے کو مارنے میں ہم نے ابتدا کی۔ (اس نے ہم پر حملہ نہیں کیا کہ ہم نے اسے بچاؤ کے لیے مارا ہو۔)''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اثر مروی نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1139/3)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 400/4)

٧٥ـقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْعُمْرَةُ فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الْحَجِّ .

''فرمان نبوی ہے: عمرہ بھی حج کی طرح ایک فریضہ ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 462/4)

٧٦ـقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلْحَجُّ فَرِيضَةٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ .

''فرمان نبوی ہے: حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔''

(البِناية : 464/4)

٧٧ـقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ مَاتَ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ، كُتِبَ لَهٗ حَجَّةٌ مَّبْرُورَةٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ .

''فرمان نبوی ہے: جو حج کے لیے جاتے ہوئے راستے میں فوت ہوگیا، اس کے لیے ہر سال حج مبرور کا ثواب لکھا جائے گا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 481/4)

٧٨ـقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ .

''فرمان نبوی ہے: گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 12/5)

٧٩۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْمَعَنَّ مَاءَهٗ فِي رَحْمِ أُخْتَيْنِ .

''فرمان نبوی ہے: جواللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ (ایک ہی وقت میں) دو بہنوں سے (نکاح کرکے) تعلق قائم نہ کرے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 26/5)

٨٠۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ .

''فرمان نبوی ہے: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کریں، سوائے ان کی عورتوں سے نکاح کے اور ان کے ذبیحے کھانے کے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 45/5)

۸۱۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ فَقَدْ رَضِيَتْ .

''فرمان نبوی ہے: کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے متعلق مشورہ کیا جائے گا، اگر وہ خاموش رہے، تو گویا وہ راضی ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 81/5)

۸۲۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ .

''فرمان نبوی ہے: شوہر دیدہ عورت سے مشاورت کی جائے گی۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 86/5)

۸۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِلَّا مَنْ أَرْبٰى فَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ عَهْدٌ .

''فرمان نبوی ہے: جس ذمی نے سود لیا، تو ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ نہیں رہا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 203/5)

٨٤۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاءِ .

''فرمان نبوی ہے: طلاق کا وقوع مردوں سے ہوتا ہے اور عدت عورتیں گزارتی ہیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔''

(البِناية : 303/5)

٨٥۔قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوجَ عَلَى السُّرُوجِ .

''فرمان نبوی ہے: ان عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے، جو (بلاضرورت سفر کے لیے) زینوں پر بیٹھتی ہیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 312/5)

٨٦۔قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَلَفَ بِطَلَاقٍ أَوْ عِتَاقٍ وَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُتَّصِلًا فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے طلاق دیتے ہوئے یا غلام آزاد کرتے ہوئے قسم اُٹھائی اوراس کے متصل بعد ان شاء اللہ کہہ دے، تو وہ حانث نہیں ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 433/5)

٨٧۔عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَإِنَّهُ قَالَ : عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ ثَلَاثُ حِيَضٍ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُم ولد لونڈی کی عدت تین حیض ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 605/5)

٨٨۔قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَلسِّرُّ النِّكَاحُ .

''فرمان نبوی ہے: (سورت بقرہ: ۲۳۵ میں موجود لفظِ) سر سے مراد نکاح ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 625/5)

٨٩۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ .

''فرمان نبوی ہے: جن معاملات میں مرد نظر نہیں کر سکتے، ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ لَا يُعْرَفُ .

''یہ الفاظ مروی نہیں ہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1441/3)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 639/5)

٩٠۔قَوْلُهٗ : رِيقُهَا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ شَهْدٍ وَّعَسَلٍ عِنْدَكَ يَا عُمَرُ .

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! اس بچے کے لیے ماں کا تھوک آپ کے شہد سے بہتر ہے۔

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 645/5)

۹۱۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَلَفَ كَاذِباً أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے جھوٹی قسم اُٹھائی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 112/6)

۹۲۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ نَذَرَ وَسَمّٰى فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِمَا سَمّٰى .

''جس نے نذر مانی اور نذر کو مقید کیا، تو اس پر مقید نذر پوری کرنا ضروری ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 142/6)

۹۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّ فِي يَمِينِهِ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے کوئی قسم اُٹھائی اور ان شاء اللہ کہا، تو وہ اپنی قسم میں

گناہ گار نہ ہوگا۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 144/6)

٩٤ـقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي قَذَفَ امْرَأَتَهُ : اِئْتِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ يَشْهَدُونَ عَلٰى صِدْقِ مَقَالَتِكَ .

''نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا، جس نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی: چار گواہ پیش کیجئے، جو آپ کے دعویٰ کی سچائی پر گواہی دیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 258/6)

٩٥ـإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ طَرَدَ مَاعِزًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَتّٰى تَوَارٰى بِحِيطَانِ الْمَدِينَةِ .

''نبی کریم ﷺ نے ماعز رضی اللہ عنہ کو ہر اقرار پر واپس بھیجا، یہاں تک وہ مدینہ کی دیوار کے پیچھے چھپ گئے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 264/6)

٩٦۔إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُّقِيمَ الْحَدَّ كَسَرَ ثَمْرَتَهٗ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب حد قائم کرتے،تو کوڑے کی گرہ لگی طرف کو توڑ لیتے تھے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البناية : 272/6)

٩٧۔إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدود لگاتے وقت بدن سے کپڑا ہٹانے کا حکم دیتے تھے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البناية : 273/6)

٩٨۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلَّذِي أَمَرَهٗ بِضَرْبِ الْحَدِّ : اِتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيرَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا، جس پر حد لگانے کا حکم دیا تھا: چہرے اور شرمگاہ پر مارنے سے پرہیز کرنا۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے مرفوع منقول نہیں ہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 133/4)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 274/6)

٩٩ـقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَرْبَعٌ إِلَى الْوُلَاةِ، وَذَكَرَ مِنْهَا الْحُدُودَ .

''فرمان نبوی ہے: چار اُمور امراء کے سپرد ہیں، ان میں سے ایک حدود کا نفاذ ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 280/6)

١٠٠ـقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِدْرَؤُوا الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ .

''فرمان نبوی ہے: شبہات کے ہوتے ہوئے حدود کا نفاذ روک دیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 295/6)

۱۰۱۔مَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ، وَقَالَتِ النِّسَاءُ : أَنَّهَا زَوْجَتُكَ فَوَطِئَهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ قَضٰى بِذٰلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''جس شخص کے پاس اس کی بیوی کے علاوہ کوئی اور عورت زفاف کے لیے لائی گئی، عورتوں نے کہا: یہی آپ کی بیوی ہے اور اس شخص نے ہم بستری کر دی، تو اس پر کوئی حد نہیں، اس پر مہر ضروری ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا تھا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 304/6)

۱۰۲۔يُرْوٰى : تُذْبَحُ الْبَهِيمَةُ وَتُحْرَقُ .

''حدیث میں مروی ہے: (جس جانور سے وطی کی جائے، اس) جانور کو ذبح کر دیا جائے اور جلا دیا جائے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِهٰذَا اللَّفْظِ الْغَرِيبِ .

''یہ حدیث ان بے اصل الفاظ سے مروی ہے۔''

(البِناية : 312/6)

۱۰۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

''فرمان نبوی ہے: دار الحرب میں حدود نافذ نہ کی جائیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 313/6)

۱۰٤۔قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَإِنْ وَجَدْتُمْ رَائِحَةَ الْخَمْرِ فَاجْلِدُوهُ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اگر آپ کسی شخص (کے منہ) سے شراب کی بدبو محسوس کریں، تو اسے کوڑے لگائیں۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 351/6)

۱۰۵۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْخَالُ أَبٌ .

''فرمان نبوی ہے: ماموں والد کے قائم مقام ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث کتب حدیث میں منقول نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 185/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 376/6)

١٠٦۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ .

''فرمان نبوی ہے: پرندوں (کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوع منقول نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهداية : 195/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔''

(البِناية : 16/7)

١٠٧۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : لَا قَطْعَ فِي الطَّعَامِ .

''فرمان نبوی ہے: (جو کھانا جلد خراب ہو جاتا ہے، اس) کھانے (کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 17/7)

۱۰۸۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ فَإِذَا أَوَاهُ الْجَرِينُ أَوِ الْجَرَانُ قُطِعَ .

''فرمان نبوی ہے: پھل اور کھجور کے شگوفے (کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اگر کھلیان میں محفوظ کیے گئے ہوں، تو (اس کی چوری پر) ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 18/7)

۱۰۹۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا غُرْمَ عَلَى السَّارِقِ بَعْدَمَا قُطِعَتْ يَمِينُهٗ .

''فرمان نبوی ہے: چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کے بعد اس پر (مسروقہ مال کی واپسی کی) کوئی چٹی نہیں ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔''

(البِناية : 71/7)

۱۱۰۔قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : إِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَائُهُمْ

كَدِمَائِنَا، وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: یہ کفار جزیہ دینے پر اس لیے آمادہ ہوئے، تاکہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں اور ان کے مال ہمارے مال کی طرح ہو جائیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 102/7)

١١١۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الصِّبْيَانِ وَالذَّرَارِيِّ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ میں) بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 110/7)

١١٢۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ السَّلَاحِ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَحَمْلِهِ إِلَيْهِمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حرب کو اسلحہ فروخت کرنے اور (فروخت کے لیے) ان کی طرف اسلحہ اُٹھا کر لے جانے سے منع فرمایا ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 119/7)

۱۱۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَانُ الْعَبْدِ أَمَانٌ .

''فرمان نبوی ہے: غلام کی امان بھی امان ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ .

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 228/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 126/7)

۱۱۴۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ، وَحَلِيفُهُمْ مِنْهُمْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قوم کا غلام ان ہی میں سے ہے، ان کا حلیف بھی ان ہی میں سے شمار ہوگا۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : وَحَلِيفُهُمْ مِنْهُمْ، فَلَا يُعْرَفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ .

''فرمان نبوی: ''قوم کا حلیف ان میں سے شمار ہوگا۔'' یہ زائد الفاظ کتب حدیث

میں منقول نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 641/5)

۱۱۵۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ذَبْحِ الشَّاةِ إِلَّا لِمَأْکَلَةٍ .

''نبی کریم ﷺ نے کھانے کے علاوہ کسی مقصد کے لیے بکری ذبح کرنے سے منع فرمایا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِیبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 137/7)

۱۱۶۔قَوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلْغَنِیمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ .

''فرمان نبوی ہے: مال غنیمت کا حق دار وہ ہے، جو معرکہ میں حاضر ہو۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا یُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِیثُ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوع منقول نہیں ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 238/4)

۱۱۷۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْغَنِیمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

''نبی ﷺ نے دار الحرب میں مال غنیمت کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا يُعْرَفُ .

''یہ حدیث منکر ہے، یہ بے اصل ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 237/4)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 139/7)

۱۱۸۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ سوار کو (مال غنیمت میں سے) دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 158/7)

۱۱۹۔قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ .

''فرمان نبوی ہے: (مال غنیمت سے) گھوڑ سوار کے لیے دو حصے اور پیادہ کے لیے ایک حصہ ہے۔''

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ، وَلَا يُعْرَفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 245/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 159/7)

۱۲۰۔إِنَّ الْبَرَاءَ بْنَ أَوْسٍ قَادَ فَرَسَيْنِ فَلَمْ يُسْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لِفَرَسٍ .

''سیدنا براء بن اوس رضی اللہ عنہ نے دو گھوڑے جنگ میں شریک کیے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت سے) انہیں ایک ہی گھوڑے کا حصہ دیا۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''کتب حدیث میں یہ حدیث منقول نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 247/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 162/7)

۱۲۱۔قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَإِنْ وَثَبَ مِنْ سَطْحٍ فَثَبْ مَعَهٗ .

''(دوخرید وفروخت کرنے والوں کے متعلق) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: (ان میں سے ایک) اگر چھت سے کود جائے، تو آپ بھی ساتھ کود جائیں، (ورنہ دونوں کے الگ ہونے کی وجہ سے بیع منعقد ہو جائے گی)۔''

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ صِحَّةُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''یہ اثر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح منقول نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 445/4)

۱۲۲۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : فَاوِضُوا فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْبَرْكَةِ .

''فرمان نبوی ہے: مشاورت کریں، یہ بہت زیادہ برکت کا باعث ہے۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ حدیث بے سند اور بے اصل ہے۔''

(البِناية : 377/7)

۱۲۳۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الرِّبْحُ عَلٰى مَا شَرَطَا وَالْوَضِيعَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَالَيْنِ .

''فرمان نبوی ہے: (شراکت کے ساتھ کاروبار کرنے والوں میں) نفع کا تناسب وہ ہوگا، جو دونوں نے طے کیا ہے، جبکہ نقصان دونوں کے مال کی مقدار کے مطابق ہوگا۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا وَلَيْسَ لَهُ أَصْلٌ .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔''

(البِناية : 398/7)

١٢٤۔قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : وَطَلْحَةُ حَبَسَ دُرُوعَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''فرمان نبوی ہے: طلحہ نے اپنی زرہیں اللہ کے رستے میں وقف کر دی ہیں۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا وَلَيْسَ لَهُ أَصْلٌ .

''یہ حدیث بالکل بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔''

(البِناية : 439/7)

١٢٥۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ صَدَقَتِهِ .

''نبی کریم ﷺ اپنے (وقف کردہ) صدقہ سے کھا لیتے تھے۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔''

(البِناية : 448/7)

١٢٦۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ .

''فرمان نبوی ہے: جب اجناس بدل جائیں، تو جیسے مرضی بیچ سکتے ہو۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 18/8)

١٢٧۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنِ اشْتَرٰى أَرْضًا فِيهَا نَخْلٌ فَالثَّمْرَةُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے رقبہ خریدا، اس میں کھجور کے باغات تھے، تو وہ پھل فروخت کرنے والے کا ہوگا، الا یہ کہ خریدنے والا شرط لگا لے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 34/8)

١٢٨۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهٗ أَجَازَ الْخِيَارَ إِلٰى شَهْرَيْنِ .

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے دو مہینے تک (بیع کو واپس کرنے کے) اختیار کی اجازت دی۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 50/8)

١٢٩۔نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَبَلِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے حمل اور حمل کے حمل کی بیع کرنے سے منع فرمایا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذِهِ اللَّفْظَةِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 147/8)

١٣٠۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ الْهِجْرَةَ ابْتَاعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعِيرَيْنِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَلِّنِي أَحَدَهُمَا، فَقَالَ : هُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، فَقَالَ : أَمَّا بِغَيْرِ ثَمَنٍ فَلَا .

''جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے، تو نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا: ایک مجھے دے دیجئے۔ عرض کیا: ایک اونٹ آپ کا ہوا، بغیر معاوضہ کے۔ فرمایا: بغیر قیمت کے تو میں نہیں لوں گا۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ مُنْكَرٌ لَا يُعْرَفُ .

''یہ الفاظ منکر ہیں، معروف نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 395/4)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 148/8)

١٣١۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : جَيِّدُهَا وَرَدِيئُهَا سَوَاءٌ .

''فرمان نبوی ہے: (ربوی اشیا میں) عمدہ اور ردی مال برابر ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 267/8)

١٣٢۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

''فرمان نبوی ہے: دار الحرب میں مسلمان اور کافر حربی کے درمیان (خرید وفروخت میں) کوئی سود نہیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ مُسْنَدٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔''

(البِناية : 299/8)

١٣٣۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْإِنْسَانِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ .

''نبی کریم ﷺ نے اس چیز کی بیع کرنے سے منع فرمایا، جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو، البتہ اُدھار چیز کی بیع کی اجازت دی۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 329/8)

١٣٤ـإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ .

''نبی ﷺ نے شکار اور رکھوالی والے کتے کے علاوہ ہر کتے کی بیع سے منع فرمایا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البناية : 380/8)

١٣٥ـالْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ كَانُوا يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ لِفَصْلِ الْخُصُومَاتِ .

''خلفائے راشدین جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے مساجد میں بیٹھتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 20/9)

١٣٦۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَازَ شَهَادَةَ النَّصَارٰى بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ .

''نبی کریم ﷺ نے نصاریٰ کو آپس میں گواہی دینے کی اجازت دی ہے۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں۔''

(البِناية : 153/9)

١٣٧۔قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَا يَجُوزُ عَلٰى شَهَادَةِ رَجُلٍ إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ایک مرد کی گواہی کے خلاف (کم از کم) دو مردوں کی گواہی جائز ہے۔''

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ، يَعْنِي لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ قول غریب یعنی غیر ثابت ہے۔''

(البِناية : 186/9)

١٣٨۔قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : إِذَا أَقَرَّ الْمَرِيضُ بِدَيْنٍ جَازَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ تَرِكَتِهٖ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جب مریض نے قرض کا اقرار کیا، تو یہ اس پر

تمام متروکہ مال میں بھی جائز ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ ...... وَأَيْضًا نِسْبَتُهٗ إِلٰى عُمَرَ غَيْرُ صَحِيحٍ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔ ...... اس قول کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں۔''

(البِناية : 471/9)

١٣٩۔أَثَرُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّهٗ صَالَحَ تُمَاضِرَ امْرَأَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ رُبُعِ ثُمُنِهَا عَلٰى ثَمَانِينَ أَلْفَ دِينَارٍ .

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ انہوں نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ ''تماضر'' کے آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسی ہزار دینار پر صلح کرائی۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 38/10)

١٤٠۔أَشَدُّ الصَّبِيِّ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، هٰكَذَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بچہ بارہ سال کی عمر میں سن رشد کو پہنچ جاتا ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية :112/11)

١٤١۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلزَّارِعُ يُتَاجِرُ رَبَّهٗ .

''فرمان نبوی ہے: کاشت کار اپنے رب سے تجارت کرتا ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ ، وَهُوَ غَرِيبٌ جِدًّا .

''اس حدیث کی کوئی سند نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية :136/11)

١٤٢۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلشُّفْعَةُ لِشَرِيكٍ لَمْ يُقَاسِمْ .

''فرمان نبوی ہے: شفعہ کا حق اس حصہ دار کو ہوگا، جس نے مال تقسیم نہیں کیا۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية :275/11)

١٤٣۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَا شُفْعَةَ إِلَّا فِي رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ .

''فرمان نبوی ہے: شفعہ صرف گھر اور دیوار میں ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا اللَّفْظُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ الفاظ کتب احادیث میں منقول نہیں ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 695/5)

١٤٤۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلْمُسْلِمُ يَذْبَحُ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى سَمّٰى أَوْ لَمْ يُسَمِّ .

''فرمان نبوی ہے: مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام پر ذبح کرتا ہے، چاہے وہ بسم اللہ پڑھے، یا نہ پڑھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة :537/11)

١٤٥۔قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ : جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام الگ ذکر کریں (کسی کے ساتھ ملا کر ذکر نہ کریں)۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَّمْ يَثْبُتْ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''یہ روایت بے اصل ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔''

(البِنایة :548/11)

١٤٦۔رَوٰى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهٗ قَالَ : مَا نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ فَكُلُوا، وَمَا لَفَظَهُ الْمَاءُ فَكُلُوا، وَمَا طَفَا فَلَا تَأْكُلُوا .

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (سمندری) جانور پر پانی خشک ہو جائے، اسے کھا لیں، جسے پانی باہر پھینک دے، اسے بھی کھائیں اور جو (مرکر) پانی کی سطح پر آ جائے، اسے مت کھائیں۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية: 609/11)

١٤٧۔رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمْ قَالُوا: أَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ، أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا .

''سیدنا عمر، سیدنا علی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: قربانی کے تین دن ہیں، ان میں افضل پہلا دن ہے۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے ''غریب جدا'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية: 213/4)

١٤٨۔إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَافِحُ الْعَجَائِزَ .

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کر لیا کرتے تھے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔''

(البِناية: 133/12)

١٤٩۔إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَأْجَرَ عُجُوزًا لِتَمَرُّضِهٖ وَكَانَتْ تَغْمِزُ رِجْلَيْهِ وَتُفَلِّي رَأْسَهٗ .

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی دیکھ بھال کے لیے ایک بوڑھی عورت مزدوری پر رکھی ہوئی تھی، وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاؤں کی مالش کرتیں اور جوئیں نکالتی تھیں۔''

۞ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا أَيْضًا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔''

(البناية : 133/12)

١٥٠۔رَوٰى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهٗ قَالَ : اَلرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھٹنا بھی پردے میں شامل ہے۔''

۞ **علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَا يُعْرَفُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ .

''یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 784/5)

۞ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لٰكِنَّ الْحَدِيثَ غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔''

(البِناية : 142/12)

١٥١۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَنْ آجَرَ أَرْضَ مَكَّةَ فَكَأَنَّمَا أَكَلَ الرِّبَا .

''فرمان نبوی ہے: جس نے مکہ کی زمین کو کرایہ پر دیا، گویا اس نے سود کھایا۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غیر معروف'' قرار دیا ہے۔

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 801/5)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ سے یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 230/12)

١٥٢۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَكَّةُ حَرَامٌ لَا تُبَاعُ رِبَاعُهَا وَلَا تُورَثُ .

''فرمان نبوی ہے : مکہ حرم ہے، اس کی زمین کو بیچا نہیں جا سکتا اور نہ اس کا وارث بنا جا سکتا ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غیر معروف'' قرار دیا ہے۔

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 801/5)

١٥٣۔إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعَثَ عَتَّابَ بْنَ أَسِيدٍ إِلٰى مَكَّةَ، وَفَرَضَ لَهٗ، وَبَعَثَ عَلِيًّا إِلَى الْيَمَنِ، وَفَرَضَ لَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اَسید کو مکہ کی طرف بھیجا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا، ان کا بھی وظیفہ مقرر کیا۔''

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 286/4)

١٥٤۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَا أَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيْسِرٌ .

''فرمان نبوی ہے: جو چیز بھی آپ کو ذکر الٰہی سے مشغول کر دے، وہ جوا ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا .

''یہ حدیث مرفوعاً مروی نہیں ہے۔''

(التّنبیه علی مشكلات الهداية : 806/5)

١٥٥۔عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَا أَسْكَرَ الْجَرَّةُ مِنْهُ فَالْجَرْعَةُ مِنْهُ حَرَامٌ .

''فرمان نبوی ہے: جس چیز کے مٹکے سے نشہ پیدا ہو، اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔''

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ رِوَايَةٌ غَرِيبَةٌ بِهٰذِهِ اللَّفْظَةِ .

''ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 381/12)

١٥٦۔إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَلَسَ عَلٰى مِرْفَقَةِ حَرِيرٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ریشم کے تکیہ پر بیٹھے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ الفاظ کتب حدیث میں منقول نہیں ہیں۔''

(التّنبیه علی مشكلات الهداية : 777/5)

١٥٧۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : اَلصَّيْدُ لِمَنْ أَخَذَهٗ .

''فرمان نبوی ہے: شکار اسی کا ہے، جس نے اسے پکڑا ہو۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ أَجِدْهُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، یہ مجھے کتب حدیث میں نہیں ملی۔''

(البِناية : 458/12)

١٥٨۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَنْ شَهَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ سَيْفًا فَقَدْ أَحَلَّ دَمَهٗ .

''فرمان نبوی ہے: جس نے مسلمانوں پر تلوار سونتی، اس کا خون حلال ہو گیا۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 104/13)

١٥٩۔عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : لَا قِصَاصَ فِي عَظْمٍ إِلَّا فِي السِّنِّ .

''سیدنا عمر اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: دانت کے علاوہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا النَّقْلُ الْمَذْكُورُ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

''سیدنا عمر اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہ نقل مروی نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 5/883)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ غَرِيبٌ .

''یہ الفاظ بے اصل ہیں۔''

(البِناية : 13/111)

١٦٠۔قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : لَا قِصَاصَ فِي الْعَظْمِ .

''فرمان نبوی ہے: ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ ...... الْحَدِيثُ الْمَنْسُوبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردہ حدیث بھی (باسند) مروی نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 5/883)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ وَلَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت بے اصل اور بے ثبوت ہے۔''

(البناية : 112/13)

١٦١۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ أَبِي مُوْسٰى : وَفِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ .

''حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں فرمان نبوی ہے: ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي مُوسٰى .

''یہ حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 900/5)

١٦٢۔عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَضٰى بِجِنَايَةِ الْمُدَبَّرِ عَلٰى مَوْلَاهُ .

''سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مدبر غلام کا تاوان اس کے مالک کے ذمہ ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْأَثَرُ أَيْضًا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ اثر کتب حدیث میں منقول نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 914/5)

١٦٣۔عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدِّيَةِ فِي قَتِيلٍ بِعَشْرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتول کی دیت میں دس ہزار درہم کا فیصلہ کیا۔''

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث کتب حدیث میں منقول نہیں ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 899/5)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 167/13)

١٦٤۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي النَّفْسِ الدِّيَةُ، وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ .

''فرمان نبوی ہے: قتل پر دیت ہے، زبان کاٹنے پر دیت ہے، ناک کا اندرونی نرم حصہ پر دیت ہے۔''

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 174/13)

١٦٥۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْقِصَاصِ فِي الْمُوضِحَةِ .

''نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ جس زخم سے نیچے کی ہڈی نظر آنے لگے، اس پر قصاص ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 189/13)

١٦٦۔قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَعْقِلُ الْعَوَاقِلُ عَمْدًا .

''فرمان نبوی ہے: قتل عمد کی دیت ورثا نہیں دیں گے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ مَّرْفُوعٌ .

''یہ مرفوع حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 213/13)

١٦٧۔إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي الْجَنِينِ غُرَّةُ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قِيمَتُهُ خَمْسُمِائَةٍ .

''فرمان نبوی ہے: جنین (حمل) پر ایک غلام یا لونڈی کا تاوان ہے، جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ مُنْكَرٌ . ''یہ الفاظ منکر ہیں۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهداية : 906/5)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ . ''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 219/13)

١٦٨۔إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَعَلَ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِي سَنَةٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کی ادائیگی کرنے والے وارث کو ایک سال کے اندر اندر دیت ادا کرنے کی مہلت دی۔''

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ . ''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 221/13)

١٦٩۔ ...... يَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ دِيَةِ الْآخِرِ لِمَا رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''...... ہر ایک کے ورثا پر دوسرے کی دیت کا نصف ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔''

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ . ''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 260/13)

نیز فرمایا:

حَدِيثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، الْمَذْكُورُ غَرِيبٌ، يَعْنِي

لَمْ يَثْبُتْ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت غریب یعنی غیر ثابت ہے۔''

(البِناية : 261/13)

۱۷۰۔قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ : لَا يُعْقَلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ صَبِيٌّ وَّلَا امْرَأَةٌ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: دیت دینے والے ورثا کے ساتھ بچے اور عورت سے دیت نہیں لی جائے گی۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''یہ اثر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهداية : 936/5)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ . ''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 373/13)

۱۷۱۔جَاءَ فِي الْحَدِيثِ : الْحَيْفُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ .

''حدیث میں آیا ہے: وصیت میں ظلم وزیادتی کرنا اکبرالکبائر میں سے ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ لَا يُعْرَفُ . ''یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهداية : 940/5)

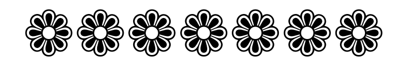
۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے ''غریب'' کہا ہے۔

(نصب الرّایة : 401/4)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِیثُ لَمْ یَثْبُتْ . ''یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

(البِنایة : 392/13)



دعائے انس رضی اللہ عنہ

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان، (ظالم) بادشاہ اور درندوں کے شر سے بچنے کے لیے مجھے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِي وَدِينِي، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِي رَبِّي، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ، بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ، وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي، لَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا، أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ، الَّذِي لَا يُعْطِيهُ أَحَدٌ غَيْرُكَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، اجْعَلْنِي فِي عِيَاذِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ سُلْطَانٍ، وَمِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْتَرِسُ بِكَ مِنْ شَرِّ جَمِيعِ كُلِّ ذِي شَرٍّ خَلَقْتَهٗ، وَأَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ، وَأُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيَّ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ﴾(الإخلاص)، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَمِينِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَسَارِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ فَوْقِي مِثْلَ ذٰلِكَ.

(عمل اليوم والليلة لابن السُّني : 346)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابان بن ابی عیاش ''متروک وکذاب'' ہے۔

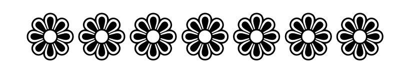
② بشر بن سلم کوفی کو امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 356/2)

اس حدیث کی دوسری سند (الدعا للطبرانی:۱۰۵۹) مجہول راویوں کی بیان کردہ ہے۔

تنبیہ:

حجاج بن یوسف اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مابین مکالمہ اور حجاج کا سیدنا انس کے کندھوں پر دو شیر دیکھنا وغیرہ بے سند اور جھوٹا واقعہ ہے۔



باب ثالث

علوم القرآن

قرآن کریم کے متعلق چند احکام ومسائل

فارسی میں قرآن مجید؟

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے صوت وحروف کے ساتھ عربی میں کلام کیا ہے۔ اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ نماز میں قرآن کریم کی قرأت فارسی میں کی جاسکتی ہے، یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے منافی ہے۔ اس میں واضح الحاد ہے اور اسلام کا انہدام ہے۔ قرآن وحدیث اور اسلاف امت کی مخالفت ہے۔ یہ نظریہ جہمیہ، کلابیہ، اشاعرہ اور معتزلہ سے مستعار ہے۔ اسی نظریہ کی بنا پر بعض نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ابجد (۷۸۶) نکال لیے ہیں، جبکہ یہ صریح کفر ہے اور بدعت مکفرہ ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کے الفاظ ومعانی پر پہرہ دے۔ کسی دوسری زبان میں قرآن متعارف کرانا، اس سے لازم آئے گا کہ کئی قرآن ہیں، جبکہ قرآن ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان علما کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنھوں نے اس نظریہ کو زندیقیت سے تعبیر کیا ہے اور اسے پاگلوں کا فعل قرار دیا ہے۔

۞ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : إِنِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقَرَأَ بِهَا وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عربی جاننے کے باوجود اگر کوئی فارسی میں نماز شروع کرے اور فارسی میں ہی قرأت کرے، تو اسے کفایت کرے گا۔''

(الأصل :15/1)

۞ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهٗ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''عربی جاننے کے باوجود اگر کوئی فارسی میں نماز شروع کرے یا فارسی میں قرأت کرے، یا ذبح کرتے وقت فارسی میں اللہ کا نام لے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسے کفایت کرے گا۔''

(الهداية :48/1)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع:

۞ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

يُرْوٰى رُجُوعُهٗ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ إِلٰى قَوْلِهِمَا .

''مروی ہے کہ اصل مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہما اللہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔''

(الهداية :49/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ فَلَمْ يَكُنْ لِنَصْبِهِ الْخِلَافَ فَائِدَةٌ .

''اگر واقعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رجوع کر لیا تھا، تو صاحب ہدایہ کا یہاں اختلاف ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 527/2)

محمد بن حسن شیبانی کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نماز میں قرآن کو فارسی زبان میں پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع ثابت نہیں، رجوع کو بیان کرنے والا نوح بن ابی مریم ہے، جو باتفاق محدثین متروک وکذاب ہے۔

فارسی میں قرأت اور علمائے احناف:

۞ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (٦١٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهٗ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهٗ بِالْقِرَاءَ ةِ بِالْفَارِسِيَّةِ إِنَّمَا الْخِلَافُ فِي الْجَوَازِ .

''علمائے احناف کا اجماع ہے کہ فارسی میں قرأت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اختلاف تو (اس عمل کے) جواز میں ہے۔''

(المُحيط البُرهاني :307/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (٨٥٥ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعَاجِزَ عَنِ الْعَرَبِيَّةِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ بِالْفَارِسِيَّةِ جَازَ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا .

''جو شخص عربی سے عاجز ہو، وہ اگر فارسی میں قرآن کی قرأت کرے، تو جائز ہے، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(شرح أبي داود : 14/4)

۞ علمائے احناف نے لکھا ہے:

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا بِالْفَارِسِيَّةِ يُكْرَهُ لَهُمْ (الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ)

مَسُّهٗ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا عَلَى الصَّحِيحِ .

''قرآن فارسی میں لکھا ہو، تو جنبی اور حائضہ کے لیے اس کا چھونا بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے، صحیح قول کے مطابق قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/39، فتاوی قاضی خان:1/86)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا بِالْفَارِسِيَّةِ يَحْرُمُ عَلَى الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ مَسُّهٗ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ الصَّحِيحُ .

''قرآن فارسی میں لکھا ہو، تو جنبی اور حائضہ کے لیے اس کو چھونا امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کے نزدیک حرام ہے۔ یہی صحیح مسئلہ ہے۔''

(البحر الرّائق :1/212)

امت مسلمہ عربی قرآن کے علاوہ کسی قرآن سے واقف نہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ قرآنِ کریم کے متعلق گم راہ کن عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام نہیں، بلکہ مجازی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کلام کیا ہے، وہ صوت اور حروف پر مشتمل نہیں، نیز قرآن میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے۔ (نعوذ باللہ!)۔

علمائے احناف کا رد:

۞ علامہ ابوبکر، محمد بن فضل بخاری حنفی رحمہ اللہ (۳۸۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، فَمَنْ تَعَمَّدَ

ذٰلِكَ فَهُوَ زِنْدِيقٌ أَوْ مَجْنُونٌ، فَالْمَجْنُونُ يُدَاوٰى، وَالزِّنْدِيقُ يُقْتَلُ .

''(فارسی میں قرأت کے جواز اور عدم جواز کا) یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب (فارسی میں قرأت) زبان پر غیر ارادی طور پر جاری ہو جائے۔ لہٰذا اگر کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے، تو وہ زندیق ہے یا مجنون ہے۔ پس مجنون کا علاج کروایا جائے اور زندیق کو قتل کر دیا جائے۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية لابن أبي العز : 527/2، شرح التّلويح للتفتازاني : 54/1، البناية شرح الهداية للعيني : 177/2)

۞ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ حَاصِلٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ عَلٰى أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تُجْزِي إِلَّا بِقِرَاءَةِ هٰذَا النَّظْمِ عَلٰى مَا هُوَ بِهٖ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ فَإِنَّهٗ قَالَ : تَجُوزُ الْقِرَاءَةُ بِالْفَارِسِيَّةِ .

''فقہا کا اجماع ہے کہ قرآن کی ترتیب و نظم کے ساتھ قرأت کے بغیر نماز جائز نہیں، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فارسی زبان میں قرأت جائز ہے۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 237)

۞ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُجْزِئُهُ الْقِرَاءَةُ بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ، وَلَا إِبْدَالُ لَفْظِهَا بِلَفْظٍ عَرَبِيٍّ، سَوَاءٌ أَحْسَنَ قِرَاءَتَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ أَوْ لَمْ يُحْسِنْ، وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ، وَأَبُو يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٌ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : يَجُوزُ ذٰلِكَ .

''عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرأت جائز نہیں، نہ قرآن کے الفاظ

عربی میں تبدیل کرنا جائز ہے،خواہ وہ عربی میں اچھا طرح قرأت کر سکتا ہو، یا اچھی طرح قرأت نہ کر سکتا ہو، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے،مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: غیر عربی میں قرأت کرنا جائز ہے۔''

(المُغني :350/1)

۞ علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْقِرَاءَ ةُ مَعَ الْقُدْرَةِ بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ، وَقَالُوا : لَوْ قَرَأَ بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ مَجْنُونًا فَيُدَاوٰى، أَوْ زِنْدِيقًا فَيُقْتَلَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَكَلَّمَ بِهٖ بِهٰذِهِ اللُّغَةِ، وَالْإِعْجَازُ حَصَلَ بِنَظْمِهٖ وَمَعْنَاهُ .

''قدرت کے باوجود غیر عربی میں قرأت جائز نہیں، فقہا کہتے ہیں: اگر کسی نے بغیر عربی کے قرأت کی، وہ تو پاگل ہوگا، جس کا علاج کرایا جائے یا زندیق ہوگا، جسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی (عربی) زبان میں کلام کیا ہے۔(قرآن کا) اعجاز اس کے نظم (الفاظ وترتیب) اور معنی کے ساتھ حاصل ہوگا۔''

(شرح الطّحاوية لابن أبي العزّ، ص 187)

۞ علامہ محمد بن محمد کاکی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَعَمَّدَ قِرَاءَ ةَ الْقُرْآنَ أَوْ كِتَابَتَهٗ بِالْفَارِسِيَّةِ فَهُوَ مَجْنُونٌ أَوْ زِنْدِيقٌ وَالْمَجْنُونُ يُدَاوٰى وَالزِّنْدِيقُ يُقْتَلُ .

''جس نے جان بوجھ کر فارسی میں قرآن کی قرأت کی یا قرآن کو لکھا، وہ پاگل ہے یا زندیق ہے۔ پاگل کا علاج کرایا جائے اور زندیق کو قتل کر دیا جائے۔''

(روح المَعاني للآلوسي : 365/6)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کو فارسی میں پڑھایا لکھا جا سکتا ہے۔ دراصل اس جواز کی ایک بنیاد ہے، وہ یہ کہ احناف کے نزدیک قرآن کلام معنی ہے۔ مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے صوف وحروف کے ساتھ کلام نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی کلام ہے، وہ معنوی ہے۔ گویا تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید ایک ہی معنوی کلام ہے، جس کے الفاظ من جانب اللہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر قرآن کے معانی عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں ادا کر لیے جائیں، تو اسے قرآن کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے نماز میں فارسی میں قرأت جائز ہے۔

جبکہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی من جانب اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک قرآن وہی ہے، جو دو گتوں کے درمیان ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر قرآن کے معانی کسی زبان میں ادا کر لیے جائیں، یا عربی میں ہی دوسرے الفاظ کے ساتھ ادا کر لیے جائیں، تو اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا، بلکہ وہ ترجمہ یا تفسیر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مؤقف پر اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے:

﴿وَإِنَّهُۥ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾(الشّعراء : ١٩٦)

''پہلے نبیوں کی کتابوں میں قرآن کا تذکرہ موجود ہے۔''

کہتے ہیں: ﴿إِنَّهُۥ﴾ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف لوٹتی ہے، کہ قرآن گزشتہ کتابوں میں سے ہے۔ اگر قرآن کریم الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے، تو گزشتہ کتابوں میں سے

کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو عربی میں نہیں تھیں۔معلوم ہوا کہ قرآن صرف معانی کا نام ہے، یہ معانی کسی بھی زبان میں ادا کر دیے جائیں۔

دلیل کا جواب: یہ توجیہ کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّهُ﴾ أَيْ ذِكْرُ إِنْزَالِ الْقُرْآنِ، قَالَهُ أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ .

''یعنی قرآن کے نزول کا ذکر۔اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔''

(تفسير البغوي : 129/6)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ مَعْنَاهُ عَلَى الرُّسُلِ بِلُغَتِهِمْ، بَلِ الْمُرَادُ مِنْ كَوْنِهِ فِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ذِكْرُهُ وَالْإِخْبَارُ عَنْهُ، وَإِلَّا فَالْقُرْآنُ لَمْ يَنْزِلْ إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَنْزِلْ عَلٰى غَيْرِهِ مِنَ الرُّسُلِ، وَلَيْسَتِ التَّوْرَاةُ هِيَ الْإِنْجِيلَ، وَلَا الْإِنْجِيلُ التَّوْرَاةَ، بَلْ كُلٌّ مِّنْهُمَا غَيْرُ الْآخَرِ وَغَيْرُ الْقُرْآنِ أَيْضًا .

''اس آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ قرآن کریم کا معنی (پہلے) رسولوں پر ان کی زبان میں نازل ہوا، بلکہ قرآن کا پہلی کتابوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تذکرہ پہلی کتب میں موجود تھا اور اس کے متعلق خبر دی گئی تھی۔ ورنہ تو قرآن کریم ایک ہی مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، آپ کے علاوہ کسی رسول پر

نازل نہیں ہوا۔ تورات انجیل نہیں اور نہ انجیل تورات ہے، بلکہ دونوں ایک دوسرے سے الگ کتابیں ہیں، اسی طرح قرآن سے بھی الگ ہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 527/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''جس نے یہ کہا کہ کلام اللہ معنی واحد ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اس سے سنا نہیں گیا۔ اگر اُسے عربی میں ڈھالا جائے، تو وہ قرآن ہے اور اگر سریانی زبان میں ڈھالا جائے، تو وہ انجیل ہے۔ تو یہ بات بہت اشکال والی ہے، کیونکہ جب یقینی طور پر سورت تبت (لہب) سورت اخلاص کا غیر ہے اور سورت بقرہ، سورت فیل کا غیر ہے، تو قرآن کریم کیسے تورات اور انجیل کا غیر نہیں؟ قرآن کا پہلے انبیا کی کتابوں میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کا ذکر اور اس کے متعلق خبر پہلے انبیا کی کتابوں میں موجود ہے، اس پر دلیل لفظ زُبُر ہے، کیونکہ یہ زبور بمعنی مزبور کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: لکھا ہوا۔ لہٰذا قرآن کا وجود ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ، کہ جن پر قرآن نازل ہونا تھا، کا وجود ان کی کتابوں میں موجود تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے: ﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ ''وہ نبی کریم ﷺ (کے ذکر) کو تورات اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' پس آیت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے متعلق خبر کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ (کا ذکر) ان کے پاس موجود تورات اور انجیل میں مندرج ہے۔ شبہ اس لیے پیدا ہوا کہ قرآن کے لفظ سے کبھی قرآن لکھنا مراد

ہوتا ہے اور کبھی قرآن کا نام لکھنا۔ اس کے برعکس رسول کے لکھے جانے سے مراد ان کا نام ہی ہوتا ہے۔ جبکہ تورات میں بدر واُحد کا واقعہ موجود نہیں، نہ نماز میں کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا نسخ وغیرہ موجود ہے۔

جس نے یہ کہا کہ قرآن فقط کلامِ معنی کا نام ہے اور اس کا نظم (الفاظ اور ترتیب) مخلوق ہیں۔ اس کی یہ بات معتزلہ کے مشابہ ہے، جو خلق قرآن کے قائل ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کلام اللہ ہیں، جیسا کہ شیخ حافظ الدین نسفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) نے ''المنار'' میں اور دیگر مشائخ نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ قرآن عربی نظم (الفاظ وترتیب) کا نام ہے اور ہمیں نماز میں قرآن کریم کی قرأت کا حکم دیا گیا، تو جس نے عربی کے علاوہ کسی زبان میں قرأت کی، وہ قرآن کی قرأت کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ بلکہ اس نے ایسا کلام کیا، جو نماز کے منافی ہے، لہٰذا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ چاہے وہ عربی سے واقف ہو یا نہ ہو، اگرچہ وہ قرآن نہ جانتا ہو اور قرآن (کے معانی) کی تعبیر فارسی زبان میں کرنا جانتا ہو اور اسے زبانی یاد ہو (تو بھی جائز نہیں)۔ یہ اُمی (اَن پڑھ) ہے، اس پر قرآن سیکھنا واجب ہے۔''

(التّنبیه علی مُشکِلات الهِدایة : 2/528-530)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ أَوْ شَيْئًا مِنْهَا، أَوْ شَيْئًا مِنْ الْقُرْآنِ فِي صَلَاتِهِ مُتَرْجَمًا بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ، أَوْ بِأَلْفَاظٍ عَرَبِيَّةٍ غَيْرِ الْأَلْفَاظِ الَّتِي أَنْزَلَ

اللّٰهُ تَعَالٰی، عَامِدًا لِذٰلِكَ، أَوْ قَدَّمَ كَلِمَةً أَوْ أَخَّرَهَا عَامِدًا لِذٰلِكَ، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، وَهُوَ فَاسِقٌ؛ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ (يوسف: ٢)، وَغَيْرُ الْعَرَبِيِّ لَيْسَ عَرَبِيًّا، فَلَيْسَ قُرْآنًا، وَإِحَالَةُ رُتْبَةِ الْقُرْآنِ تَحْرِيفُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَقَدْ ذَمَّ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْمًا فَعَلُوا ذٰلِكَ فَقَالَ: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (النّساء: ٤٦) وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: تُجْزِيهِ صَلَاتُهُ، وَاحْتَجَّ لَهُ مَنْ قَلَّدَهُ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ (الشُّعرآء: ١٩٦) قَالَ عَلِيٌّ: لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِي هٰذَا؛ لِأَنَّ الْقُرْآنَ الْمُنَزَّلَ عَلَيْنَا عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْزِلْ عَلَى الْأَوَّلِينَ، وَإِنَّمَا فِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ذِكْرُهُ وَالْإِقْرَارُ بِهِ فَقَطْ؛ وَلَوْ أُنْزِلَ عَلٰى غَيْرِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَا كَانَ آيَةً لَهُ، وَلَا فَضِيلَةً لَهُ، وَهٰذَا لَا يَقُولُهُ مُسْلِمٌ، وَمَنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ فَلْيَذْكُرْ اللّٰهَ تَعَالٰی بِلُغَتِهِ؛ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ٢٨٦) وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ وَلَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ مُتَرْجَمًا عَلٰى أَنَّهُ الَّذِي افْتَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يَقْرَأَهُ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ الَّذِي افْتَرَضَ عَلَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا؛ فَيَكُونُ مُفْتَرِيًا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی.

''جس نے نماز میں جان بوجھ کر سورت فاتحہ یا اس کے کچھ حصہ کا یا قرآن کے

کسی بھی حصہ کا عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ترجمہ پڑھایا پڑھا تو عربی میں ہی، مگر ان الفاظ کے علاوہ، جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے، یا جان بوجھ کر کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کیا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور وہ فاسق (کبیرہ گناہ کا مرتکب) ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ''ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔'' غیر عربی کو عربی نہیں کہا جاتا، لہٰذا وہ قرآن بھی نہیں۔ قرآن کی ترتیب کو بدلنا کلام اللہ کی تحریف ہے۔ جن لوگوں نے تحریف کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ ''وہ الفاظ کو ان کی اصل جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ ان کے مقلدین نے ان کی دلیل میں یہ فرمان باری تعالیٰ پیش کیا ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ ''قرآن کا ذکر پہلے نبیوں کی کتابوں میں موجود ہے۔'' علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں احناف کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ جو قرآن ہم پر ہمارے نبی کی زبان (عربی) میں نازل ہوا، وہ پہلے انبیا پر نازل نہیں ہوا، بلکہ پہلے انبیا کی کتابوں میں صرف اس کا ذکر اور اقرار موجود تھا۔ اگر قرآن نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر بھی نازل ہوا ہوتا، تو یہ آپ ﷺ کے لیے معجزہ اور فضیلت نہ ہوتا۔ جبکہ یہ بات کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ (درست بات یہ ہے کہ) جو شخص عربی کی ادائیگی نہیں کر سکتا، وہ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لے، فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتا۔'' اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ (نماز میں) فرضیت کو ادا کرنے کے لیے سورت فاتحہ یا قرآن کے کسی حصہ کا ترجمہ پڑھے، کیونکہ یہ وہ قرأت نہیں ہے، جو اس پر فرض ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے والا ہو جائے گا۔''

(المحلّٰی بالآثار : 285/2، مسألة : 367)

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ دِيَارِ الْإِسْلَامِ مُطْبِقُونَ بِالْكُلِّيَّةِ عَلٰى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ كَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَمَنْ عَدَلَ عَنْ هٰذَا الطَّرِيقِ دَخَلَ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ .

''تمام علاقوں کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ نماز میں قرآن کی قرأت اسی طرح کی جائے گی، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل کیا۔ جو اس طریقہ سے ہٹ گیا، وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہو جائے گا:﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''جس نے مومنوں کے علاوہ کسی اور کے راستے کی پیروی کی۔''

(تفسير الرّازي : 184/1)

تنبیہ:

رُوِيَ أَنَّ الْفُرْسَ كَتَبُوا إِلٰى سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمُ الْفَاتِحَةَ بِالْفَارِسِيَّةِ فَكَانُوا يَقْرَؤُونَ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى

لَانَتْ أَلْسِنَتُهُمْ لِلْعَرَبِيَّةِ .

''روایت ہے کہ اہل فارس نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ انہیں فارسی زبان میں سورت فاتحہ لکھ دیں۔ اہل فارس اسے نماز میں پڑھتے رہے، یہاں تک کہ ان کی زبانیں عربی سے مانوس ہوگئیں۔''

(المَبسوط للسّرخسي :37/1، المُحيط لابن مازه :307/1، روح المَعاني : 365/6)

یہ جھوٹی روایت ہے۔

نوٹ:

قرآن کی قرأت کے علاوہ بھی علمائے احناف نے کئی مسائل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر رکھے ہیں کہ ان کی ادائیگی عربی کے علاوہ فارسی وغیرہ میں جائز ہے، مثلاً فارسی میں اذان، تکبیر تحریمہ، خطبہ، کلمہ شہادت، ذبح کے وقت تکبیر اور تلبیہ کہنا۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ اگر کوئی شخص سجدہ والی آیت کو فارسی میں تلاوت کرے، تو تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ کرنا ضروری ہے۔

یہ مسائل سراسر قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ ان سے الحاد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اسلام کا شدید نقصان ہے۔

❁ علامہ سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۳۷۳ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَذَّنَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَوْ خَطَبَ أَوْ تَشَهَّدَ أَجْزَأَهُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ .

''اگر کوئی شخص عربی جاننے کے باوجود فارسی میں اذان کہے، یا خطبہ دے، یا کلمہ شہادت پڑھے، تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مطابق اُسے کافی ہوگا۔''

(عُيُون المَسائل، ص 26)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَوْ تَلَا سَجْدَةً بِالْفَارِسِيَّةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْجُدَهَا وَعَلٰى مَنْ سَمِعَهَا وَفَهِمَهَا .

''جس نے سجدے والی آیت کی فارسی زبان میں تلاوت کی، تو پڑھنے والے، سننے والے اور سمجھنے والے پر سجدہ کرنا لازم ہے۔''

(عُيُون المَسائل، ص 26)

۞ علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ شَرَعَ بِالتَّسْبِيحِ أَوْ بِالتَّهْلِيلِ أَوْ بِالْفَارِسِيَّةِ صَحَّ .

''اگر کوئی شخص نماز کی ابتدا سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ یا فارسی (میں تکبیر کہنے) سے کرتا ہے، تو تکبیر تحریمہ صحیح ہے۔''

(كنز الدّقائق، ص 162، الدّر المختار للحَصكفي، ص 159)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ مُطْلَقًا .

''اگر کوئی شخص فارسی میں تکبیر کہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق طور پر جائز ہے۔''

(منحة السّلوك، ص 123)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

...... ذَبَحَ وَسَمَّى بِهَا أَيْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ جَائِزٌ بِالْاِتِّفَاقِ؛ لِأَنَّ

الشَّرْطَ فِيهِ الذِّكْرُ وَهُوَ حَاصِلٌ بِأَيِّ لُغَةٍ كَانَ.

''......جس نے جانور ذبح کیا اور فارسی میں اللہ کا نام لیا، تو احناف کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ ذبح میں اللہ کا نام لینا شرط ہے، وہ کسی بھی زبان میں ادا کرنے سے حاصل ہو جائے گی۔''

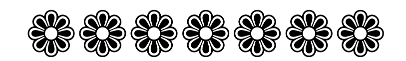
(تبيين الحَقائق : 3/137)

❀ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

نُقِلَ فِي الدُّرِّ عَنِ التَّتَارْخَانِيَّةِ أَنَّ الشُّرُوعَ بِالْفَارِسِيَّةِ كَالتَّلْبِيَّةِ يَجُوزُ مُطْلَقًا اِتِّفَاقًا.

''درمختار میں تتارخانیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ نماز کی ابتدا (میں تکبیر تحریمہ کی ادائیگی) فارسی زبان سے کرنا، تلبیہ کی طرح ہے، (یعنی) احناف کے نزدیک بالاتفاق مطلق طور پر جائز ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 223)



قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔ اس کا احترام فرض ہے، قرآن کریم کی صیانت وحفاظت مومن کا فریضہ ہے۔ اس کی توہین واہانت کفر ہے، البتہ قرآن کریم کے اوراق انتہائی بوسیدہ ہو جائیں، پڑھنے کے لائق نہ رہیں، انہیں کسی ایسی زمین میں دفن کر دیا جائے، جہاں ان کی بے حرمتی کا شائبہ نہ ہو۔ یا کسی غیر آباد کنواں میں ڈال دیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو ان اوراق کو جلا دینے میں کوئی حرج نہیں، وہ خاک دفن کر دی جائے۔ اس میں چونکہ قرآن کریم کی تحقیر کا قصد نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت اور احترام پیش نظر ہے۔ جمہور علمائے اسلام کی یہی رائے ہے۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوِ الْمُصْحَفِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ سَبَّهُمَا أَوْ جَحَدَهُ أَوْ حَرْفًا مِّنْهُ أَوْ آيَةً أَوْ كَذَّب بِهٖ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ كَذَّبَ بِشَيْءٍ مِّمَّا صُرِّحَ بِهٖ فِيهِ مِنْ حُكْمٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ أَثْبَتَ مَا نَفاهُ أَوْ نَفٰى مَا أَثْبَتَهٗ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْهُ بِذٰلِك أَوْ شَكَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِجْمَاعٍ .

''جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا

انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔‘‘

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 304/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي آدَابِ النَّاسِ كُلِّهِمْ مَعَ الْقُرْآنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ» وَهٰذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ مِنْ أُصُولِ الْإِسْلَامِ ...... أَنَّ الْعُلَمَاءَ قَالُوا : نَصِيحَةُ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى هِيَ الْإِيمَانُ بِأَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَنْزِيلُهٗ لَا يُشْبِهُهٗ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْخَلْقِ وَلَا يَقْدِرُ الْخَلْقُ عَلٰى مِثْلِ سُورَةٍ مِنْهُ وَتِلَاوَتُهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وَتَحْسِينُهَا وَتَدَبُّرُهَا وَالْخُشُوعُ عِنْدَهَا وَإِقَامَةُ حُرُوفِهٖ فِي التِّلَاوَةِ وَالذَّبُّ عَنْهُ لِتَأْوِيلِ الْمُحَرِّفِينَ وَتَعَرُّضِ الْمُلْحِدِينَ وَالتَّصْدِيقُ بِمَا فِيهِ وَالْوُقُوفُ مَعَ أَحْكَامِهٖ وَتَفَهُّمُ عُلُومِهٖ وَأَمْثَالِهٖ وَالِاعْتِبَارُ بِمَوَاعِظِهٖ وَالتَّفَكُّرُ

فِي عَجَائِبِهٖ وَالْبَحْثُ عَنْ عُمُومِهٖ وَخُصُوصِهٖ وَنَاسِخِهٖ وَمَنْسُوخِهٖ وَمُجْمَلِهٖ وَمُبَيَّنِهٖ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَقْسَامِهٖ وَنَشْرُ عُلُومِهٖ وَالدُّعَاءُ إِلَيْهِ وَإِلٰى جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَصِيحَتِهٖ، وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِيهِهٖ وَصِيَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهُ حَرْفًا مُجْمَعًا عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوْ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ بِالْمُصْحَفِ أَوْ أَلْقَاهُ فِي قَاذُورَةٍ أَوْ كَذَّب بِشَيْءٍ مِمَّا جاءَ بِهٖ مِنْ حُكْمٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ نَفٰى مَا أَثْبَتَهٗ أَوْ أَثْبَتَ مَا نَفاهُ أَوْ شَكَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ عَالِمٌ بِهٖ كَفَرَ، وَيَحْرُمُ تَفْسِيرُهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَالْكَلَامُ فِي مَعَانِيهِ لِمَنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهٖ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَأَمَّا تَفْسِيرُ الْعُلَمَاءِ فَحَسَنٌ بِالْإِجْمَا عِ، وَيَحْرُمُ الْمِرَاءُ فِيهِ وَالْجِدَالُ بِغَيْرِ حَقٍّ.

''سارے کے سارے لوگوں کو چاہیے کہ قرآن کریم کے آداب کو ملحوظ رکھیں، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ *''جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے، تو یہ دل کے تقویٰ میں سے ہے۔'' صحیح مسلم میں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی*

کریم ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں اور رعایا کے لیے۔'' یہ حدیث دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔......

اہل علم فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ایمان رکھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا نازل کردہ ہے، مخلوق کا کوئی کلام اس کے مشابہ نہیں، نہ مخلوق اس جیسی ایک سورت لاسکتی ہے، (اس کی خیر خواہی میں سے ہے کہ) اس کی کما حقہ خوبصورت آواز میں تلاوت کی جائے، اس پر تدبر کیا جائے، تلاوت کے وقت خشوع وخضوع اختیار کیا جائے، تلاوت میں حروف کی صحیح ادائیگی کا خیال رکھا جائے، قرآن کو گمراہوں کی (باطل) تاویلات اور ملحدین کی مداخلت سے بچایا جائے، اس میں موجود ہر شے کی تصدیق کی جائے، اس کے احکامات سے آگاہی حاصل کی جائے، اس میں موجود علوم اور امثلہ کو سمجھا جائے، اس کی نصیحتوں سے عبرت پکڑی جائے، اس کے عجائب میں غور وفکر کیا جائے، اس کے عموم، خصوص، ناسخ، منسوخ، مجمل، مبین اور دیگر اقسام کے متعلق تحقیق کی جائے، اس کے علوم کو نشر کیا جائے، نیز قرآن اور ہماری ذکر کردہ تمام خیر خواہیوں کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی جائے۔اُمت کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی

قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جس نے قرآن یا اس کے ایک حصے کا یا مصحف کا استخفاف کیا، یا اسے گندگی میں پھینکا، یا قرآن کے کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس شے کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا اس شے کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ کافر ہے۔ نااہل کے لیے بغیر علم قرآن کریم کی تفسیر کرنا اور اس کے معانی میں کلام کرنا حرام ہے، یہ اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے۔ رہی اہل علم کی تفسیر، تو وہ بالاجماع مستحسن ہے، قرآن میں بغیر حق جھگڑنا حرام ہے۔''

(المَجموع : 170/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِيهِهٖ وَصِيَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهُ حَرْفًا مِّمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔''

(التِّبیان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

❁ سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ : إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ .

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین قریشیوں سے کہا: اگر تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے کسی حصہ کے بارے اختلاف ہو جائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھ دینا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب صحیفوں سے نسخے تیار کر دیے گئے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا، اس کے علاوہ قرآن کے جتنے بھی صحائف تھے، سب کو جلانے کا حکم فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4987)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي أَمْرِ عُثْمَانَ بِتَحْرِيقِ الصُّحُفِ وَالْمَصَاحِفِ حِينَ جَمَعَ الْقُرْآنَ جَوَازُ تَحْرِيقِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيهَا أَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَنَّ ذٰلِكَ إِكْرَامٌ

لَّهَا، وَصَيَانَةٌ مِّنَ الْوَطْءِ بِالْأَقْدَامِ وَطَرْحِهَا فِي ضَيَاعٍ مِّنَ الْأَرْضِ .

''قرآن کو (کتابی شکل میں) جمع کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بقیہ تمام صحائف کو جلا دینے کا حکم دینے میں جواز ہے کہ ان کتب کو جلانا جائز ہے، جن میں اللہ کے نام درج ہوتے ہیں، یہ ان کتب کی عزت اور پاؤں میں روندے جانے سے حفاظت ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ان کتب کو غیر آباد زمینوں کے سپرد کر دیا جائے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

❁ نیز اہل علم کی مختلف آرا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ حَرَّقَهَا أَوْلٰى بِالصَّوَابِ .

''ان کتب کو جلانے والوں کی بات زیادہ درست ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

تنبیہ:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم جلانا ثابت نہیں، یہ آپ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگوں کا اتہام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔

❁ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنا ثابت ہے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 294/1، سنن الدّارقطني : 34/2، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نہیں جلایا، بلکہ قرآن کے وہ نسخے جلائے، جو زوائد تھے اور اُمت کو ایک مصحف پر جمع کر دیا، ایسا انہوں نے قرآن کی حفاظت وصیانت کے لیے کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف کو مختلف علاقوں میں نشر کیا، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو پھیلانے

والے تھے، نہ کہ مٹانے والے۔

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) نقل کرتے ہیں:

أَمَّا تَعَلُّقُ الرَّوَافِضِ بِأَنَّ عُثْمَانَ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ فَإِنَّهُ جَهْلٌ مِنْهُمْ وَعَمًى فَإِنَّ هٰذَا مِنْ فَضَائِلِهٖ وَعِلْمِهٖ فَإِنَّهُ أَصْلَحَ وَلَمَّ الشَّعَثَ وَكَانَ ذٰلِكَ وَاجِبًا عَلَيْهِ وَلَوْ تَرَكَهُ لَعَصٰى لِمَا فِيهِ مِنَ التَّضْيِيعِ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ ...... أَمَّا قَوْلُهُمْ إِنَّهُ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ ...... أَنَّهُ أَحْرَقَ مَصَاحِفَ قَدْ أُودِعَتْ مَا لَا يُحِلُّ قِرَاءَ تُهُ، وَفِي الْجُمْلَةِ إِنَّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ غَيْرُ مُعَانِدٍ وَلَا طَاعِنٍ فِي التَّنْزِيلِ وَلَمْ يَحْرِقْ إِلَّا مَا يَجِبُ إِحْرَاقُهُ وَلِهٰذَا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ ذٰلِكَ .

”روافض کا یہ اعتراض کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا تھا، ان کی جہالت اور اندھا پن ہے، کیونکہ یہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور علم میں سے ہے کہ انہوں نے مصلحت سے کام لیا اور بکھرے ہوئے (لوگوں) کو جمع کیا، ایسا کرنا ان پر واجب تھا، اگر وہ نہ کرتے، تو گناہ گار ٹھہرتے، کیونکہ اس میں قرآن کا ضیاع ہے اور وہ ایسا ہرگز نہ ہونے دیتے۔...... روافض کا یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا۔...... (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ان نسخوں کو جلایا، جن کو پڑھنا درست نہ تھا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عادل خلیفہ تھے، قرآن کریم کے دشمن یا اس پر طعن کرنے والے نہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے انہی نسخوں کو جلایا، جن کو

جلانا واجب تھا، اسی لیے کسی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر انکار نہیں کیا۔‘‘

(البُرهان في علوم القرآن : 240/1)

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کا واقعہ میں فرماتے ہیں کہ میری طرف غسان کے بادشاہ کا بایں الفاظ خط آیا:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ، وَلَا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا : وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا .

’’امابعد، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے ساتھی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، لیکن اللہ نے آپ کو رسوائی اور تنگی سے دوچار نہیں کیا، آپ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، میں (کعب رضی اللہ عنہ) نے خط پڑھ کر سوچا: یہ بھی ایک آزمائش ہی ہے، لہٰذا میں نے اسے تندور میں پھینک کر جلا دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2769)

✿ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ حَرْقِ مَا فِيهِ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِعِلَّةٍ تُوجِبُ ذٰلِكَ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ ضرورت (مثلاً بے حرمتی سے بچاؤ) کے لیے ان اوراق کو جلانا جائز ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام درج ہو۔‘‘

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 280/8)

❀ ثقہ امام، خالد بن مہران، حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا حُدِّثْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ فَازْدَهِرْ بِهِ .

''جب آپ کو رسول اللہ ﷺ سے (ثابت) کوئی حدیث بیان کی جائے، تو اسے محفوظ کر لیں۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهَقِي : 1488، وسندهٗ صحيحٌ)

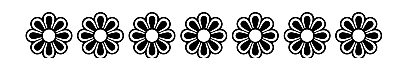
❁ اس قول کے تحت حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ تَعْظِيمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَتَعْظِيمِ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يُحْمَلَ عَلٰى مُصْحَفِ الْقُرْآنِ، وَلَا عَلٰى جَوَامِعِ السُّنَنِ كِتَابٌ، وَّلَا شَيْءٌ مِّنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ وَأَنْ يُّنْفَضَ الْغُبَارُ عَنْهُ إِذَا أَصَابَهٗ وَأَنْ لَّا يَمْسَحَ أَحَدٌ يَدَهٗ مِنْ طَعَامٍ، وَلَا غَيْرِهٖ بِوَرَقَةٍ فِيهَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ ذِكْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُمَزِّقُهَا تَمزِيقًا، وَلٰكِنْ إِنْ أَرَادَ بِهٖ تَعْطِيلَهَا فَلْيَغْسِلْهَا بِالْمَاءِ حَتّٰى تَذْهَبَ الْكِتَابَةُ مِنْهَا، وَإِنْ أَحْرَقَهَا بِالنَّارِ فَلَا بَأْسَ، أَحْرَقَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَصَاحِفَ كَانَتْ فِيهَا آيَاتُ قُرْآنٍ وَقِرَاءَاتٌ مَنْسُوخَةٌ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم میں سے ہے کہ مصحف قرآن اور سنن کی کتابوں پر کوئی (دوسری) کتاب یا گھر کی کوئی چیز نہ رکھی جائے، غبار آلودہ ہو، تو غبار دور کی جائے، کھانے وغیرہ والے ہاتھ ایسے ورق سے صاف نہ کیے جائیں، جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو، نہ اسے پھاڑا جائے، بلکہ اگر اوراق ضائع کرنا مقصود ہو، تو پہلے اسے پانی سے دھو لیا جائے،

تا کہ لکھے ہوئے الفاظ دھل جائیں اور اگر اسے آگ سے جلا دیں، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفے کہ جن میں آیات قرآنیہ اور منسوخ قرائتیں تھیں، کو جلایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، واللہ اعلم!''

(شُعَب الإيمان، تحت الحديث: 1488)



دینی اُمور پر اجرت

قرآن کریم کی اُجرت لینا جائز ہے۔اس کی ممانعت میں کوئی حدیث ثابت نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَلَّمْتُ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، فَأَهْدٰى إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنْهُمْ قَوْسًا، فَقُلْتُ : لَيْسَتْ بِمَالٍ وَّأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَسْأَلَنَّهٗ، فَأَتَيْتُهٗ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَجُلٌ أَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا مِّمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، وَلَيْسَتْ بِمَالٍ، وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَالَ : إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ؛ فَاقْبَلْهَا .

''میں نے اہل صفہ کے کئی لوگوں کو کتابت (لکھائی) اور قرآن کریم کی تعلیم دی۔ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔میں نے کہا: یہ کوئی مال تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ عزوجل کے راستے میں تیراندازی کروں گا۔میں ضرور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اس بارے میں استفسار کروں گا۔چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا

اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی ہے، جنہیں میں کتاب اور قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ کوئی مال تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ کے راستے میں تیراندازی کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آگ کا ایک طوق آپ کو پہنایا جائے تو اسے قبول کر لیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 315/5، سنن أبي داوٗد : 3416؛ سنن ابن ماجه : 2157، المختارة للضياء : 304)

یہ حدیث منکر (ضعیف) ہے۔ مغیرہ بن زیاد بجلی اگرچہ جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہیں، مگر انہوں نے کچھ منکر روایات بیان کر رکھی ہیں، یہ روایت بھی انہی منکر روایات میں سے ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُضْطَرِبُ الْأَحَادِيثِ مُنْكَرَةٌ .

''اس کی احادیث مضطرب اور منکر ہیں۔''

(علل أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 815، 4010)

❁ امام فلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ .

''اس کی حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 326/7)

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ .

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(الضّعفاء : 658/2)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ .

''بعض اہل علم نے مغیرہ بن زیاد کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 414)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَنْفَرِدُ عَنِ الثِّقَاتِ بِمَا لَا يُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ فَوَجَبَ مُجَانَبَةُ مَا انْفَرَدَ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَتَرْكُ الْاحْتِجَاجِ بِمَا خَالَفَ الْأَثْبَاتِ وَالْاعْتِبَارُ بِمَا وَافَقَ الثِّقَاتِ فِي الرِّوَايَاتِ .

''یہ ان راویوں میں سے تھا، جو ثقات سے ایسی منفرد روایات بیان کرتے تھے، جو ثقہ راویوں کی حدیث کے مشابہ نہیں، لہٰذا اس کی منفرد روایات سے بچنا واجب ہے اور ثقہ راویوں کے مخالف بیان کردہ روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں، نیز ثقات کے موافق روایات کو متابعت وشواہد میں لینا جائز ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 7/3)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ مَنَاكِيرِ .

''اس کی منکر روایات ہیں۔''

(سؤالات السّجزي : 146، السّنن الكبرى للبيهقي : 39/6)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ مَنَاكِيرِ .

''اس کی منکر روایات ہیں۔''

(التّلخيص الحَبير : 82/3)

مذکورہ بالا حدیث کو اہل علم نے ''منکر'' اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الكبرى للبيهقي : 125/6، وسندہٗ صحيحٌ، الخَلافيّات للبيهقي : 168/6)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ مَنَاكِيرُ، هٰذَا مِنْهَا .

''مغیرہ بن زیاد کی منکر روایات ہیں، یہ (مذکورہ بالا) روایت بھی انہی منکر روایات میں سے ایک ہے۔''

(التّمهيد :114/21)

❁ علامہ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير : 163/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔''

(العلل المتناهية :75/1)

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْغَلُ، فَإِذَا قَدِمَ رَجُلٌ مُّهَاجِرٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَهٗ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَّا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ، فَدَفَعَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا، فَكَانَ مَعِيَ فِي الْبَيْتِ أُعَشِّيهِ عَشَاءَ أَهْلِ الْبَيْتِ، فَكُنْتُ أُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَانْصَرَفَ انْصِرَافَةً إِلٰى أَهْلِهٖ، فَرَآى أَنَّ عَلَيْهِ حَقًّا، فَأَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا لَّمْ أَرَ أَجْوَدَ مِنْهَا عُودًا، وَلَا أَحْسَنَ مِنْهَا عِطْفًا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : مَا تَرٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِيهَا؟ قَالَ : «جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا أَوْ تَعَلَّقْتَهَا.

''رسولِ اکرم ﷺ مشغول ہوتے تھے۔ جب کوئی مہاجر شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے ہم میں سے کسی کی طرف بھیجتے تا کہ وہ اسے قرآنِ کریم کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ نے میری طرف بھی ایک آدمی کو بھیجا۔ وہ میرے ساتھ میرے گھر میں رہتا تھا۔ میں اسے گھر والوں کی طرح کھانا بھی کھلاتا تھا اور قرآن بھی پڑھاتا تھا۔ وہ ایک دفعہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹا۔ اس نے سوچا کہ میرا اُس پر احسان ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے تحفے

میں ایک کمان دی۔ میں نے اس جیسی عمدہ لکڑی اور بہترین گولائی والی کمان نہ دیکھی تھی۔ میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آگ کا ایک انگارہ ہے، جو آپ نے اپنے کندھوں کے مابین لٹکا رکھا ہے۔''

(مسند أحمد : 324/5، سنن أبي داود : 3417، المستدرك للحاكم : 356/3)

سند ضعیف ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو ''غیر قوی'' قرار دیا ہے۔

(الخلافیات : 168/6)

۞ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَلَّمْتُ رَجُلًا الْقُرْآنَ، فَأَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنْ أَخَذْتَهَا أَخَذْتَ قَوْسًا مِّنْ نَارٍ، فَرَدَدْتُهَا .

''میں نے ایک شخص کو قرآن کریم کی تعلیم دی، تو اس نے مجھے ایک کمان تحفہ دی۔ میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر آپ وہ کمان لے لیتے ہیں، تو گویا جہنم کی کمان لے لیتے۔ تو میں نے وہ کمان واپس کر دی۔''

(سنن ابن ماجه : 2158)

سند ضعیف و منقطع ہے۔

① عطیہ بن قیس کلاعی کا سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② عبدالرحمٰن بن سلم شامی ''مجہول'' ہے۔

(تقریب التهذیب :3881)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ''منقطع'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 125/6)

❁ حافظ ابن عبدالبر نے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(التّمهيد :114/21)

❁ حافظ جورقانی رحمہ اللہ نے ''باطل'' کہا ہے۔

(الأباطيل والمناكير : 163/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلل المتناهية :75/1)

یاد رہے کہ حافظ مزی رحمہ اللہ (تحفۃ الاشراف:۱/ ۳۵) نے ثور بن یزید اور عبدالرحمٰن بن سلم کے درمیان خالد بن معدان کا واسطہ ذکر کیا ہے، جبکہ یہ وہم ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ اَقِفْ فِي النُّسَخِ الَّتِي عَنِ ابْنِ مَاجَه عَلٰى ذِكْرِ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ بَيْنَ ثَوْرٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيهِ .

''مجھے ابن ماجہ کے نسخوں میں ثور اور عبدالرحمٰن کے درمیان خالد بن معدان کا ذکر نہیں ملا۔''

(النّكت الظراف :36/1)

نیز اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہی حدیث دیگر کتب میں خالد بن معدان کے واسطہ کے بغیر ذکر ہوئی ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مُضْطَرِبٌ .

''اس حدیث کی سند ''مضطرب'' ہے۔''

(میزان الاعتدال: 567/2)

۞ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِ حَدِيثِهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ .

''اس کی حدیث کی سند میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔''

(تہذیب الکمال: 148/17)

۞ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۰۸۴۵) والی سند بھی ضعیف ہے۔اس میں محمد بن میسر ابوسعد ضعیف ومتروک ہے۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اضْطِرَابٌ .

''اس میں اضطراب ہے۔''

(التاریخ الکبیر :778/1)

۞ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروکون: 567)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني :330/1)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلضَّعْفُ بَيِّنٌ عَلٰى رِوَايَاتِهٖ .

''اس کی روایات میں ضعف واضح ہے۔''

(الكامل في الضّعفاء : 462/7)

۞ مسند عبد بن حمید (۱۷۵) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

ابان اگر ابن ابی عیاش ہے، تو یہ متروک ہے، نیز اس کا سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی اور ہے، تو وہ مجہول و نامعلوم ہے۔

۞ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ قَوْسًا عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ قَلَّدَهُ اللّٰهُ قَوْسًا مِّنْ نَارٍ .

''جس نے قرآن کی تعلیم پر ایک کمان وصول کی، اللہ تعالیٰ اسے آگ کی کمان کا طوق پہنائے گا۔''

(مسند الشّاميين للطّبراني : 279، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 126/6)

سند ضعیف ہے۔ ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتا تھا، اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

جس سند میں ولید بن مسلم کی متابعت ہوئی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم :۸۶/۶) وہ جھوٹی سند ہے۔ اس میں عمرو بن واقد قرشی ''متروک وکذاب'' ہے۔

۞ امام دحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 126/6، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الکبریٰ : 126/6)

۞ سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَقْرَأَنِي أُبَيٌّ الْقُرْآنَ، فَأَهْدَيْتُ إِلَيْهِ قَوْسًا، فَغَدَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ بِهَا، فَقَالَ : مَنْ سَلَّحَكَ هٰذِهِ؟ قَالَ : الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَقْرَأْتُهُ الْقُرْآنَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَقَلَّدْهَا شِلْوَةً مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَأْكُلُ مِنْ طَعَامِهِمْ، فَقَالَ : أَمَا طَعَامٌ صُنِعَ لِغَيْرِكَ فَحَضَرْتَهٗ، فَلَا بَأْسَ أَنْ تَأْكُلَهٗ، وَأَمَا مَا صُنِعَ لَكَ، فَإِنَّمَا تَأْكُلُ بِخَلَاقِكَ .

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے قرآن کریم سکھایا، تو میں نے انہیں ایک کمان تحفہ کی۔ اگلے دن وہ کمان لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ کو یہ کمان کس نے دی ہے؟ انہوں نے کہا: طفیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) نے، انہیں میں نے قرآن سکھایا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: آپ اسے جہنم کی آگ کا طوق بنا کر لٹکا لیں۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اپنے تلامذہ کے گھر سے کھانا کھاتے ہیں۔ فرمایا: اگر کھانا دوسروں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور آپ بھی وہاں حاضر ہو گئے

ہیں، تو آپ کھا سکتے ہیں اور اگر وہ کھانا آپ کے لیے تیار کیا گیا ہے، تو آپ اپنا (آخرت کا) حصہ کھا رہے ہیں۔''

(تفسير سعيد بن منصور : 109، المُعجم الأوسط للطّبراني : 439)

سند ضعیف ہے۔

① اسماعیل بن عیاش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عبد ربہ بن سلیمان کا سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

حدیث قوس کے متعلق اہل علم کا فیصلہ:

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالنَّقْلِ .

''یہ تمام احادیث منکر ہیں، محدثین کے نزدیک ان میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(التّمهيد : 114/21)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ يَجِبُ بِهٖ حُجَّةٌ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ .

''اس مسئلہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں، جس کی سند سے حجت پکڑنا واجب ہو۔''

(التّمهيد : 114/21)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ آثَارٌ وَاهِيَةٌ لَا تَصِحُّ .

''یہ روایات ضعیف ہیں، ثابت نہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار : 96/9)

❀ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ أَسَانِيدُ مُنْقَطِعَةٌ وَضِعَافٌ .

''یہ روایات منقطع اور ضعیف ہیں۔''

(الأحكام الوسطى : 283/3)

❀ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ .

''اس بارے میں کوئی بھی قابل التفات روایت نہیں۔''

(بيان الوهم والايهام : 532/3، التّلخيص الحبير لابن حجر : 17/4)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ هٰذَا مَتْرُوكُ الظَّاهِرِ، فَلَيْسَ فِيهِ أَنَّهٗ عَلَّمَهٗ بِشَرْطِ الْأُجْرَةِ، وَمَنْ عَلَّمَ غَيْرَهُ الْقِرَاءَ ةَ فَأَهْدَى الْمُتَعَلِّمُ لَهٗ شَيْئًا جَازَ لَهٗ قَبُولُهٗ بِالْإِجْمَاعِ .

''(اس حدیث کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ) اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا گیا، کیونکہ اس حدیث میں ایسا کہیں نہیں کہ صحابی نے اُجرت کی شرط پر قرآن کی تعلیم دی تھی اور جو شخص کسی کو قرآن کی تعلیم دے اور طالب علم (اپنی مرضی سے) معلم کو کچھ تحفہ دے دے، تو معلم کے لیے وہ تحفہ قبول کرنا بالاجماع جائز ہے۔''

(الخِلافيّات : 165/6)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ عَلَى الْقُرْآنِ أَجْرًا فَقَدْ تَعَجَّلَ حَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، وَالْقُرْآنُ يُخَاصِمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''جس نے قرآن کریم پر اجرت لی، اس نے دنیا میں بدلہ حاصل کر لیا۔ روز قیامت قرآن کریم اس سے جھگڑا کرے گا۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم : 20/4)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوعبداللہ شامی مجہول ہے۔

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَجْهُولٌ، وَفِي حَدِيثِهِ نَكَارَةٌ.

''یہ مجہول ہے، اس کی حدیث میں نکارت ہے۔''

② موسیٰ بن رُشید کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ.

''جس نے (دنیا میں) قرآن پڑھ کر لوگوں سے مال حاصل کیا، جب وہ روز قیامت آئے گا، تو اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔''

(معجم ابن الأعرابي :821، شعب الإيمان للبيهقي : 2384)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② علی بن قادم کی سفیان ثوری سے روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 345/6)

③ احمد بن میثم مجروح راوی ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ قَادِمٍ الْمَنَاكِيرَ الْكَثِيرَةَ وَعَنْ غَيْرِهِ مِنَ الثِّقَاتِ الْأَشْيَاءِ الْمَقْلُوبَةِ .

''احمد بن میثم نے علی بن قادم سے منسوب بہت زیادہ منکر روایات بیان کی ہیں، نیز دیگر ثقات سے مقلوب روایات بیان کی ہیں۔''

(كتاب المجروحين :148/1)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''الضعفاء والمتروکون'' میں ذکر کیا۔

(الضّعفاء والمتروكون : 56)

اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''بے اصل'' قرار دیا ہے۔

(كتاب المجروحين :149/1)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ .

''جو قرآن پڑھے، اسے چاہیے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن پڑھیں گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔''

(سنن التّرمذي : 2917)

سند ضعیف ومنکر ہے۔خیثمہ بن ابی خیثمہ بصری ضعیف ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَهُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے، یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل : 73)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ .

''اس کی سند قوی نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2917)

حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس حدیث میں خیثمہ بصری کی متابعت نہیں ہوئی۔''

(الضّعفاء الكبير : 29/2)

سیدنا عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِيهِ، وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهٖ .

''قرآنِ کریم کی تلاوت کریں، اس کی تلاوت میں غلو مت کریں، اس سے پہلو تہی مت کریں، اس کی تلاوت کے ذریعہ مت کھائیں اور اس کی تلاوت

کے ذریعے زیادہ مال کی خواہش مت رکھیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 428/3، مسند أبي يعلٰى : 1518)

سند ضعیف ہے۔ابوراشد حبرانی کا عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا۔

۞ حافظ جورقانی رحمہ اللہ ابوراشد کی عبد الرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ .

''اس کی سند متصل نہیں۔''

(الأباطيل والمَناكير : 269/2)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

أُرَاهُ مُرْسَلًا .

''میں (ابوراشد کی عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو) مرسل خیال کرتا ہوں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 325/8)

نیز اس روایت میں صاف طور پر قرآن کی قرأت کا ذکر ہے، لہٰذا اسے کتاب اللہ کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت کے خلاف پیش نہیں کیا جاسکتا، اس میں تو تعلیم کے معاوضے کا ذکر تک موجود نہیں۔

الحاصل:

قرآنِ کریم کے دَم اور اس کی تعلیم پر اُجرت جائز وحلال ہے۔ائمہ دین میں سے جنہوں نے کوئی بات کی ہے، وہ صرف قراءت کے بارے میں کی ہے اور اس میں بھی اہل

علم کی آرا مختلف ہیں۔ بعض اس حدیث کو ناحق کھانے پر بھی محمول کرتے ہیں، یعنی جو قرآن پڑھ کر ناحق کھائے، جس طرح یہود و نصاریٰ اللہ کی آیات میں تحریف کر کے کھاتے تھے، وہ حرام ہے، جبکہ دَم کر کے کھانے کو تو رسول اللہ ﷺ نے خود حق، یعنی جائز کھانا قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا، قَالَ : أَعْطِهَا ثَوْبًا، قَالَ ؛ لَا أَجِدُ، قَالَ : أَعْطِهَا؛ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، فَاعْتَلَّ لَهٗ، فَقَالَ : مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟، قَالَ : كَذَا وَكَذَا، قَالَ : فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .

''نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے (مزید) عورتوں میں رغبت نہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اس عورت سے میری شادی کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے (حق مہر میں) کوئی کپڑا دے دیجیے۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کپڑا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی چیز ضرور دیجیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس نے پھر معذرت کر لی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا: فلاں فلاں سورت۔ فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ اس عورت کی شادی

اس قرآن کے عوض کر دی ہے، جو آپ کو یاد ہے۔''

(صحيح البخاري : 5029؛ صحيح مسلم : 1425)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَهُوَ مَذْهَبُ كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ.

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے، تمام علما کا یہی مذہب ہے۔''

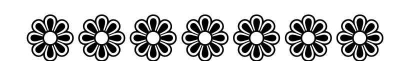
(إكمال المُعلم : 584/4، عمدة القاري للعَيني الحَنَفي : 144/12)

❁ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ : أَرٰى لَهٗ أَجْرًا، قَالَ شُعْبَةُ : وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ : لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَكْرَهُهٗ.

''میں نے معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ سے معلم کی اُجرت کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: میرے مطابق معلم کے لیے اُجرت لینا جائز ہے۔ نیز میں نے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کسی نے اسے مکروہ خیال کیا ہو۔''

(مسند علي بن الجعد : 1103، وسندهٗ صحيحٌ)



جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا

جنبی اور حائضہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي؛ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری گود پہ سر رکھ کر قرآن کی تلاوت فرماتے، حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔''

(صحيح البخاري: 297، صحيح مسلم: 301)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

فِي هٰذَا الْفِعْلِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، لِأَنَّ قِرَائَتَهَا لَوْ كَانَتْ جَائِزَةً؛ لَمَا تُوُهِّمَ امْتِنَاعُ الْقِرَائَةِ فِي حِجْرِهَا، حَتّٰى احْتِيجَ إِلَى التَّنْصِيصِ عَلَيْهَا.

''اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ماہواری میں قرآن نہیں پڑھ سکتی، کیوں کہ اگر حائضہ کے لئے جائز ہوتا تو اس کی گود میں قرآن پڑھنے یا نہ پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا، نہ ہی سیدہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی۔''

(فتح الباري: 402/1)

حائضہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہوتی تو یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس کی گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھا جا سکتا ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں اس کی گود میں قرآن

پڑھنے کا جواز بالاولیٰ ثابت ہو جاتا۔

② سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ، فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ، وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ، وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ، [أَوْ قَالَ : يَحْجُزُهُ] عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ .

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے، تو ہمیں قرآنِ کریم پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت تناول فرماتے۔ جنابت کے علاوہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوتِ قرآن سے نہیں روکتی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد :84/1، 124، سنن أبي داوٗد : 229، واللفظ لهٗ، سنن النسائي : 266، سنن ابن ماجه : 594، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (146) نے ''حسن صحیح''، جبکہ امام ابن جارود (94)، امام ابن خزیمہ (208)، امام ابن حبان (799) اور امام حاکم (4/107) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ السَّكَنِ وَعَبْدُ الْحَقِّ وَالْبَغَوِيُّ .

''اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن سکن، حافظ عبد الحق اشبیلی اور حافظ بغوی رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔'' (التلخيص الحبير :139/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

الْحَقُّ أَنَّهٗ مِنْ قَبِيلِ الْحَسَنِ يَصْلُحُ لِلْحُجَّةِ .

''حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(فتح الباري :1/408، ح :305)

❁ امیر المومنین فی الحدیث، شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا ثُلُثُ رَأْسِ مَالِي .

''یہ حدیث میرے علمی سرمائے کا ایک تہائی ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة :1/104، ح : 208، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ لِي شُعْبَةُ : مَا أُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ أَحْسَنَ مِنْهُ .

''شعبہ نے مجھے بتایا کہ میں اس سے احسن حدیث بیان نہیں کر سکتا۔''

(سنن الدارقطني :1/119، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''جید'' قرار دیا ہے۔(البدر المنير : 2/651)

❁ علامہ عینی حنفی نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(نخب الأفكار : 2/211)

جنبی کے لیے قرآنِ کریم کی قراءت جائز نہیں۔ چونکہ جنبی اور حائضہ کا حکم ایک ہی ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی ماہواری میں قراءتِ قرآن کے ناجائز ہونے پر واضح دلیل ہے۔

کسی صحابی یا تابعی سے ماہواری میں تلاوتِ قرآن کی اجازت ثابت نہیں ہے، اسلافِ امت ماہواری میں قرآنِ کریم کی تلاوت سے روکتے تھے؛

① ابو وائل، شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَقْرَأُ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ الْقُرْآنَ .

''جنبی اور حائضہ قرآن نہیں پڑھ سکتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 102/1، وسندہٗ صحيحٌ)

② معروف فقیہ، محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّقْرَأَ الْجُنُبُ الْآيَةَ وَالْآيَتَيْنِ .

''وہ جنبی کے لیے ایک دو آیات پڑھنے میں حرج نہیں جانتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 102/1، وسندہٗ صحيحٌ)

③ ابواسحاق، عمرو بن عبداللہ، سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ : تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ ؟ قَالَ : الْآيَةَ وَالْآيَتَيْنِ .

''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا حائضہ اور جنبی قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ تو فرمایا: ایک دو آیات پڑھ سکتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 102/1، وسندہٗ صحيحٌ)

④ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَائِضُ لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ .

''ماہواری میں قرآن نہ پڑھے۔''

(سنن الدارمي : 1035، وسندہٗ صحيحٌ)

⑤ امام عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا؛ حائضہ قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے؟ تو فرمایا:

لَا، إِلَّا طَرَفَ الْآيَةِ .

''نہیں، البتہ آیت کا کوئی ٹکڑا پڑھ سکتی ہے۔''

(سنن الدّارمي : 1039، وسندہٗ صحیحٌ)

⑥ امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ الزُّهْرِيُّ عَنِ الْجُنُبِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْحَائِضِ، فَقَالَ : لَمْ يُرَخِّصْ لَهُمْ أَنْ يَّقْرَءُ وا مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا .

''امام زہری رحمہ اللہ سے جنبی مردوں اور حیض ونفاس والی عورتوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا: انہیں قرآن کا کچھ حصہ بھی پڑھنے کی اجازت نہیں۔''

(السنن الکبرٰی للبیهقي :309/1، وسندہٗ حسنٌ)

⑦،⑧ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن الترمذي، تحت الحديث :131)

⑨ علامہ حسین بن حسین، حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَيْضُ أَشَدُّ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَهُوَ بِتَحْرِيمِ الْقِرَائَةِ عَلَى الْحَائِضِ أَوْلٰى .

''حیض، جنابت سے بڑا ہے، لہٰذا حائضہ پر قرآن پڑھنا بالاولیٰ حرام ہونا چاہیے۔''

(المِنهاج في شعب الإيمان : 444/3)

تنبیہات مہمہ:

تنبیہ ①: حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الْجُنُبِ يَقْرَأُ؟ فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا، وَقَالَ : أَلَيْسَ فِي جَوْفِهِ الْقُرْآنُ؟

''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا، جنبی قرآن پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا، کوئی

حرج نہیں، کیا اس کے سینے میں قرآن نہیں ہے؟''

(المحلّٰی لابن حزم :96/1، وسندهٗ حسنٌ)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ جمہور کے موافق نہیں، یہ قیاس مع الفارق ہے۔
بعید نہیں کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ قول ایک آدھ آیت کے جواز پر محمول کیا جائے، کیونکہ ان سے اس مفہوم کا ایک قول ثابت ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مذکور ہے۔

تنبیہ ②:

❀ نبی کریم ﷺ نے ہرقل کی طرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور قرآن کی آیت لکھی۔

(صحیح البخاري : 7، صحیح مسلم : 1773)

یقیناً ہرقل کافر تھا اور کافر غسل جنابت نہیں کرتا۔ تو وہ قرآنی آیات کی تلاوت کیسے کر سکتا ہے؟

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الِاسْتِدْلَالُ بِحَدِيثِ الْكِتَابِ إِلٰى هِرَقْلَ، فَلَا دَلَالَةَ فِيهِ؛ لِأَنَّهٗ إِنَّمَا كَتَبَ مَا تَدْعُو الضَّرُورَةُ إِلَيْهِ لِلتَّبْلِيغِ.

''نبی کریم ﷺ نے ہرقل کی طرف جو خط لکھا، اس میں حائضہ کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کے جواز پر دلیل نہیں، کیونکہ وہ تو نبی کریم ﷺ نے تبلیغی ضرورت کے پیش نظر لکھا تھا۔''

(فتح الباري لابن رجب : 49/2)

تنبیہ ③:

❀ بعض نے لکھا ہے:

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا بِالْفَارِسِيَّةِ يُكْرَهُ لَهُمْ (الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ) مَسُّهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا عَلَى الصَّحِيحِ .

''قرآن فارسی میں لکھا ہو تو جنبی اور حائضہ کے لیے اس کا چھونا بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے، صحیح قول کے مطابق محمد بن حسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف کا بھی یہی فتوی ہے۔''

(فتاوی عالمگیری :39/1، فتاویٰ قاضی خان :86/1)

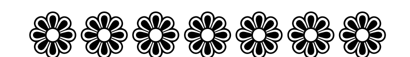
امت مسلمہ عربی قرآن کے علاوہ کسی قرآن سے واقف نہیں۔اس کے باوجود یہ لوگ قرآنِ کریم کے متعلق گم راہ کن عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں۔معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام نہیں بل کہ مجازی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کلام کیا ہے، وہ صوت اور حروف پر مشتمل نہیں، نیز قرآن میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے۔(نعوذ باللہ!)۔

الحاصل:

جنبی اور حائضہ تلاوت نہیں کر سکتے، ہاں کبھی ایک دو آیات پڑھ لے، تو بعض اہل علم نے گنجائش دی ہے۔اس بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنبی اور حائضہ کا حکم ایک ہے۔

تنبیہ:

جنبی اور حائضہ قرآنِ کریم کو چھو بھی نہیں سکتے۔ویسے بھی قرآن چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے۔



قرآنی تعویذ

قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ یہ علاج ہے، اس سے منع نہیں کیا گیا، جس طرح دَم جائز ہے، اسی طرح تعویذ بھی جائز ہے۔ دَم اور تعویذ میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح دَم شرکیہ ہوتا ہے، اسی طرح تعویذ بھی شرکیہ ہوتے ہیں، جن کے متعلق احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَيْسَتِ التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ قَبْلَ الْبَلَاءِ .

''جو (قرآنی تعویذ) بیماری واقع ہونے کے بعد لٹکایا جائے، وہ (ممنوع) تمیمہ نہیں، البتہ (ممنوع) تمیمہ وہ ہے، جو بیماری واقع ہونے سے پہلے (سیپی وغیرہ کی صورت میں) لٹکایا جائے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 325/4، المُستدرك للحاكم : 217/4، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس اثر کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ بیماری کے واقع ہونے کے بعد بطور علاج اگر (قرآنی) تعویذ لٹکالیا جائے، تو یہ ممنوع تمیمہ نہیں، جس کی ممانعت مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد وہ ڈوری اور دھاگہ ہے، جو نظر بد سے بچنے کے لیے باندھی جاتی

ہے، یا وہ سیپیاں مراد ہیں، جو حصول شفا کے لیے لٹکائی جاتی ہیں یا وہ جاہلی تعویذ مراد ہیں، جن پر شیاطین کے نام درج ہوتے تھے یا ایسے تعویذ مراد ہیں، جو مبہم کلام پر مشتمل ہوں۔

❁ **ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:**

إِنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَكْتُبَ الْقُرْآنَ فِي أَدِيمٍ ثُمَّ يُعَلِّقُهُ .

''آپ رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص قرآنی آیات لکھ کر چمڑے میں باندھ کر لٹکا لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 38/8، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:**

إِنَّهُ رَأَى فِي عَضُدِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ خَيْطًا .

''آپ رحمہ اللہ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ کے بازو میں دھاگا دیکھا (جس سے تعویذ باندھا ہوا تھا)۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 39/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **نافع بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّهُ سَأَلَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنِ الرُّقٰى وَتَعْلِيقِ الْكُتُبِ، فَقَالَ : كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَأْمُرُ بِتَعْلِيقِ الْقُرْآنِ وَقَالَ : لَا بَأْسَ بِهٖ .

''میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے دم اور تعویذ لٹکانے کے متعلق سوال کیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: سعید بن مسیّب رحمہ اللہ قرآنی تعویذ لٹکانے کا حکم دیتے تھے، نیز فرمایا کرتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 351/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔

(النّفَقَة على العِيال لابن أبي الدّنيا : 665، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایسی حائضہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے گلے میں تعویذ ہے، فرمایا:

إِنْ كَانَ فِي أَدِيمٍ فَلْتَنْزِعْهُ وَإِنْ كَانَ فِي قَصَبَةٍ مُصَاغَةٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَا بَأْسَ إِنْ شَاءَ تْ وَضَعَتْ، وَإِنْ شَاءَ تْ لَمْ تَفْعَلْ .

''اگر وہ (قرآنی) تعویذ کسی چمڑے میں ہے، تو وہ (دوران حیض) اسے اُتار دے اور اگر لکڑی میں (سوراخ کر کے رکھا گیا) ہے اور اسے چاندی کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے، تو اس کی مرضی پر ہے، خواہ اُتار دے، خواہ نہ اُتارے، ہر صورت جائز ہے۔''

(سنن الدّارمي : 1212، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علی بن حسن بن شقیق رحمہ اللہ ایک آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ فِي كَاغَدَةٍ فَيُعَلَّقُ عَلٰى عَضُدِ الْمَرْأَةِ .

''اسے ایک کاغذ میں لکھ کر عورت کے بازو سے باندھ دیا جائے۔''

(مَجموع الفتاویٰ لابن تيمية : 65/19، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنٍ لِأَحْمَدَ، وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً فِي رَقَبَتِهٖ فِي أَدِيمٍ .

''میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک چھوٹے بیٹے کو دیکھا کہ اس کے گلے میں چمڑے کا تعویذ لٹکا ہوا تھا۔''

(مسائل أبي داود : 1670)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَرْضٰى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقٰى كَمَا نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ .

''مصیبت زدہ یا کسی بھی مریض کے لیے قرآنی آیات یا اللہ کے ذکر پر مبنی کلمات کو مباح چیز سے تحریر کرنا اور اسے دھو کر مریض کو پلا دینا جائز ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔''

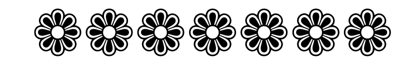
(مجموع الفتاوى : 64/19)

❁ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرُّقٰى وَالتَّعَاوِيذُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ بِآيَاتٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، أَوْ إِذْ كَانَتْ وَرَدَتْ فِي الْحَدِيثِ .

''اگر دم اور تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو یا حدیث سے ثابت ہو، تو اس کے جواز پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(تفسير الخازن : 501/4)



تفسیر ابن عباس

تَنْوِيرُ الْمِقْبَاسِ المعروف بہ ''تفسیر ابن عباس'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **منسوب** ہے، یہ جھوٹی کتاب ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

استنادی حیثیت:

اس کی استنادی حیثیت ملاحظہ ہو۔

محمد بن سائب کلبی:

اس تفسیر کا مرکزی راوی محمد بن سائب، کلبی ''متروک وکذاب'' ہے۔

① امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلٰی تَرْكِ حَدِيثِهٖ لَا يُشْتَغَلُ بِهٖ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ.

''محدثین اس کی حدیث ترک کرنے پر متفق ہیں۔ یہ ضعیف ہے، اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/7)

② مروان بن محمد طاطری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَفْسِيرُ الْكَلْبِيِّ بَاطِلٌ.

''تفسیر کلبی باطل ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/7، وسندهٗ حسنٌ)

③ قرۃ بن خالد سدوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْكَلْبِيَّ يَزْرُفُ يَعْنِي يَكْذِبُ .

''محدثین کا کہنا ہے کہ کلبی جھوٹ بولتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/7، وسندهٗ حسنٌ)

④ سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ بِالْكُوفَةِ كَذَّابَانِ أَحَدُهُمَا الْكَلْبِيُّ .

''کوفہ میں دو کذاب تھے۔ایک ان میں کلبی تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 270/7، وسندهٗ حسنٌ)

⑤ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سُفْيَانُ لَا يُعْجِبُهٗ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُفَسِّرُونَ السُّورَةَ مِنْ أَوَّلِهَا إِلٰى آخِرِهَا مِثْلُ الْكَلْبِيِّ .

''یہ کلبی جیسے لوگ جو اول تا آخر سورت کی تفسیر کرتے ہیں، سفیان ثوری رحمہ اللہ انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 270/7، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ زید بن حباب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ عَجَبًا لِّمَنْ يَّرْوِي عَنِ الْكَلْبِيِّ .

''سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہتے سنا کہ کلبی سے روایت کرنے والے پر تعجب ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 270/7، وسندهٗ حسنٌ)

⑦ یعلی بن حارث محاربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِزَائِدَةَ لِمَ لَا تَرْوِي عَنِ الْكَلْبِيِّ؟ قَالَ كُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَيْهِ فَسَمِعْتُهُ يَوْمًا وَّهُوَ يَقُولُ مَرِضْتُ مَرْضَةً فَنَسِيتُ مَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَأَتَيْتُ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثُوا فِي فِيَّ فَحَفِظْتُ مَا كُنْتُ نَسِيتُ، فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا أَرْوِي عَنْكَ بَعْدَ هٰذَا شَيْئًا فَتَرَكْتُهُ.

''زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آپ کلبی سے روایت کیوں نہیں بیان کرتے، فرمایا: میں وہاں جایا کرتا تھا، ایک دن میں نے اسے کہتے سنا، مجھے بیماری آئی، تو میں سب کچھ بھول گیا، میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، انہوں نے میرے منہ میں پھونکا مجھے بھولا ہوا سب یاد آ گیا، زائدہ فرماتے ہیں: میں نے اسے کہا: اللہ کی قسم! میں آج کے بعد تجھ سے کچھ بیان نہیں کروں گا، اس دن سے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 270/7، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْكَلْبِيُّ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

''کلبی کچھ نہیں تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 270/7، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَبِرَ الْكَلْبِيُّ وَغَلَبَ عَلَيْهِ النِّسْيَانُ فَجَاءَ إِلَى الْحَجَّامِ وَقَبَضَ

عَلٰی لِحْيَتِهٖ فَأَرَادَ أَنْ يَّقُولَ : خُذْ مِنْ هٰهُنَا يَعْنِي مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ، فَقَالَ : خُذْ مَا دُونَ الْقُبْضَةِ .

''کلبی بوڑھا ہو گیا، تو اس پر نسیان غالب آ گیا، حجام کے پاس آیا، داڑھی کو مٹھی میں پکڑا، نائی سے مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کا کہنا چاہتا تھا، مگر اسے کہہ بیٹھا کہ مٹھی سے کم کاٹ دو۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/7، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(سنن الدارقطني : 220/4، ح : 4472)

⑪ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(السنن الكبرٰى : 123/8)

⑫ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' لکھا ہے۔

(الموضوعات : 47/1، 373، 230/3)

⑬ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

أَمَّا ابْنُ الْكَلْبِيِّ فَمُضَعَّفٌ عِنْدَهُمْ، وَرِوَايَتُهٗ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَّخْصُوصَةٌ بِمَزِيدِ تَضْعِيفٍ .

''کلبی تو محدثین کے ہاں ضعیف ہے، اس کی روایت خاص ابو صالح عن ابن عباس کے طریق سے ہے اور بھی ضعیف ہے۔''

(عيون الأثر : 318/1، نصب الرّاية للزّيلعي : 430/3)

⑭ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اَلْكَلْبِيُّ مَتْرُوكٌ مَرَّةً سَاقِطٌ .

''کلبی سخت ''متروک وساقط'' ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 33/3)

⑮ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 220/3)

⑯ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيِّ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ مَنْسُوبٌ إِلَى الْكَذِبِ .

''محمد بن سائب کلبی باتفاق ضعیف اور متہم بالکذب ہے۔''

(عمدة القاري : 101/7)

❀ نیز ''متروک'' بھی کہا ہے۔

(عُمدة القاري : 169/7)

⑰ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''کلبی کذاب ہے۔'' (فتاوی رضویہ:۴۷۶/۲)

ابوصالح باذام:

تفسیر کا دوسرا راوی، کلبی کا استاذ ابوصالح باذام ''ضعیف، مختلط ومدلس'' ہے۔

① کلبی خود کہتا ہے کہ مجھے ابوصالح نے کہا:

كُلُّ مَاحَدَّثْتُكَ فَهُوَ كِذْبٌ .

''جو میں نے تجھے بیان کیا، وہ جھوٹ ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 2128/6، السنن الكبرٰى للبيهقي : 123/7، الجَوهر النَّقي

لابن التّركماني الحَنفي : 278/4)

۞ نیز کہتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ أُحَدِّثُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ فَهُوَ كِذْبٌ .

''میں نے جو کچھ ابو صالح سے بیان کیا، وہ جھوٹ ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 2127/6، سنن الدارقطني : 130/4، ح : 4182، السنن الكبرٰى للبيهقي :290/1، تَقدِمة الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم، ص 73، بيان الوَهم والإيهام لابن القطّان : 1332)

② علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعَّفُوهُ . ''محدثین نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔''

(الجَوهر النّقي : 278/4)

③ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اسے ''ضعیف و مدلس'' لکھا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: 513/4، فتاوی افریقہ، ص71، احکام شریعت، ص169)

محمد بن مروان سدی صغیر:

کلبی کا شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر ''متروک و کذاب'' ہے۔

(ميزان الاعتدال للذّهبي :237/1، 32/4، 33)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اس کے ضعف پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(مَجمع الزّوائد :214/1)

① امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ لَايُكْتَبُ حَدِيثُهُ الْبَتَّةَ .

''ضعیف ومتروک الحدیث ہے۔اس کی حدیث قطعاً نہیں لکھی جائے گی۔''

(الجرح والتّعديل : 82/8)

② امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ . ''ثقہ نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 82/8)

③ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ السُّدِّيَّ الصَّغِيرَ كَذَّابٌ وَّكَذَا الْكَلْبِيُّ وَأَبُو صَالِحٍ ضَعِيفٌ .

''سدی صغیر کذاب ہے۔اسی طرح کلبی اور ابوصالح بھی ضعیف ہیں۔''

(لُباب النُّقول في أسباب النّزول : 28)

④ علامہ احمد سعید کاظمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم نے مروان کو متہم بالکذب ثابت کر دیا ہے۔''

(مقالات کاظمی:47/2)

❁ امامِ بریلویت احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ تفسیر کہ منسوب بہ سید ابن عباس ہے، نہ ان کی کتاب ہے، نہ ان سے ثابت ہے۔ یہ بہ سند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ سلسلہ کذب ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 29، ص396)

❁ علامہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات:۸۲) اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے۔''

(إزالة الرَّيب : 308، 315)

❁ مفتی تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں ایک کتاب ''تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس'' کے نام سے شائع ہوئی ہے، جسے آج کل عموماً ''تفسیر ابن عباس'' کہا اور سمجھا جاتا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، کیوں کہ یہ کتاب ''محمد بن مروان السدی عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس'' کی سند سے مروی ہے اور اس سند کو محدثین نے ''سلسلۃ الکذب'' (جھوٹ کا سلسلہ) قرار دیا ہے، لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔'' (علوم القرآن، ص458)

فائدہ:

❁ بعض عدم رفع الیدین کے قائلین نے اس تفسیر سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول پیش کیا ہے:

مُخْبِتُونَ، مُتَوَاضِعُونَ، لَا يَلْتَفِتُونَ يَمِينًا وَّلَا شِمَالًا، وَلَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ.

''متواضع، اطاعت گزار، دائیں دیکھیں نہ بائیں، نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے۔''

(تفسير ابن عبّاس : 212)

اسے عدم رفع الیدین پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

① جب یہ تفسیر ہی جھوٹی ہے، تو اسے رفع الیدین کے رد میں پیش کرنا بھی جھوٹ ہوگا۔

② جو لوگ اس قول کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں، انہیں قنوت وتر اور عیدین کا رفع الیدین بھی چھوڑنا پڑے گا، کیونکہ ان مقامات کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خود رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

❀ ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء قصاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

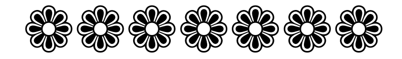
رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔''

(مُصنّف ابن أبي شَيبة :239/1، وسندهٗ حسنٌ)

الحاصل:

تَنْوِيرُ الْمِقْبَاسِ المعروف بہ ''تفسیر ابن عباس'' جھوٹی کتاب ہے۔



مدتِ تکمیل قرآن

تین دن اور اس سے زائد مدت میں قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کرنا مستحب اور افضل ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا:

صُمْ مِّنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ : فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ : صُمْ يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا، وَقَالَ : اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، فَقُلْتُ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، حَتّٰى قَالَ : اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثٍ .

”آپ ﷺ نے فرمایا: مہینے میں صرف تین دن کے روزے رکھا کریں۔ عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے اور مسلسل یہی کہتے رہے، (کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے)، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھا کریں اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قرآنِ کریم کی تلاوت ایک مہینے میں مکمل کیا کریں۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، (اور مسلسل یہی کہتے رہے)، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین دن میں مکمل کرلیا کریں۔“

(صحيح البخاري : 1978)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ .

''جس نے تین دنوں سے پہلے قرآن کی تلاوت مکمل کی، اس نے قرآن کو سمجھا نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1394، سنن الترمذي : 2949، سنن ابن ماجه : 1347، فضائل القرآن للنسائي : 92، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ . ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ چالیس (۴۰) دنوں میں قرآنِ کریم کی تکمیل کیا کریں، پھر فرمایا: ایک مہینے میں، پھر فرمایا: بیس (۲۰) دنوں میں، پھر فرمایا: پندرہ (۱۵) دنوں میں، پھر فرمایا: دس (۱۰) دنوں میں، پھر فرمایا: سات (۷) دنوں میں، اور سات (۷) دنوں پر آ کر رک گئے۔

(فضائل القرآن للنسائي : 94، مُختصر قيام اللّيل للمَروزي، ص 66، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بات چیت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، قُلْتُ : إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، حَتّٰى قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ، وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ .

''ایک مہینے میں قرآنِ مجید مکمل کیا کریں، میں نے عرض کیا: میں اس سے کم مدت میں تکمیل کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا...... پھر سات دنوں میں تکمیل کر لیا کریں، اس سے کم مدت میں مکمل نہ کرنا۔''

(صحيح البخاري : 5054، صحيح مسلم : 1159)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

لَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ .

''میں نہیں جانتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآنِ کریم پڑھا ہو۔''

(صحيح مسلم : 139/746)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعٍ .

''ہر ہفتے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کیا کریں۔''

(فضائل القرآن للفَريابي : 131، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَاهُ كَانَ يَخْتِمُ فِي رَمَضَانَ فِي ثَلَاثٍ، وَفِي غَيْرِ رَمَضَانَ مِنَ الْجُمُعَةِ لِلْجُمُعَةِ .

''میرے والدمحترم رمضان المبارک میں تین دنوں میں قرآن کریم کی تکمیل کیا کرتے تھے اور دوسرے دنوں میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک قرآن مکمل کیا کرتے تھے۔''(فضائل القرآن للفريابي : 132، وسندهٗ صحيحٌ)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن کریم نہیں پڑھا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات دن یا کم از کم تین دن میں تکمیل کی ہدایت فرماتے تھے، لہٰذا بہتر یہی ہے تین دن یا اس سے زائد مدت میں ہی قرآنِ کریم کی تکمیل کی جائے۔

تین دن سے کم مدت میں تکمیل اور اسلافِ امت:

البتہ ان تعلیماتِ نبوی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے پہلے تکمیل کرنا حرام

ہے، کیونکہ اسلافِ امت کا فہم وعمل یہی بتاتا ہے۔اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

❀ ابوجمرہ،نصر بن عمران بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي رَجُلٌ سَرِيعُ الْقِرَاءَةِ، وَرُبَّمَا قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَأَنْ أَقْرَأَ سُورَةً وَّاحِدَةً أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ مِثْلَ الَّذِي تَفْعَلُ، فَإِنْ كُنْتَ فَاعِلًا لَّا بُدَّ؛ فَاقْرَأْهُ قِرَاءَةً تُسْمِعُ أُذُنَيْكَ وَيَعِيهِ قَلْبُكَ .

''میں تیز قرأت کرنے والا شخص ہوں اور کبھی تو ایک رات میں ایک یا دو مرتبہ قرآنِ مجید مکمل کر لیتا ہوں۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ایک سورت کی تلاوت کرلوں،تو یہ مجھے آپ کے طرزِعمل سے اچھا لگتا ہے۔البتہ اگر آپ ضرور ہی ایسا کرنا چاہتے ہیں،تو تلاوت ایسے انداز میں کریں کہ آپ کے کان اسے سن رہے ہوں اور آپ کا دل اسے سمجھ رہا ہو۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 396/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ .

''آپ رحمہ اللہ دوراتوں میں قرآنِ پاک مکمل پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(طَبَقات ابن سعد : 270/2، سنن الدّارمي : 3528، حِلية الأولياء لأبي نُعَيْم : 273/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً، فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ؛

خَتَمَ فِي كُلِّ ثَلَاثِ لَيَالٍ مَّرَّةً، فَإِذَا جَاءَ الْعَشْرُ؛ خَتَمَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مَّرَّةً.

''آپ رحمہ اللہ سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔البتہ جب ماہِ رمضان آتا،تو تین راتوں میں ایک مرتبہ قرآن کریم کی تکمیل کرتے اور جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا،تو ہر رات میں ایک مرتبہ تکمیل کرتے تھے۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعيم الأصبهاني : 339/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ عَلْقَمَةَ كَانَ يَقْرَأُ فِي خَمْسٍ، قَالَ : وَقَرَأَهٗ فِي مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ.

''علقمہ رحمہ اللہ پانچ دنوں میں قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے،البتہ مکہ مکرمہ میں انہوں نے ایک رات میں قرآنِ کریم کی قرأت کی۔''

(فضائل القرآن للفَريابي : 139، وسندهٗ صحيحٌ، فضائل القرآن لأبي عُبيد، ص 182، الثّقات لابن حبّان : 208/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسود بن یزید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ الْأَسْوَدُ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي لَيْلَتَيْنِ، وَيَخْتِمُهٗ فِي سِوٰى رَمَضَانَ فِي سِتٍّ.

''اسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان میں دو راتوں میں مکمل قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے،جبکہ عام حالات میں چھ دنوں میں قرآن کی تکمیل کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثّقات لابن حبّان : 31/4، الطّبَقات الكبرٰى لابن سعد : 136/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علی ازدی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ .

''آپ رحمہ اللہ رمضان میں ہر رات مکمل قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثّقات لابن حبّان : 164/5، 165، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام شعبہ بن حجاج قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ .

''سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ہر دن رات میں ایک دفعہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(طبقات ابن سعد : 364/5، تاريخ ابن عساكر : 213/20، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن خالد خزاز رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ .

''آپ رحمہ اللہ ایک دن رات میں قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 245/7)

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنُ مَهْدِيٍّ يَّخْتِمُ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ، كَانَ وِرْدُهٗ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ نِصْفُ الْقُرْآنَ .

''عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ دو راتوں میں قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں نصف قرآن پڑھا کرتے تھے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 247/10، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن احمد بن ابوعون رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ مَّرَّتَيْنِ .

''آپ رحمہ اللہ ہر دن رات میں دومرتبہ قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان: 4622)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِخْتِيَارُ أَنَّ ذٰلِكَ يَخْتَلِفُ بِالْأَشْخَاصِ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ وَتَدْقِيقِ الْفِكْرِ؛ اُسْتُحِبَّ لَهٗ أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى الْقَدَرِ الَّذِي لَا يَخْتَلُّ بِهِ الْمَقْصُودُ مِنَ التَّدَبُّرِ وَاسْتِخْرَاجِ الْمَعَانِي، وَكَذَا مَنْ كَانَ لَهٗ شُغْلٌ بِالْعِلْمِ أَوْ غَيْرِهٖ مِنْ مُّهِمَّاتِ الدِّينِ وَمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ الْعَامَّةِ؛ يُسْتَحَبُّ لَهٗ أَنْ يَّقْتَصِرَ مِنْهُ عَلَى الْقَدَرِ الَّذِي لَا يُخِلُّ بِمَا هُوَ فِيهِ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ فَالْأَوْلٰى لَهُ الْاِسْتِكْثَارُ مَا أَمْكَنَهٗ مِنْ غَيْرِ خُرُوجٍ إِلَى الْمَلَلِ، وَلَا يَقْرَؤُهٗ هَذْرَمَةً، وَاللّٰهُ أَعْلَم .

''اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ تکمیل قرآن کی مدت کا مسئلہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے۔ جو شخص سمجھ بوجھ اور گہری سوچ رکھنے والا ہے، وہ اتنی مقدار میں تلاوت کرے کہ تدبر اور استخراجِ معانی کے مقصد میں خلل واقع نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص علمی مصروفیات یا دیگر دینی سرگرمیوں اور عام مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول ہے، اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اتنی مقدار میں تلاوت کرے کہ اس کے دیگر امور میں خلل نہ آئے۔ ہاں، جو شخص ایسی مصروفیات میں نہیں ہے، اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اکتاہٹ کے بغیر جس قدر ممکن ہو

سکے، کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے، نیز تیز رفتاری سے قرأت نہ کرے، واللہ اعلم!''

(التِّبيان في آداب حَمَلَة القرآن، ص 61، فتح الباري لابن حَجَر : 97/9، تفسير ابن كثير :81/1، 82)

❀ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ تَتَبَّعْتَ تَرَاجِمَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ؛ لَوَجَدْتَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْأَعْلَامَ لَمْ يَحْمِلُوا النَّهْيَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ عَلَى التَّحْرِيمِ .

''اگر آپ ائمہ حدیث کی سیرت کی ورق گردانی کریں گے، تو آپ کو ان میں بہت سے ایسے ائمہ ملیں گے، جو تین دنوں سے پہلے قرآنِ کریم کی قرأت مکمل کرلیا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کبار محدثین تین دن سے پہلے قرآن کریم کی تکمیل کے متعلق وارد ہونے والی ممانعت کو تحریمی نہیں سمجھتے تھے۔''

(تُحفَة الأحوَذي : 63/4)

لیکن تکمیل کی جو بھی صورت ہو، آدابِ تلاوت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلٰى أَهْلِ الْعِلْمِ .

''ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرنا اہل علم کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2946)

نسخ کا ثبوت

نسخ اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ مالک ذوالجلال انسانوں کی ذہنی نشو ونما کے مطابق مختلف اوقات میں احکام تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کی حکمتیں ہیں، جن کی بنا پر اس نے کئی احکام دیئے، پھر تبدیل کر دیئے۔ پہلے قبلہ بیت المقدس تھا، پھر اللہ نے بیت المقدس سے تبدیل کر کے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا، پچھلی شریعتوں میں تعظیمی سجدہ روا رکھا گیا، مگر ہماری شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا ہے۔تو یہ سب نسخ کی صورتیں ہیں، قرآن کی آیات میں بھی نسخ ہوتا رہا ہے۔

سورت بقرہ (١٠٦)، سورت رعد (٣٩)، سورت نحل (١٠١)، سورت نساء (١٦٠)، سورت مجادلہ (١٢) اور سورت اعلیٰ (٦) میں نسخ کا ثبوت موجود ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ ہوا ہے، یہ برحق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے، اہل سنت والجماعت کا نسخ کے ثبوت پر اتفاق واجماع ہے، قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت ہے، بعض اہل بدعت نسخ کا انکار کرتے ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، إِذْ جَاءَ هُمْ آتٍ، فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ

وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الكَعْبَةِ .

''کچھ لوگ قبا بستی میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہنے لگا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پر رات قرآن نازل ہوا ہے، جس میں تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا آپ بھی قبلہ رو ہو جائیں۔ اس وقت ان کے منہ شام کی جانب تھے، (یہ سن کر) وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔''

(صحيح البخاري : 403، صحيح مسلم : 526)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ بَيَانُ النَّسْخِ فِي أَحْكَامِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ بَابٌ يُسْتَغْنٰى عَنِ الْقَوْلِ فِيهِ لِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْحَقِّ عَلَيْهِ .

''اس حدیث میں بیان ہے کہ احکام الٰہیہ میں نسخ ثابت ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے، جس میں مزید بات کی ضرورت نہیں، کیونکہ اہل حق کا اس پر اجماع ہے۔''

(التّمهيد : 134/23)

۞ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مِمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ كَافَّةُ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا طَائِفَةً مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ لَا يُعْبَأُ بِهَا لَمْ تَقُلْ بِهٖ .

''نسخ کے ثبوت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، البتہ اہل بدعت کا ایک گروہ، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، وہ نسخ کا قائل نہیں۔''

(إكمال المُعلِم : 448/2)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلٰى جَوَازِ النَّسْخِ فِي أَحْكَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى، لِمَا لَهٗ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْحِكَمِ الْبَالِغَةِ، وَكُلُّهُمْ قَالَ بِوُقُوعِهٖ .

''تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ کے احکام میں نسخ بالکل جائز ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں اللہ کی بالغ حکمتیں ہیں، سبھی کہتے ہیں کہ نسخ کا وقوع حق ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر :379/1، تفسیر القرطبي : 63/2، وغیرهما)

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِهٖ وَأَنْكَرَهُ الْيَهُودُ ظَنًّا مِّنْهُمْ أَنَّهٗ بَدَاءٌ كَالَّذِي يَرَى الرَّأْيَ ثُمَّ يَبْدُو لَهٗ وَهُوَ بَاطِلٌ لِّأَنَّهٗ بَيَانُ مُدَّةِ الْحُكْمِ كَالْإِحْيَاءِ بَعْدَ الْإِمَاتَةِ وَعَكْسِهٖ وَالْمَرَضِ بَعْدَ الصِّحَّةِ وَعَكْسِهٖ وَالْفَقْرِ بَعْدَ الْغِنٰى وَعَكْسِهٖ وَذٰلِكَ لَا يَكُونُ بَدَاءً فَكَذَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ (شریعت میں) نسخ ہوسکتا ہے، یہود نے اس کا انکار کیا ہے، یہ اپنی جانب سے گمان کرتے ہیں کہ یہ بداء ہے، جیسے کوئی شخص ایک رائے قائم کرے، پھر اسے کوئی اور رائے درست معلوم ہو جائے۔ یہ بات باطل ہے، کیونکہ نسخ کسی حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے، جیسے مارنے کے بعد زندہ کرنا، یا زندہ کرنے کے بعد مارنا، تندرستی کے بعد بیماری یا بیماری کے بعد تندرستی، امیری کے بعد غریبی یا غریبی کے بعد امیری۔ جیسے ان سب امور کو بداء نہیں کہتے، اسی طرح امر اور نہی کو بھی بداء نہیں کہہ سکتے۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 67/3)

۞ نیز نقل کرتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : كَيْفَ يَقَعُ النَّسْخُ إِلٰى غَيْرِ بَدَلٍ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا﴾ وَهٰذَا إِخْبَارٌ لَّا يَدْخُلُهُ خُلْفٌ، فَالْجَوَابُ أَنْ نَقُولَ : كُلُّ مَا ثَبَتَ الْآنَ فِي الْقُرْآنِ وَلَمْ يُنْسَخْ فَهُوَ بَدَلٌ مِمَّا قَدْ نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ وَكُلُّ مَا نَسَخَهُ اللّٰهُ مِنَ الْقُرْآنِ مِمَّا لَا نَعْلَمُهُ الْآنَ فَقَدْ أَبْدَلَهُ بِمَا عَلِمْنَاهُ وَتَوَاتَرَ إِلَيْنَا لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ .

''اگر کہا جائے کہ ایسا نسخ کیوں کر واقع ہوسکتا ہے، جس کا کوئی نعم البدل ہی نہ دیا جائے، اللہ فرماتے ہیں: ''ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلوا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔'' یہ آیت ہے جس میں وعدہ خلافی ہو ہی نہیں سکتی۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس وقت قرآن میں جو کچھ بھی موجود ہے اور منسوخ نہیں ہوا تو یہ ان آیات کا نعم البدل ہی ہے، جو آیات منسوخ ہوچکی ہیں، اللہ نے قرآن سے جتنا کچھ بھی منسوخ کیا ہے، جسے ہم نہیں جانتے، تو اللہ نے اس کے بدلے میں ہم کو وہ قرآن دیا ہے، جسے ہم جانتے ہیں اور اس کے الفاظ و معانی ہم تک بطریق متواتر پہنچے ہیں۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 87/3)

نسخ تین طرح کا ہوتا ہے؛

① حکم اور تلاوت دونوں منسوخ جیسا کہ دس رضعات۔

② تلاوت منسوخ اور حکم باقی، مثلاً یہ حکم کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ

عورت زنا کریں، تو انہیں رجم کردو۔

③ حکم منسوخ اور تلاوت باقی، اس کی کئی مثالیں ہیں۔

۞ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) آیت: ﴿مَا نَنسَخ مِن آيَةٍ أَو نُنسِهَا﴾ اور ﴿سَنُقرِئُكَ فَلا تَنسٰى ، إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں:

هَاتَانِ السُّورَتَانِ مِمَّا قَدْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُنسِيَهٗ بَعْدَ أَنْ أَنْزَلَهٗ، وَهٰذَا لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ، قَادِرٌ عَلٰى مَا يَشَاءُ؛ إِذْ كُلُّ ذٰلِكَ مُمْكِنٌ .

وَلَا يَتَوَهَّمُ مُتَوَهِّمٌ مِنْ هٰذَا وَشَبَهِهٖ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ ضَاعَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَإِنَّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ؛ بِدَلِيلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ وَبِأَنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمُ انْعَقَدَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي تَعَبَّدْنَا بِتَلَاوَتِهٖ وَبِأَحْكَامِهٖ هُوَ مَا ثَبَتَ بَيْنَ دُفَّتِي الْمُصْحَفِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّلَا نُقْصَانٍ .

''یہ دو سورتیں وہ ہیں، جن کو نازل کرنے کے بعد ان کو بھلا دینے کا اللہ نے ارادہ کیا ہے، تو یہ بالکل ایسے ہی ہے، کیونکہ اللہ جو ارادہ کرے، وہ کرتا ہے، جو چاہے، وہ کرنے پر قادر ہے، یہ سب ممکن ہے۔ کوئی شخص یہ وہم اور شبہ نہ پال لے کہ قرآن سے کچھ ضائع ہو گیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' اسی پر صحابہ و تابعین وائمہ سلف کا اجماع ہوا ہے کہ جس قرآن کی تلاوت ہم عبادت کے لئے کرتے ہیں

اوراس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں، وہ قرآن ان دو گتوں کے درمیان، بغیر کسی زیادت ونقصان کے موجود ہے۔‘‘

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 94/3)

کیا قرآن غیر محفوظ ہے؟

بعض مستشرقین اور مستغربین یہ اعتراض اچھالتے ہیں کہ قرآن کریم غیر محفوظ ہے۔ اس میں تغیر وتبدل اور تحریف واقع ہوئی ہے، کئی ایسی آیات ہیں، جو منسوخ ہیں، جن کی پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد بھی تلاوت ہوتی رہی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ تو امم سابقہ میں بھی موجود تھا، محض قرآن پر اعتراض کی تو کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ نسخ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ نسخ عہد نبوی میں بھی تھا۔ صحابہ کرام ناسخ ومنسوخ کی تحقیق رکھتے تھے۔ لہٰذا دعویٔ نسخ کوئی نئی بات نہیں۔

نیز نسخ قرآن کی خوبیوں میں سے ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے، وہ جب چاہتا اپنے کلام کو اپنے بندوں کے لیے باقی رکھتا، جب چاہتا منسوخ کر دیتا۔ بندوں کو کوئی حق نہیں کہ کلام الٰہی میں نسخ کے حوالے سے تشکیک وارد کریں۔

یہ اسلوب کی حکمت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت میں تھا کہ فلاں حکم فلاں وقت تک موزوں ہے، اسے تب تک باقی رکھا گیا، بعد میں منسوخ کر دیا گیا یا منسوخ کر کے اس سے بہتر حکم نازل کر دیا گیا۔ البتہ بعض جگہ پر حکم کو منسوخ کر کے، اس کی تلاوت کو باقی رکھا گیا ہے، اس پر اعتراض اٹھایا جا سکتا ہے کہ جب حکم ہی نہ رہا، تو تلاوت باقی رکھنے کا فائدہ؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ تلاوت باقی رکھنے میں بیش بہا حکمتیں کارفرما ہیں، مثلاً؛

① اللہ تعالیٰ کی نعمت کی یاددہانی ہو جاتی ہے، کیوں کہ جن آیات کا حکم منسوخ

اور تلاوت باقی ہیں ان میں امت پر تخفیف کی گئی ہے۔

② مومن کی آزمائش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نسخ والے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، یا نہیں؟ مومن تو اسے تسلیم کر لیتا ہے اور منافق اور کافر مجادلہ ومخاصمہ کرتا ہے۔

③ ان آیات کی تلاوت بھی عبادت ہے اور اس پر ڈھیروں اجر وثواب ہے۔

④ نسخ عقلاً بھی مانع نہیں۔ ہم اللہ کی بندے ہیں اور وہ ہمارا مالک ہے، لہٰذا مالک جب چاہے، حکم ارشاد فرمادے اور جب چاہے اسے منسوخ قرار دے۔ نسخ تسلیم کرنا عبودیت وغلامی کا حق ادا کرنا ہے۔

⑤ اس سے امت محمدیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اتباع کی عدیم النظیر مثال قائم کی ہے کہ اس حکم کو بھی تسلیم کیا، جس کے الفاظ قرآن میں موجود نہیں۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ لِيَظْهَرَ بِهٖ مِقْدَارُ طَاعَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمُسَارَعَةِ إِلٰى بَذْلِ النُّفُوسِ بِطَرِيقِ الظَّنِّ مِنْ غَيْرِ اسْتِفْصَالٍ لِطَلَبِ طَرِيقٍ مَقْطُوعٍ بِهٖ فَيُسْرِعُونَ بِأَيْسَرِ شَيْءٍ كَمَا سَارَعَ الْخَلِيلُ إِلٰى ذَبْحِ وَلَدِهٖ بِمَنَامٍ وَالْمَنَامُ أَدْنٰى طَرِيقِ الْوَحْيِ وَأَمْثِلَةُ هٰذَا الضَّرْبِ كَثِيرَةٌ.

”نسخ میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے امت محمدیہ کی کمال اطاعت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ وہ ظن (جسے عقل جھٹ سے تسلیم نہ کرے) سے ثابت ہونے والے حکم پر بھی دل وجان سے کاربند رہتے ہیں، کسی قطعی حکم کی تفصیل طلب نہیں کرتے۔ وہ ادنی سے اشارے پر لپک جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام خواب کی بنا پر اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، جبکہ

خواب وحی کا ادنی ترین ذریعہ ہے۔ اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 72/3)

پہلا نسخ:

قرآن کریم میں نسخ ہوا ہے، سب سے پہلا حکم، جو منسوخ ہوا، وہ تحویل قبلہ کا تھا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

۞ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الْقِبْلَةَ أَوَّلُ مَا نُسِخَ مِنَ الْقُرْآنِ .

''علما کا اجماع ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے نسخ قبلہ کے بارے میں ہوا۔''

(تفسير القرطبي : 151/2)

نسخ کی پہچان:

۞ علامہ ابناسی رحمہ اللہ (۸۰۲ھ) فرماتے ہیں:

يُعْرَفُ النَّسْخُ بِأَرْبَعَةِ أُمُورٍ؛ بِنَصِّ الشَّارِعِ عَلَيْهِ أَوْ بِنَصِّ صَحَابِيٍّ أَوْ بِمَعْرِفَةِ التَّارِيخِ أَوْ بِالْإِجْمَاعِ .

''نسخ کی پہچان چار چیزوں سے ہو گی؛ ① شارع نص قائم کر دے۔ ② صحابی صراحت کر دے ③ تاریخ کے ذریعہ ④ اجماع کے ذریعہ۔''

(الشّذا الفَياح : 462/2)

حافظ بلقینی رحمہ اللہ نے اجماع سے منسوخ ہونے کی یہ مثال بیان کی ہے۔

۞ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا وہب بن

زمعہ رضی اللہ عنہ اور آل ابی امیہ کے ایک شخص سے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءَ، فَإِذَا أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوفُوا هٰذَا الْبَيْتَ صِرْتُمْ حُرُمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطُوفُوا بِهٖ .

''آج کے دن آپ کے لیے رخصت ہے، جب آپ جمرہ کو کنکریاں مار لیں، تو آپ ہر اس شے سے حلال ہو سکتے ہیں، جو آپ پر حرام کی گئی تھی، سوائے بیوی کے پاس جانے کے۔ پھر بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے جب آپ شام کر لیں، تو آپ اسی طرح محرم بن جائیں گے، جس طرح کنکریاں مارنے سے پہلے تھے، یہاں تک بیت اللہ کا طواف کر لیں۔''

(سنن أبي داود : 1999، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْفُقَهَاءِ يَقُولُ بِذٰلِكَ .

''میں نہیں جانتا کہ فقہا میں سے کوئی اس حدیث کے مطابق عمل کرنے کا قائل ہو۔''

(السّنن الكبرىٰ : 136/5)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى تَرْكِ الْعَمَلِ بِهٖ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

(فتح المُغيث : 56/4)

باب رابع

حدود

اس باب میں بعض شرعی حدود کا ذکر کیا جائے گا، جن پر ملحدین اعتراض کرتے ہیں۔

مرتد کی سزا

مرتد کی سزا قتل ہے، اس پر اجماع ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ شَهَادَةَ شَاهِدَيْنِ يَجِبُ قُبُولُهُمَا عَلَى الْاِرْتِدَادِ، وَيُقْتَلُ الْمَرْءُ بِشَهَادَتِهِمَا إِنْ لَمْ يَرْجِعْ إِلَى الْإِسْلَامِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ دو مقبول گواہ کسی کے مرتد ہونے پر گواہی دے دیں، تو اگر وہ اسلام کی طرف نہ پلٹے، تو ان کی گواہی سے اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔''

(الإجماع : 725)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَتْلُ بِالرِّدَّةِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ .

''جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ ارتداد کی وجہ سے قتل کرنے پر مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد : 318/5)

❁ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

كَذَا الْعَرَبُ لَمَّا ارْتَدَّتْ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى قَتْلِهِمْ .

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب بعض عرب مرتد ہو گئے، تو صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں قتل کرنے پر اجماع کر لیا تھا۔‘‘

(بدائع الصّنائع : 134/7)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى أَنَّ الْعَبْدَ وَالْحُرَّ فِي الرِّدَّةِ سَوَاءٌ .

’’اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ غلام اور آزاد دونوں ارتداد (کی سزا) میں برابر ہیں۔‘‘

(فتح الباري : 203/12)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَتْلُ الْمُرْتَدِّ عَنِ الْإِسْلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ .

’’اسلام سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔‘‘

(السَّيل الجرار، ص 868)

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ .

’’جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے، اسے قتل کر دیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 3017)

② عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ، وَلَمْ أَكُنْ لِأُحَرِّقَهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ : صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین اسلام کو آگ میں جلا دیا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر پہنچی، تو کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اسلام سے پھر جائے اسے قتل کر دیں۔'' اگر فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا، تو انہیں قتل کر دیتا، جلاتا نہیں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ کا عذاب نہ دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خبر پہنچی، تو فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سچ کہتے ہیں۔''

(سنن أبي داود : 4351، سنن النسائي : 4060، سنن الترمذي : 1458، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۶۰۶) نے ''صحیح''، امام دارقطنی رحمہ اللہ (۳۱۸۲) نے ''ثابت صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۶۲۹۵) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُرْتَدِّ .

''یہ حدیث حسن صحیح ہے، مرتد کے بارے میں اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے۔''

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَنِ ارْتَدَّ عَنْ دِينِهٖ حَلَّ دَمُهٗ وَضُرِبَتْ عُنُقُهٗ وَالْأُمَّةُ مُجْتَمِعَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ .

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو دین سے پھر جائے، اس کا خون حلال ہے،

اس کی گردن اتار دی جائے، اس پر امت کا اجماع ہے۔''

(التمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد : 306/5)

③ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ أَلْقٰى لَهٗ وِسَادَةً، قَالَ : انْزِلْ، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ مُوثَقٌ، قَالَ : مَا هٰذَا؟ قَالَ : كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ، قَالَ : اجْلِسْ، قَالَ : لَا أَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ، قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ .

''جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان کے پاس (یمن) تشریف لائے، تو انہوں نے ان کے لیے گدا بچھایا اور کہا: نیچے آیئے، اسی دوران (معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ) ان کے یہاں ایک شخص باندھا ہوا ہے، کہنے لگے: یہ کیا؟ عرض کیا: یہ یہودی تھا، مسلمان ہوا، پھر (مرتد ہو کر) یہودی ہو گیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: (سواری سے) نیچے تو آیئے، تو معاذ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا: جب تک اس مرتد کو قتل نہیں کیا جاتا، بیٹھوں گا نہیں، یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔''

(صحيح البخاري : 6923، صحيح مسلم : 1733)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ وُجُوبُ قَتْلِ الْمُرْتَدِّ وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى قَتْلِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے، اسے قتل کرنے پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(شرح النّووي : 208/12)

❁ **امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:**

الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ يَجِبُ قَتْلُ الْمُرْتَدِّ، وَهُوَ إِجْمَاعٌ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔''

(سُبُل السّلام : 383/2)

④ **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ؛ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ .

''کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں، سوائے تین صورتوں میں سے کسی صورت میں؛ ① قتل کے قصاص میں ② شادی شدہ زانی (کو رجم کی صورت میں) ③ دین سے مرتد ہونے والا اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ دینے والا۔''

(صحيح البخاري : 6878، صحيح مسلم : 1676)

⑤ **سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:**

وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ : فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ .

''اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا، جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر لوگ بکری کا ایک بچہ دینے سے انکار کریں کہ جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں اسے روکنے پر بھی ان سے قتال کروں گا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کر دیا تھا، پھر میں بھی جان گیا کہ یہی حق ہے۔''

(صحيح البخاري : 6925)

٦ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ، حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِّمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی، جو کم عمر اور کج فہم ہوں گے، (ظاہری طور پر) وہ اچھی بات کریں گے، مگر اسلام سے ایسے نکل چکے ہوں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، لہٰذا انہیں آپ جہاں بھی پائیں، انہیں قتل کر دیں، انہیں قتل کرنا روزِ قیامت باعث اجر ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 3611، صحيح مسلم : 1066)

⑦ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، أَوْ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانِهٖ، أَوْ قَتَلَ نَفْسًا .

''صرف تین وجوہات کی بنا پر کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے۔ ① جو اسلام لانے کے بعد کفر کرے ② جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے ③ جو کسی کو (ناحق) قتل کر دے۔''

(مسند الإمام أحمد : 62,61/1، سنن أبي داوٗد : 4502، سنن النّسائي : 4024، سنن التّرمذي : 2158، سنن ابن ماجه : 2533، معرفة الصّحابة لأبی نعيم الأصبهاني : 75/1، ح : 287، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۳۶) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۵۰/۴) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

⑧ یہی روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الأوسط للطبراني :3221، صحيحٌ)

⑨ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نَفَرًا مِّنْ عُكْلٍ، وَّعُرَيْنَةَ تَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ أَهْلُ ضَرْعٍ وَّلَمْ يَكُونُوا أَهْلَ رِيفٍ، وَّشَكَوْا حُمَّى الْمَدِينَةِ، فَأَمَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ، وَّأَمَرَ لَهُمْ بِرَاعٍ، وَّأَمَرَهُمْ أَنْ يَّخْرُجُوا فَيَشْرَبُوا

مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَانْطَلَقُوا بِنَاحِيَةِ الْحَرَّةِ، فَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقُوا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُتِيَ بِهِمْ، فَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَتُرِكُوا بِنَاحِيَةِ الْحَرَّةِ يَقْضِمُونَ حِجَارَتَهَا حَتّٰى مَاتُوا .

''عکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ زمیندار نہیں، بل کہ چرواہے ہیں، نیز انہوں نے مدینہ کے بخار کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے اونٹوں اور چرواہوں کا (بندوبست کرنے کا) حکم دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ (مدینہ سے) باہر چلے جائیں، ان کا دودھ اور پیشاب پئیں، وہ حرہ (پتھریلا میدان) کے ایک کونے میں چلے گئے اور اسلام لانے کے بعد کافر (مرتد) ہو گئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے، نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی، تو آپ نے ان کے پیچھے لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے بھیجا، انہیں لایا گیا، تو آپ نے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے ڈالی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے، پھر انہیں حرہ کے کنارے میں پھینک دیا گیا وہ پتھر چباتے چباتے مر گئے۔''

(صحيح البخاري : 4192، صحيح مسلم : 1671، المُنتقى لابن الجارود : 846)

عمر قید کی سزا:

مرتد کی سزا قتل ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت اسی پر دال ہیں، اسے عمر قید یا کوئی اور سزا دینا جائز نہیں۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْمُرْتَدَّ لَا يُسْبٰى .

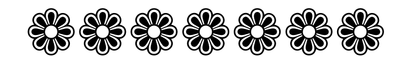
''اہل علم کا اجماع ہے کہ مرتد کو قید کی سزا نہیں دی جائے گی (بلکہ اسے قتل کیا جائے گا)۔''

(شرح النّووي :204/1)

ضروری نوٹ:

دین سے مرتد ہونے والے کو قتل کرنا اسلام کا حق ہے۔ اس پر اُمت کے علما کا اتفاق ہے کہ دین اسلام کے بنیادی اور ضروری عقائد میں سے کسی ثابت اور متفقہ عقیدہ کا انکار کفر اور ارتداد ہے، اسی طرح دین میں کسی ایسی شے کا کلی طور پر انکار کرنا بھی کفر وارتداد ہے، جو کتاب وسنت کے واضح دلائل سے ثابت ہو۔

مگر یاد رہے کہ سزاؤں کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے، کسی فرد بشر کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، یہ فساد فی الارض ہے، اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اگر کسی شرعی حد کا نفاذ ریاست نہیں کرتی، تو قیامت کے دن ریاست کے ذمہ داران ہی جواب دہ ہوں گے، لہٰذا عوام کا فرض صرف حدود اللہ کے نفاذ کا مطالبہ کرنا ہے، حدود قائم کرنا ان کا وظیفہ نہیں۔



حدِ رجم

رجم حق ہے۔قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود تھا، بعد میں تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا،متواتر احادیث سے ثابت ہے، ہر دور کے علمانے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

رجم قرآنی حکم ہے:

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ قَرَأْنَا فِيهَا : «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» .

''ہم نے سورت احزاب میں پڑھا تھا: «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» ''بوڑھا اور بوڑھی جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کردو، یہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(زوائد عبد اللّٰه بن أحمد : 132/5 ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۲۸) نے صحیح ،امام حاکم رحمہ اللہ (۳۵۹/۴) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

✿ امام کثیر بن صلت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ جب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے مصحف لکھ رہے تھے،تو اس

آیت پر پہنچے، تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ''بوڑھا اور بوڑھی زنا کریں، تو ان کو قطعی طور پر رجم کر دو کہ یہ اللہ ورسول کی طرف سے سزا ہے۔''

(مسند أبي داود الطّيالسي: 615، مسند الإمام أحمد: 183/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۴/ ۳۶۷) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ امام طبری رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار «مسند عمر»: 870/2)

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَقَدْ أُنْزِلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَعَاتُ الْكَبِيرِ عَشْرًا، فَكَانَتْ فِي وَرَقَةٍ تَحْتَ سَرِيرٍ فِي بَيْتِي، فَلَمَّا اشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَاغَلْنَا بِأَمْرِهٖ، وَدَخَلَتْ دُوَيْبَةٌ لَنَا فَأَكَلَتْهَا.

''رجم کی آیت اور دس رضاعات کی آیت نازل ہوئی تھیں اور وہ میرے گھر میں ایک ورق پر لکھی ہوئی چار پائی کے نیچے رکھی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو ہم اپنے معاملے میں مشغول ہو گئے اور ہماری ایک بکری آئی، انہیں کھا گئی۔''

(مسند الإمام أحمد: 269/6، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى بَقَاءِ حُكْمِ ذٰلِكَ اللَّفْظِ الْمَرْفُوعِ مِنْ آيَةِ الرَّجْمِ، وَتَرْكُ الْإِجْمَاعِ ضَلَالٌ.

''اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آیت رجم کے جو الفاظ منسوخ ہوئے ہیں، ان کا حکم باقی ہے۔ اجماع کو رد کرنا گمراہی ہے۔''

(کَشف المُشکل :64/1)

رجم کا انکار کرنے والے کا حکم:

رجم متواتر احادیث اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ خوارج اس کے منکر ہیں۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

وقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى تَكْفِيرِ كُلِّ مَنْ دَافَعَ نَصَّ الْكِتَابِ أَوْ خَصَّ حَدِيثًا مُّجْمَعًا عَلٰى نَقْلِهٖ مَقْطُوعًا بِهٖ مُجمَعًا عَلٰى حَمْلِهٖ عَلٰى ظَاهِرِهٖ كَتَكْفِيرِ الْخَوَارِجِ بِإِبْطَالِ الرَّجْمِ.

''اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ شخص کافر ہے، جو کتاب اللہ کی نص کو ٹھکراتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجماعی و قطعی دلیل جس کو ظاہر پر رکھنا واجب ہو، اس کو خاص کر دیتا ہے، جیسا کہ رجم کے انکار کی وجہ سے (بعض) خوارج کی تکفیر کی گئی ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 286/2)

اس سے مراد وہ شخص ہے، جو قرآن و سنت کی نصوص کو جانتے بوجھتے ٹھکرا دیتا ہے۔

❀ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَعْقُولُ فَهُوَ أَنَّ الْمُحْصَنَ إِذَا تَوَفَّرَتْ عَلَيْهِ الْمَوَانِعُ مِنَ الزِّنَا، فَإِذَا أَقْدَمَ عَلَيْهِ مَعَ تَوَفُّرِ الْمَوَانِعِ صَارَ زِنَاهُ غَايَةً فِي الْقُبْحِ، فَيُجَازٰى بِمَا هُوَ غَايَةٌ فِي الْعُقُوبَاتِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَهُوَ الرَّجْمُ؛ لِأَنَّ الْجَزَاءَ عَلٰى قَدْرِ الْجِنَايَةِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى تَوَعَّدَ نِسَاءَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِمُضَاعَفَةِ الْعَذَابِ إِذَا أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ؛ لِعِظَمِ جِنَايَتِهِنَّ لِحُصُولِهَا مَعَ تَوَفُّرِ الْمَوَانِعِ فِيهِنَّ؛ لِعِظَمِ نِعَمِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلَيْهِنَّ؛ لِنَيْلِهِنَّ صُحْبَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُضَاجَعَتَهٗ، فَكَانَتْ جِنَايَتُهُنَّ عَلٰى تَقْدِيرِ الْإِتْيَانِ غَايَةً فِي الْقُبْحِ، فَأُوعِدْنَ بِالْغَايَةِ مِنْ الْجَزَاءِ.

”عقل لگتی بات ہے کہ شادی شدہ شخص کو جب زنا کے موانع وافر مقدار میں ہو جائیں اور وہ پھر بھی زنا کرے، تو اس کا زنا کرنا انتہائی قبیح ہوگا، تو اس کو وہی سزا دی جائے گی، جو انتہائی قبیح ہے اور وہ رجم ہے، کیونکہ سزا جرم کے مطابق ہوتی ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں سے کہا تھا کہ تم کو دوہرا عذاب ملے گا، اگر تم فواحش کی مرتکب ہووگی، کیونکہ ان کا جرم بڑا ہوگا کہ ان کے ہاں فاحشہ سے ممانعت کے اسباب بہت زیادہ ہیں اور ان پر اللہ کی نعمتیں بہت عظیم ہیں کہ وہ اللہ کے نبی کی صحبت میں رہی ہیں، تو وہ اگر بالفرض ایسا ویسا کام کریں گی، تو یقیناً ان کا جرم بہت بڑا ہوگا، اسی لیے انہیں سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔“ (بدائع الصّنائع : 39/7)

متواتر احادیث:

❁ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللّٰهَ! إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ، وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ، فَقَالَ: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي؟ قَالَ: قُلْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَأَتِهٖ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّخَادِمٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبَ عَامٍ، وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ، الْمِائَةُ شَاةٍ وَّالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! آپ کو اللہ کا واسطہ، ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمایئے۔ اس کا مدمقابل کھڑا ہوا، وہ اس سے زیادہ سمجھ دار بھی تھا۔ اس نے کہا: ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمایئے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بولیے۔ اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر

لیا۔ میں نے ایک سو بکری اور ایک غلام اس کے فدیے کے طور پر دیا۔ پھر میں نے اہل علم لوگوں سے سوال کیا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی، جبکہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام آپ کو لوٹا دیے جائیں گے۔ آپ کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہوگی۔ اے اُنَیس! اِن کی بیوی کے پاس جائیے، اگر وہ اعترافِ جرم کرے، تو اسے رجم کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 6827، صحيح مسلم : 1697)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ الرَّجْمِ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَا يُحْكٰى عَنِ الْخَوَارِجِ وَقَدْ خَالَفُوا السُّنَنَ .

''اس حدیث میں رجم کا اثبات ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، خوارج سے (رجم کی مخالفت کے بارے میں) جو منقول ہے، وہ ناقابل التفات ہے، کیونکہ انہوں نے کئی سنتوں کی مخالفت کی ہے۔''

(التّوضيح : 30/17)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ .

''بچہ اس کا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کو پتھروں سے رجم کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ صَحِيحٌ مَّشْهُورٌ كَادَ أَنْ يَّكُونَ مُتَوَاتِرًا.

''یہ حدیث صحیح و مشہور ہے اور درجہ تواتر کے قریب ہے۔''

(شرح مسند أبي حنيفة :55/1)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَوَاتِرٌ. ''یہ حدیث متواتر ہے۔''

(التّيسير بشرح الجامع الصّغير : 487/2)

❁ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (۱۱۲۲ھ) نے بھی ''متواتر'' کہا ہے۔

(شرح الزرقاني : 313/5)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم کیا اور فرمایا:

قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق رجم کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6812)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ كَفَرَ بِالرَّجْمِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ قَوْلُ: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ﴾(المائدة : ١٥) فَكَانَ الرَّجْمُ مِمَّا أَخْفُوا.

''جو رجم کا انکار کرتا ہے، وہ قرآن کا انکار کرتا ہے، کیونکہ وہ اس قول خدا کو نہیں

مانتا:﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ''اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمہیں بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے، جو تم نے کتاب (تورات وانجیل) میں سے چھپا رکھی ہیں۔'' رجم بھی ان احکام میں سے ہے، جو اہل کتاب نے چھپا رکھے تھے۔''

(السنن الكبرىٰ للنسائي : 7124، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۳۰) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۳۵۹) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔''

(صحيح البخاري : 6840، صحيح مسلم : 1702)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، حَتّٰى يَقُولَ قَائِلٌ : لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ أَحْصَنَ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ، قَالَ سُفْيَانُ : كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ.

”مجھے ڈر ہے کہ زمانہ گزر جائے، یہاں تک کہ لوگ کہنے لگیں: ہم رجم کی حد قرآن میں نہیں پاتے، تو وہ اللہ کا ایک فریضہ چھوڑنے کے جرم میں گمراہ ہو جائیں، خبردار! شادی شدہ زانی کو رجم کرنا حق ہے، جب دلیل قائم ہو جائے، یا وہ خود اعتراف کر لے یا حمل ٹھہر جائے، سفیان کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ بھی حفظ کیے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔“

(صحيح البخاري: 6829، صحيح مسلم: 1691)

❁ سیدنا ابو امامہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي الدَّارِ، وَكَانَ فِي الدَّارِ مَدْخَلٌ كَانَ مَنْ دَخَلَهٗ سَمِعَ كَلَامَ مَنْ عَلَى الْبَلَاطِ فَدَخَلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذٰلِكَ الْمَدْخَلَ فَخَرَجَ وَهُوَ مُتَغَيِّرٌ لَوْنُهٗ، فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيَتَوَعَّدُونِي بِالْقَتْلِ آنِفًا، قُلْنَا: يَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: وَلِمَ يَقْتُلُونَنِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، أَوْ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانِهٖ، أَوْ قَتَلَ نَفْسًا، فَوَاللّٰهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَّلَا إِسْلَامٍ قَطُّ، وَلَا أَحْبَبْتُ أَنَّ لِيَ بِدِينِي بَدَلًا مُنْذُ هَدَانِي اللّٰهُ لَهٗ، وَلَا قَتَلْتُ نَفْسًا فَبِمَ يَقْتُلُونَنِي؟.

”ابو امامہ بن سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور

(قید) تھے، تو میں ان کے پاس تھا، گھر میں داخل ہونے کا ایک ایسا راستہ تھا، جو شخص اس میں سے داخل ہوتا، تو وہ بلاط (مدینہ میں ایک جگہ ہے) پر ہونے والی باتیں سن سکتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس میں سے داخل ہوئے، جب باہر آئے، تو ان کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا، انہوں نے فرمایا: وہ تو مجھے ابھی ابھی قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ ہم نے کہا: امیر المومنین! آپ کو اللہ تعالیٰ ان سے کافی ہو جائے گا، آپ نے فرمایا: وہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: صرف تین وجوہات کی بنا پر کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے ① جو اسلام لانے کے بعد کفر کرے ② جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے ③ جو کسی کو (ناحق) قتل کر دے۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا تھا اور نہ ہی اسلام میں اور جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت (اسلام) سے نوازا ہے، میں نے کبھی دین بدلنے کے متعلق سوچا بھی نہیں اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے، تو وہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟''

(مسند الإمام أحمد : 1/61-62، سنن أبي داوٗد : 4502، سنن النّسائي : 4024، سنن التّرمذي : 2158، سنن ابن ماجه : 2533، معرفة الصّحابة لأبى نعيم الأصبهاني : 1/75، ح : 287، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۳۶) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۳۵۰) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَمَ أَبُو بَكْرٍ، وَرَجَمْتُ، وَلَوْلَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَزِيدَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ لَكَتَبْتُهُ فِي الْمُصْحَفِ، فَإِنِّي قَدْ خَشِيتُ أَنْ تَجِيءَ أَقْوَامٌ فَلَا يَجِدُونَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَيَكْفُرُونَ بِهِ.

''رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور میں بھی رجم کرتا ہوں، اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں کتاب اللہ میں کچھ زائد کر دوں گا، تو میں یہ بات مصحف میں لکھ دیتا، میں ڈرتا ہوں کہ کچھ لوگ آئیں اور اس کو کتاب اللہ میں نہ پا کر اس کا انکار کر بیٹھیں۔''

(سنن التّرمذي : 1431، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

۞ علامہ ابو القاسم رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّجْمُ مِمَّا اشْتُهِرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ مَاعِزٍ، وَالْغَامِدِيَّةِ وَالْيَهُودِيَّيْنِ، وَعَلٰى ذٰلِكَ جَرَى الْخُلَفَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَعْدَهٗ وَبَلَغَ حَدَّ التَّوَاتُرِ.

''رجم کے بارے میں ماعز کا قصہ، غامدیہ خاتون کا واقعہ اور یہودیوں کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے مشہور ہیں۔ اس کے بعد خلفائے راشدین بھی رجم کرتے رہے اور یہ چیز تواتر کی حد تک پہنچ گئی۔''

(الشّرح الكبير : 128/11)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ آيَةَ الْجَلْدِ، وَهِيَ قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى : ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ دَلَّتْ عَلٰى جَلْدِ كُلِّ زَانٍ، مُحْصَنًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ، وَجَاءَ تِ السُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ الْمُحْصَنَ .

''کوڑوں کی آیت: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ ''زانی اور زانیہ ہر دو کو سو کوڑے مارے جائیں۔'' میں یہ دلیل ہے کہ زانی چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس کو کوڑے ہی مارے جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر سنت ہے کہ آپ ﷺ نے شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔''

(تحفة الطّالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن حاجب، ص 347)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) نے رجم کی حدیث کو''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(أحكام القرآن :465/1)

❁ اصول شاشی کے مصنف نے رجم کی حدیث کو''متواتر'' کہا ہے۔

(أصول الشّاشي، ص 272)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ثُبُوتَ الرَّجْمِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرُ الْمَعْنٰى .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے رجم کا ثبوت متواتر معنوی ہے۔''

(فتح القدير :224/5)

ذیل میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو حدِ رجم کے متعلق روایات بیان

کرتے ہیں۔

① **سیدنا ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6828، صحيح مسلم : 1697)

② **سیدنا عبادہ بن صامت** رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1690)

③ **سیدنا ابوسعید خدری** رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1694)

④ **سیدنا عبداللہ بن عباس** رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 6824، صحيح مسلم : 1693)

⑤ **سیدنا جابر بن سمرہ** رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1692)

⑥ **سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی** رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1695)

⑦ **سیدنا عمران بن حصین** رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1696)

⑧ **سیدنا عبداللہ بن عمر** رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 1329، صحيح مسلم : 1699)

⑨ **سیدنا زید بن خالد جہنی** رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6828، صحيح مسلم : 1697)

⑩ **سیدنا براء بن عازب** رضی اللہ عنہ

(صحیح مسلم : 1700)

⑪ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

(صحیح مسلم :1701)

⑫ سیدنا ہزال بن یزید اسلمی رضی اللہ عنہ

(سنن أبي داود : 4377، مسند الإمام أحمد : 217/5، وسندهٗ حسنٌ)

اجماع امت:

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّجْمُ ثَابِتٌ بِسُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِاتِّفَاقِ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ .

’’رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، اسی طرح عام اہل علم کے اتفاق سے بھی ثابت ہے۔‘‘

(الإشراف على مذاهب العلماء : 251/7)

❁ امام ابو جعفر نحاس رحمہ اللہ (۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْفُقَهَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ مَنْ قَالَ : لَا يَجِبُ الرَّجْمُ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَهُوَ مُحْصَنٌ أَنَّهٗ كَافِرٌ لِأَنَّهٗ رَدَّ حُكْمًا مِّنْ أَحْكَامِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ .

’’فقہا کا اجماع ہے کہ جو شخص شادی شدہ زانی کی سزا رجم کو نہیں مانتا، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کا ایک حکم رد کر دیا ہے۔‘‘

(معاني القرآن : 315/2)

❁ علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الرَّجْمُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنَقْلِ الْكَافَّةِ وَالْخَبَرِ الشَّائِعِ الْمُسْتَفِيضِ الَّذِي لَا مَسَاغَ لِلشَّكِّ فِيهِ وَأَجْمَعَتْ الْأُمَّةُ عَلَيْهِ .

''رجم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اس کو بہت سارے لوگوں نے نقل کیا ہے، یہ خبر بہت مشہور ہوئی ہے، اتنی کہ اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں رہی اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔''

(أحكام القرآن : 343/3)

❁ علامہ حلیمی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا۔''

(المنهاج في شعب الإيمان : 32/3)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَتِ الْأَخْبَارُ عَنِ الرَّسُولِ أَنَّهٗ أَمَرَ بِالرَّجْمِ وَرُجِمَ، أَلَا تَرٰى قَوْلَ عَلِيٍّ : رَجَمْنَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَالرَّجْمُ ثَابِتٌ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِفِعْلِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَبِإِتِّفَاقِ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''رسول اللہ ﷺ سے یہ بات تو ثابت ہے کہ آپ نے رجم کا حکم دیا اور رجم کیا گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول دیکھئے، فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق رجم کیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی رجم کیا، رجم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور خلفائے راشدین کرتے رہے ہیں اور اس پر اہل علم ائمہ کا اتفاق بھی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 431/8)

❁ علامہ ماوردی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلدَّلِيلُ عَلٰى وُجُوبِ الرَّجْمِ بِخِلَافِ مَا قَالَهُ الْخَوَارِجُ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّعَنِ الصَّحَابَةِ نَقْلًا وَّعَمَلًا وَّاسْتِفَاضَتُهٗ فِي النَّاسِ وَانْعِقَادُ الْإِجْمَاعِ عَلَيْهِ حَتّٰى صَارَ حُكْمُهٗ مُتَوَاتِرًا.

''رجم کے وجوب پر ہماری بیان کردہ قولی وفعلی احادیث رسول، اسی طرح صحابہ کرام کا قول وعمل، اس کا لوگوں میں مشہور ہونا اور اجماع منعقد ہونا دلیل ہیں، یہاں تک کہ اس کا حکم متواتر ہو گیا ہے، مگر خوارج، رجم کے منکر ہیں۔''

(الحاوي الكبير : 191/13)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا كُلُّهُمْ، حَاشَ مَنْ لَا يُعْتَدُّ بِهٖ بِلَا خِلَافٍ، وَلَيْسَ هُمْ عِنْدَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالُوا : إِنَّ عَلَى الْحُرِّ وَالْحُرَّةِ إِذَا زَنَيَا وَهُمَا مُحْصَنَانِ الرَّجْمَ حَتّٰى يَمُوتَا.

''اس پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے، سوائے ان کے، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، وہ مسلمان ہی نہیں ہیں، مسلمان کہتے ہیں کہ آزاد مرد اور عورت شادی شدہ ہوں اور وہ زنا کریں، تو انہیں رجم کیا جائے گا۔''

(المحلّى بالآثار : 169/12)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مُجْمِعُونَ عَلٰى أَنَّ الرَّجْمَ مِنْ حُكْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَنْ أَحْصَنَ .

''اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا اللہ کا حکم ہے۔''

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : 78/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ فُقَهَاءُ الْمُسْلِمِينَ وَعُلَمَاؤُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا أَنَّ الْمُحْصَنَ حَدُّهُ الرَّجْمُ .

''مسلمان فقہا اور صحابہ کے دور سے آج تک کے اہل علم فقہا و محدثین کا اجماع و اتفاق رہا ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : 79/9)

❁ نیز ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ الرَّجْمِ وَالْحُكْمُ بِهِ عَلَى الثَّيِّبِ الزَّانِي وَهُوَ أَمْرٌ أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ وَهُمُ الْجَمَاعَةُ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ عَلَيْهِ وَلَا يُخَالِفُ فِيهِ مَنْ يَعُدُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ خِلَافًا .

''اس حدیث میں رجم کا اثبات اور شادی شدہ زانی پر یہ حد نافذ کرنے کا حکم ہے، اس پر اہل حق یعنی فقہا اور محدثین کی جماعت کا اجماع ہے، اس میں ایسے کسی شخص نے مخالفت نہیں کی، جس کے اختلاف کو اہل علم حیثیت دیتے ہیں۔''

(التّمهيد : 388/14)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الْبِدَعِ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ فَلَا يَرَوْنَ الرَّجْمَ عَلٰى أَحَدٍ مِنَ الزُّنَاةِ ثَيِّبًا كَانَ أَوْ غَيْرَ ثَيِّبٍ وَإِنَّمَا حَدُّ الزُّنَاةِ عِنْدَهُمُ الْجَلْدُ الثَّيِّبُ وَغَيْرُ الثَّيِّبِ سَوَاءٌ عِنْدَهُمْ وَقَوْلُهُمْ فِي ذٰلِكَ خِلَافُ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخِلَافُ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَدْ رَجَمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْحَدِيثِ وَهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ .

''خوارج اور معتزلہ میں اہل بدعت رجم کے قائل نہیں، خواہ زانی شادی شدہ ہو یا کنوارا، ان کے ہاں زانی کی حد کوڑے ہیں، خواہ زانی شادی شدہ ہو یا کنوارا، ان کے ہاں دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ ان کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سبیل مؤمنین کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے رجم کیا، تمام علاقوں کے فقہا اور محدثین علمائے مسلمین کا رجم کے ثبوت پر اتفاق ہے، یہ اہل حق ہیں۔''

(التّمهيد : 121/23)

❁ علامہ ابوالمظفر اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمُوا أَيْضًا أَنَّ الرَّجْمَ لَا يَجِبُ عَلَى الزَّانِي الْمُحْصَنِ خِلَافًا لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''وہ (خوارج) یہ بھی سمجھتے ہیں کہ رجم شادی شدہ زانی پر واجب نہیں ہے اور اس بات میں وہ مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(التبصير في الدين، ص 50)

❁ علامہ سرخسی حنفی (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّجْمُ فَهُوَ حَدٌّ مَّشْرُوعٌ فِي حَقِّ الْمُحْصَنِ ثَابِتٌ بِالسُّنَّةِ، إِلَّا عَلٰى قَوْلِ الْخَوَارِجِ فَإِنَّهُمْ يُنْكِرُونَ الرَّجْمَ؛ لِأَنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ الْأَخْبَارَ إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي حَدِّ التَّوَاتُرِ .

''شادی شدہ زانی کو رجم کرنا سنت سے ثابت مشروع عمل ہے، البتہ خوارج رجم کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ صرف خبر متواتر کو تسلیم کرتے ہیں۔ خبر واحد کے انکاری ہیں۔'' (المبسوط : 36/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ خَبَرَ الرَّجْمِ اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي .

''رجم کی حدیث پر پہلی دوسری صدی کے اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(أصول السرخسي :293/1)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

عَلٰى هٰذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

”رجم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔“

(الهداية : 500/2)

❁ علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الثُّيَّبُ الْأَحْرَارُ الْمُحْصَنُونَ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ حَدَّهُمُ الرَّجْمُ .

”شادی شدہ آزاد زانیوں کی حد رجم ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد : 4/217-218)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ : فِي وُجُوبِ الرَّجْمِ عَلَى الزَّانِي الْمُحْصَنِ، رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً .وَهٰذَا قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ فِي جَمِيعِ الْأَعْصَارِ، وَلَا نَعْلَمُ فِيهِ مُخَالِفًا إِلَّا الْخَوَارِجَ .

”پہلی فصل شادی شدہ زانی پر رجم کے واجب ہونے کے بیان میں، زانی چاہے مرد ہو یا عورت۔ یہ عام اہل علم صحابہ وتابعین کا قول ہے، ان کے بعد تمام زمانوں کے علما کا بھی یہی فتوی ہے، مگر خوارج اس کی مخالفت کرتے ہیں۔“

(المغني : 35/9)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا زَنَى الْمُحْصَنُ وَجَبَ الرَّجْمُ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

”شادی شدہ شخص جب زنا کرے تو اس کو رجم کرنا واجب ہوجاتا ہے، اس پر

مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 216/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى وُجُوبِ جَلْدِ الزَّانِي الْبِكْرِ مِائَةً وَرَجْمِ الْمُحْصَنِ وَهُوَ الثَّيِّبُ وَلَمْ يُخَالِفْ فِي هٰذَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ إِلَّا مَا حَكَى الْقَاضِي عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ كَالنَّظَّامِ وَأَصْحَابِهٖ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا بِالرَّجْمِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ کنوارے زانی کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا، اہل قبلہ میں سے کوئی ایک بھی اس سزا کی مخالفت نہیں کرتا، البتہ قاضی عیاض وغیرہ نے خوارج کے متعلق بتایا ہے کہ وہ لوگ رجم کے منکر ہیں، اسی طرح بعض معتزلہ نظام اور اس کے ساتھی بھی منکر ہیں۔''

(شرح صحيح مسلم : 189/11)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الرَّجْمُ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ .

''رجم سنت متواترہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔''

(مجموع الفتاوى : 399/20)

❁ علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمہ اللہ (٧٤٣ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ فَوَصَلَ إِلَيْنَا إِجْمَاعُهُمْ بِالتَّوَاتُرِ وَلَا مَعْنٰى لِإِنْكَارِ الْخَوَارِجِ الرَّجْمَ لِأَنَّهُمْ يُنْكِرُونَ الْقَطْعِيَّ فَيَكُونُ

مُكَابَرَةً وَعِنَادًا.

''رجم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، ان کا اجماع ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے، خوارج نے جو رجم کا انکار کیا ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت شے کا انکار کیا ہے، یہ انکار تکبر اور عناد کے باعث ہے۔''

(تبیین الحقائق: 3/167)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

جَاءَ تِ السُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ الْمُحْصِنَ.

''متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ (زانی) کو رجم کیا۔''

(تُحفة الطّالب، ص 347)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا زِنَى الثَّيِّبِ فَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ حَدَّهُ الرَّجْمُ حَتّٰى يَمُوتَ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زنا کرے، تو اس کی سزا رجم ہے۔''

(تفسیر ابن رَجب: 1/421)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مُجْمِعُونَ عَلٰى أَنَّ الرَّجْمَ مِنْ حُكْمِ اللّٰهِ.

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔''

(التّوضيح : 236/30)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَجْمُ الزَّانِي الْمُحْصَنِ فِي الْجُمْلَةِ، وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بنیادی طور پر شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے۔''

(طَرح التّثريب : 7/8)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ الرَّجْمِ وَالْحُكْمُ بِهِ عَلَى الثَّيِّبِ الزَّانِي وَهُوَ أَمْرٌ أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ وَهُمُ الْجَمَاعَةُ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْأَثَرِ، وَلَا يُخَالِفُ فِي ذٰلِكَ مَنْ يَعُدُّهٗ أَهْلُ الْعِلْمِ خِلَافًا .

''اس حدیث میں رجم کا اثبات اور شادی شدہ زانی پر یہ حد نافذ کرنے کا حکم ہے، اس پر اہل حق یعنی اہل سنت اور محدثین کرام کی جماعت کا اجماع ہے، اس میں ایسے کسی شخص نے مخالفت نہیں کی، جس کے اختلاف کو اہل علم حیثیت دیتے ہیں۔''

(نُخَب الأفكار : 414/14)

❁ نیز فرماتے ہیں:

...... هُوَ بَيَانُ اسْتِحْقَاقِ الزَّانِي الْمُحْصَنِ لِلْقَتْلِ وَهُوَ الرَّجْمُ بِالْحِجَارَةِ .وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَكَذٰلِكَ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الزَّانِيَ الَّذِي لَيْسَ بِمُحْصَنٍ حَدُّهٗ جَلْدُ مِائَةٍ .

''...... شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے، یعنی پتھروں سے مارنا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جو زانی شادی شدہ نہ ہو، اس کی حد سو کوڑے ہے۔''

(عمدة القاري : 41/24)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ تَقَدَّمَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْكَارُ الْخَوَارِجِ الرَّجْمَ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّهُمْ إِنْ أَنْكَرُوا حُجِّيَّةَ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَجَهْلٌ مُرَكَّبٌ بِالدَّلِيلِ بَلْ هُوَ إِجْمَاعٌ قَطْعِيٌّ .

''اس پر صحابہ اور متقدمین اہل علم کا اجماع ہے، خوارج کا رجم کا انکار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر وہ صحابہ کے اجماع کی حجیت کا انکار کریں گے، تو یہ ان کا دلیل سے جہل مرکب ہوگا، کیونکہ صحابہ کا اجماع تو قطعی ہے۔''

(فتح القدير : 224/5)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

عَلٰى هٰذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، وَإِنْكَارُ الْخَوَارِجِ الرَّجْمَ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّهُمْ إِنْ أَنْكَرُوا حُجِّيَّةَ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَجَهْلٌ مُرَكَّبٌ بِالدَّلِيلِ بَلْ هُوَ إِجْمَاعٌ قَطْعِيٌّ، وَإِنْ أَنْكَرُوا وُقُوعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْكَارِهِمْ حُجِّيَّةَ خَبَرِ الْوَاحِدِ فَهُوَ بَعْدَ بُطْلَانِهِ بِالدَّلِيلِ لَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ؛ لِأَنَّ ثُبُوتَ الرَّجْمِ

عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرُ الْمَعْنٰى .

''رجم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، خوارج کا رجم کا انکار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر انہوں نے اجماع صحابہ کی حجیت کا انکار کیا ہے، تو دلیل سے کوری جہالت ہے، یہ قطعی اجماع ہے، اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجم کے ثبوت کا انکار کیا ہے، کیونکہ وہ خبر واحد کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، تو اس بات کے باطل ہونے باوجود یہاں وہ صورت نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجم کا ثبوت متواتر معنوی ہے۔''

(البحر الرّائق : 8/5، شرح مُسند أبي حنيفة لملا علي القاري :358/1)

❀ علامہ خطیب شربینی رحمہ اللہ (۹۷۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدُّ هُوَ الْجَلْدُ وَالتَّغْرِيبُ عَلٰى غَيْرِ الْمُحْصَنِ، وَالرَّجْمُ عَلَى الْمُحْصَنِ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ .

''حد یہ ہے کہ غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے اور سال کے لئے وطن سے دور بھیجا جائے گا اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا، اس پر نص اور اجماع ہے۔''

(المُحتاج إلى مَعرفة مَعاني ألفاظ المِنهاج : 442/5)

❀ علامہ مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

رَجْمُ الْمُحْصَنِ وَاجِبٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''شادی شدہ زانی کو رجم کرنا واجب ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(فيض القدير : 434/3)

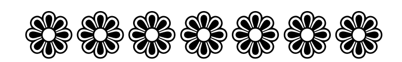
❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوْ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''حدرجم پر اجماع ہے۔''

(نيل الأوطار : 109/7)

ان کے علاوہ کئی اہل علم نے حدرجم کے ثبوت اور حق ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔



گستاخ رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ کافرومرتد ہے،اس کی سزاقتل ہے۔

قرآنی دلائل:

❁ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(البقرة : ١٠٤)

''اے ایمان والو! تم راعنا کا لفظ نہ بولا کرو، بلکہ انظرنا یا واسمعوا کہا کرو۔ کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے بات کرنا چاہتے،تو راعنا کہا کرتے تھے یعنی ہمارے طرف توجہ فرمایئے۔جبکہ کفار اس لفظ کا غلط معنی مراد لیتے اور نبی ﷺ کی گستاخی کرتے،تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اس لفظ سے نبی کریم ﷺ کومخاطب کرنے سے منع کردیا،تاکہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا راستہ ہی بند ہو جائے۔اس سے ثابت ہوا کہ کفار (یہود ونصاریٰ) قدیم سے نبی کریم ﷺ کی گستاخیاں کرتے چلے آرہے ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤُونَ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَّعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾(التّوبة : ٦٥)

''(نبی!) کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ استہزا کرتے تھے؟ عذر پیش نہ کرو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾(الأنعام: ١٠)

''(اے نبی!) آپ سے پہلے بھی رسولوں کا استہزا کیا گیا، تو استہزا کرنے والوں کو اسی (عذاب) نے آ گھیرا، جس کا وہ استہزا کرتے تھے۔''

❁ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾(الحجر: ٩٥)

''بلاشبہ استہزا کرنے والوں سے ہم آپ کو کافی ہو جائیں گے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾(الأحزاب: ٥٧)

''بلاشبہ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ﴾(التّوبة: ٧٤)

''انہوں (منافقین) نے کلمہ کفر کہا اور دعویٰ اسلام کے بعد (پکے) کافر ہو گئے۔''

کلمہ کفر سے مراد اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ استہزا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو مطعون کرنا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾(النّساء : ٤٦)

''بعض یہودی کلمات کو ان کی اصل جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم نے سنا اور نافرمانی کی، سن، بغیر اس کے کہ تجھے سنا جائے، راعنا کا لفظ بولنے میں اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعن کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایسا کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، سنیے اور ہماری طرف توجہ فرمایئے، تو ان کے لیے بہت بہتر اور مناسب ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر دی ہے، ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ پر طعن درحقیقت رسالت پر طعن ہے۔ اس آیت میں یہود کی عادت بد کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح نبی کریم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ﴾(المؤمنون : ٦٧)

''وہ (کافر) اسے (یعنی قرآن کریم یا نبی کریم ﷺ کو) تکبر کرتے ہوئے اور افسانہ گوئی کرتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔''

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾(الشّعراء : ٢٢٤)

''شعراء کی پیروی بدبخت لوگ کرتے ہیں۔''

بعض اہل علم نے اس سے مراد وہ شعرا لیے ہیں، جو نبی کریم ﷺ کی ہجو اور گستاخی پر مبنی شعر کہتے تھے اور کچھ بدبخت اور بدنصیب ان شعرا کے کلام کو محفوظ کرتے تھے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾(الکوثر : ٣)

''(اے نبی!) آپ کا دشمن نابود ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾(التّوبة : ١٢)

''اگر یہ لوگ معاہدہ کرنے کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں، تو تم ان کفر کے سرغنوں سے قتال کرو، کیونکہ اب ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید (اس طرح) یہ باز آجائیں۔''

نبی کریم ﷺ پر طعن درحقیقت دین پر طعن ہے۔ کفار جب نبی کریم ﷺ کی ہستی پاک کا مذاق اُڑائیں یا آپ کو مطعون کریں، اس وقت کافروں کا علاج قتال ہے۔ ان سے ہر طرح کا بائیکاٹ ضروری ہے، ان سے طے شدہ معاہدے ختم ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾(النّساء : ١٤٠)

''اگر تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزا کیا جا رہا ہے، تو تم ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو (یعنی ان کا بائیکاٹ کر دو)، تا آنکہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، کیونکہ (اگر تم ان کے ساتھ بیٹھو گے،) تو تب تم بھی انہی جیسے ہو۔ بلا شبہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

احادیث و آثار:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا تَعْجَبُونَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّي شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ، يَشْتِمُونَ مُذَمَّمًا، وَيَلْعَنُونَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ.

''کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کی سب وشتم اور لعنت کو دور کیا؟ وہ مذمم کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور لعن طعن کر رہے ہیں، جبکہ میں محمد ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3533)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهٗ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهٗ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''کعب بن اشرف (یہودی) کوکون قتل کرے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔فرمایا: جی ہاں۔''

(صحيح البخاري : 3031، صحيح مسلم : 1801)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، تو فرمایا:

أَلَا اِشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ .

''گواہ رہیں کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔''

(سنن أبي داود : 4361، سنن النّسائي : 4070، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت بات کر دی، تو اس شخص نے بھی جواب میں ایسا ہی کہہ دیا، تو میں (ابو برزہ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: (اے ابو بکر!) کیا میں اس کی گردن نہ اتار دوں؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے روک دیا اور فرمایا:

إِنَّهَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ایسا کسی کے حق میں جائز نہیں۔''

(سنن النّسائي : 4076، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عمر بن عبدالعزیز اُموی رحمہ اللہ نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ أَحَدٌ بِسَبِّ أَحَدٍ إِلَّا مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واحد ہستی ہیں کہ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے، تو اسے قتل کر دیا جائے۔''

(طَبقات ابن سعد : 369/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اجماعِ اُمت:

❁ علامہ احمد بن حسین بن سہل ابوبکر فارسی رحمہ اللہ (۳۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا هُوَ قَذْفٌ صَرِيحٌ كَفَرَ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ .

''بلاشبہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہوئے آپ پر صریح تہمت لگائے، وہ شخص اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 281/12)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُ الْقَتْلَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے، اس کی سزا قتل ہے۔''

(الإجماع : 720، الإقناع : 584/2، الإشراف : 60/8)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّبَّ مِنْهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتِدَادٌ عَنِ الدِّينِ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اخْتَلَفَ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ .

''رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہنا دین سے ارتداد ہے۔ میں ایسے کسی مسلمان کو نہیں جانتا، جس نے گستاخ رسول کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو۔''

(مَعالم السّنن: 296/3)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ ہم سب کو توفیق بخشے، جان لیجئے کہ جو بھی نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے، یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ کی ذات یا نسب یا دین یا کسی خصلت میں نقص داخل کرے یا آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہوئے یا حقارت کے لیے یا شان میں کمی کرتے ہوئے یا عیب جوئی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کسی چیز کے برابر کرے یا مشابہ کرے، تو وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے والا تصور ہوگا، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو برا بھلا کہنے والے کا ہے، یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔......اسی طرح (وہ بھی گستاخ رسول ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے،) جو آپ ﷺ پر لعنت کرے، یا آپ پر بددعا کرے، یا آپ کے نقصان کی تمنی کرے یا مذمت کے طور پر آپ کی طرف کچھ ایسا منسوب کرے، جو آپ کی شایان شان نہ ہو، یا آپ کے متعلق نامعقول، گھٹیا، گندی اور جھوٹی بات کرے یا آپ ﷺ کو پیش آنے والے مصائب اور آزمائشوں میں سے کسی کی آپ کو عار دے یا آپ ﷺ کے لائق جائز کسی بشری عارضہ کی وجہ سے آپ ﷺ کو حقیر سمجھے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک کے تمام اہل علم اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی: 932/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَت الْأُمَّة عَلٰی قَتْلِ مُتَنَقَّصِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِین وَسَابِّهٖ .

''امت کا اجماع ہے کہ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرے یا آپ کو برا بھلا کہے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی: 211/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّابَّ إِنْ كَانَ مُسْلِمًا فَإِنَّهٗ يَكْفُرُ وَيُقْتَلُ بِغَيْرِ خِلَافٍ وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَغَيْرِهِمْ .

''اگر نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والا مسلمان ہو، تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا قتل ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، ائمہ اربعہ وغیر ہم کا یہی مذہب ہے۔''

(الصّارم المَسلول علی شاتم الرّسول، ص 4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَعْلُومٌ أَنَّ أَذَى الرَّسُولِ مِنْ أَعْظَمِ الْمُحَرَّمَاتِ فَإِنَّ مَنْ آذَاهُ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَقَتْلُ سَابِّهٖ وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ .

''یہ طے شدہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا سب سے بڑا حرام کام ہے، کیونکہ جو نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔''

(مَجموع الفتاوی: 169/15)

❁ مزید فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا وَاحِدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قُتِلَ أَيْضًا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس نے کسی نبی کو گالی دی، اسے قتل کیا جائے گا۔''

(الجواب الصّحيح لمن بدّل دين المسيح : 371/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ .

''(گستاخ رسول کے قتل پر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔''

(زاد المَعاد : 55/5)

❁ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے فرمایا:

اَلسَّابُّ لِلّٰهِ أَوْ لِرَسُولِهِ أَوْ لِلْإِسْلَامِ أَوْ لِلْكِتَابِ أَوْ لِلسُّنَّةِ وَالطَّاعِنُ فِي الدِّينِ، وَكُلُّ هٰذِهِ الْأَفْعَالِ مُوجِبَةٌ لِلْكُفْرِ الصَّرِيحِ، فَفَاعِلُهَا مُرْتَدٌّ حَدُّهٗ حَدُّهٗ .

''اللہ، اس کے رسول، اسلام، کتاب اللہ یا سنت رسول کو برا بھلا کہنے والا اور دین میں طعن کرنے والا (کافر ہے) یہ تمام افعال کفر صریح کا موجب ہیں، ان کا مرتکب مرتد ہے اور اس کی حد مرتد والی (یعنی قتل) ہے۔''

(الرّوضة النّدية : 629/2)

❁ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي كَانَتْ تُعْلِنُ بِشَتْمِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قُتِلَتْ وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَبِهٖ يُفْتَى الْيَوْمَ .

''جو عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ برا بھلا کہتی تھی، اسے قتل کیا گیا تھا، ائمہ

ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا یہی مذہب ہے اور (احناف کے ہاں بھی) اب اسی پر فتویٰ ہے۔''

(مَجمع الأنهر :677/1)

ذمی گستاخ رسول ﷺ کی سزا:

ذمی وہ کافر ہے، جو مسلمانوں کی سلطنت میں جزیہ دے کر رہتا ہے، بدلے میں اسے مسلمان امان دیتے ہیں، اس کے مال وجان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ذمی بھی نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، وہ حربی قرار پائے گا، اس کی سزا بھی قتل ہے۔ اس پر قرآن وحدیث اور اجماع امت دلیل ہیں۔ علمائے احناف کے نزدیک ذمی گستاخ رسول کی سزا قتل نہیں۔

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

مَنِ امْتَنَعَ مِنْ أَدَاءِ الْجِزْيَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْقُضْ عَهْدُهٗ .

''جو ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے، یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔''

(القدوري، ص 241، الهداية :598/1، فتاویٰ عالمگیری:252/2)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمہ اللہ (۸۷۹ھ) نے کہا ہے:

نَعَمْ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ تَمِيلُ إِلٰى قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِي مَسْأَلَةِ السَّبِّ لٰكِنَّ اتِّبَاعَنَا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ وَفِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ وَيُؤَدَّبُ

الذِّمِّيُّ وَيُعَاقَبُ عَلٰى سَبِّهٖ دِينَ الْإِسْلَامِ أَوِ النَّبِيَّ أَوِ الْقُرْآنَ.

''یہ بات درست ہے کہ ایک مؤمن کا دل ہمارے مخالف (ائمہ ثلاثہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے مذہب کی طرف مائل ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کی سزا قتل ہے، لیکن ہم پر اپنے مذہب کی پیروی واجب ہے۔ حاوی قدسی (از حنفی فقیہ احمد بن محمد بن نوح غزنوی، المتوفی تقریبا: ۶۰۰ھ) میں لکھا ہے: ''ذمی اگر دین اسلام کو گالی دے، یا نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا قرآن کو گالی دے، تو اسے تادیباً سزا دی جائے گی (قتل نہیں کیا جائے گا)۔''

(البحر الرّائق لابن نُجَيم: 125/5)

✿ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نقل کرتے ہیں:

''ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے، اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا، حتی کہ جزیہ بند کر دینا، مسلمان کو قتل کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا، یا کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کرنا بھی اس کے حق میں ناقض ذمہ نہیں ہے۔''

(الجہاد فی الاسلام، ص289)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾ (التّوبة: ١٢)

''اگر یہ لوگ معاہدہ کرنے کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں، تو تم ان کفر کے سرغنوں سے قتال کرو، کیونکہ اب ان کی قسموں

کا کوئی اعتبار نہیں، شاید (اس طرح) یہ باز آ جائیں۔''

ثابت ہوا کہ ذمی اگر دین میں طعن کرے، تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، وہ حربی بن جائے گا اور اس کی سزا قتل ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''کعب بن اشرف (یہودی) کو کون قتل کرے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔فرمایا: جی ہاں۔''

(صحيح البخاري :3031، صحيح مسلم :1801)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! عبداللہ بن اخطل غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

اُقْتُلُوهُ . ''اسے قتل کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 1846، صحيح مسلم : 1357)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کفار کو امان دے دی، سوائے چار مرد اور دو عورتوں کے اور فرمایا:

اقْتُلُوهُمْ، وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَطَلٍ، وَمَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ،

وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ .

''انہیں قتل کر دیں، خواہ یہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے ہوں؛ عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح۔''

(سنن النّسائي : 4067، المستدرك للحاكم : 2329، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَوْ عَرَّضَ أَوِ اسْتَخَفَّ بِقَدْرِهٖ أَوْ وَصَفَهٗ بِغَيْرِ الْوَجْهِ الَّذِي كَفَرَ بِهٖ فَإِنَّهٗ يُقْتَلُ .

''اکثر اہل علم کا مؤقف ہے کہ جو ذمی نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان گھٹائے یا آپ ﷺ کا ایسا وصف بیان کرے کہ جس وصف کو بیان کرنے سے وہ کافر ہوجاتا ہے، تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

(تفسير القُرطبي : 83/8)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ ذِمِّيًّا فَإِنَّهٗ يُقْتَلُ أَيْضًا فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَأَهْلِ الْمَدِينَةِ ...... وَهُوَ مَذْهَبُ أَحْمَدَ وَفُقَهَاءِ الْحَدِيثِ .

''گستاخ رسول اگر ذمی ہو، تو اسے بھی امام مالک رحمہ اللہ اور اہل مدینہ کے مذہب کے مطابق قتل کیا جائے گا...... امام احمد بن حنبل اور محدثین فقہا رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ فَإِنَّهٗ يَجِبُ قَتْلُهٗ، هٰذَا مَذْهَبٌ عَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''جو مسلمان یا کافر نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے، اس کا قتل واجب ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 3)

بعض منافقین یا کفار نے نبی کریم ﷺ کے بارے ہرزہ سرائی کی، مگر نبی کریم ﷺ نے انہیں معاف کر دیا، بعض لوگ اسے دلیل بناتے ہوئے گستاخ رسول کی سزا قتل ہونے کا انکار کرتے ہیں، جبکہ یہ بات درست نہیں۔ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا حق ہے، آپ ﷺ اپنا یہ حق وصول کریں یا معاف کر دیں، آپ کو تو یہ اختیار حاصل ہے، اب آپ ﷺ کے بعد گستاخ کی سزا معاف کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ أَنَّ الْحَقَّ لَهٗ، فَلَهٗ أَنْ يَسْتَوْفِيَهٗ، وَلَهٗ أَنْ يَتْرُكَهٗ، وَلَيْسَ لِأُمَّتِهِ تَرْكُ اسْتِيفَاءِ حَقِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ کو حق حاصل تھا کہ (اپنے گستاخ) کو سزا دیں یا اسے معاف کر دیں، مگر آپ ﷺ کی امت کو کوئی حق نہیں کہ آپ ﷺ کے گستاخ کی سزا معاف کر دیں۔'' (زاد المَعاد : 56/5)

تنبیہ:

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جو کسی نبی کو سب وشتم کرے، اسے قتل کر دو۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 4602، فوائد تمّام : 740)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی سخت ضعیف اور متروک ہے۔ اس کی متابعت عبید اللہ بن محمد عمری نے کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔ اس کی دوسری متابعت عبد اللہ بن موسیٰ بن علی نے کی ہے، وہ سند بھی سخت ضعیف ہے۔ عبد اللہ بن موسیٰ بن جعفر کے حالات زندگی نہیں ملے، نیز عبد العزیز بن حسن بن زبالہ ''متروک'' ہے۔

❁ اس روایت کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 627/2)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَنْ سَبَّ اللّٰهَ أَوْ أَحَدًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جس نے اللہ یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اسے قتل کر دو۔''

(الكامل لابن عدي : 88/7)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔

① عصمہ بن محمد انصاری ''متروک وکذاب'' ہے۔

② شعیب بن سلمہ انصاری ''مجہول الحال'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل'' (جھوٹی) قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 78/3)

❁ علامہ ہندی رحمہ اللہ (۹۷۵ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَبُو الْحَسَنِ بْنُ رَمْلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي أَمَالِيهِ، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .

''ابوالحسن بن رملہ اصبہانی نے اس روایت کو اپنی امالی میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے۔''

(کنز العُمّال : 420/12)

اس کی سند نہیں مل سکی۔ نیز مؤلف (ابوالحسن بن رملہ) کے حالات زندگی بھی نہیں مل سکے، لہٰذا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

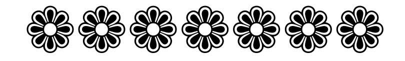
❁ اس کی ایک سند علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے۔

(الصّارم المَسلول، ص 201)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم ''سیء الحفظ'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز لیث سے نیچے سند بھی حذف ہے۔

نوٹ:

گستاخ رسول کی سزا نافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف مسلمان حکمران کو ہے۔ اگر کوئی قانون ہاتھ میں لے کر کسی گستاخ کو قتل کر دے، تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔



ہم جنس پرستی

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے تمام احکام فطرت سے مکمل ہم آہنگ ہیں، وہ انسانیت کو حیوانیت کی ناپاکیوں سے نکال کر روحانی نور عطا کرتا ہے، اسلام ہر ہر معاملے میں ایک جانور اور انسان کے بنیادی فرق کو واضح کرتا ہے، اسی طرح جنسیات کے باب میں بھی مکمل آگہی بخشی گئی ہے۔ اسلام فطری خواہش کی تکمیل کے لئے نکاح کو مشروع قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم نے ایک مومن کی صفات یوں بیان کی ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ، فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾(المؤمنون: ٥-٧، المَعارج: ٢٩-٣١)

''وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی خواہشات صرف اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر پوری کرتے ہیں، اس ذریعے میں کوئی ملامت کی بات نہیں، لیکن جو اس ذریعے سے آگے نکل کر کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں، تو وہ لوگ حد سے بڑھ گئے ہیں۔''

فطری خواہش کی تکمیل کی حد مقرر ہوگئی، اپنی بیوی کے پاس آؤ یا اپنی لونڈی سے حظ اٹھاؤ، اس کے سوا کوئی تیسرا رستہ اپنانا منع ہے۔

یعنی یہ دو رستے فطرت سے ہیں اور ان سے سوا جتنے بھی راہ ڈھونڈ لئے گئے ہیں، وہ

اللہ کے باغیوں کے اختیار کردہ رستے ہیں، وہ چاہے غیر عورت سے زنا ہو یا ہم جنس پرستی (Homosexuality)، ہر دو طریقے قبیح اور غیر فطری طریقے ہیں۔

اسلام نے جس طرح ایک زانی کے لئے حد مقرر کی ہے، اسی طرح ایک ہم جنس پرست (Homosexual) پر بھی حد مقرر کی گئی ہے۔

لواطت وہ قبیح فعل ہے، جو اس جہان میں سب سے پہلے قوم لوط میں پایا گیا، اس کی موجد قوم لوط کو کہا گیا ہے، قرآن کریم نے سیدنا لوط علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾(العنكبوت : ٢٨)

''لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی برائی کی طرف آتے ہو، جو تم سے پہلے کسی نے انجام نہیں دی۔''

اور اسی گناہ کی پاداش میں ان پر انتہائی دردناک عذاب مسلط کیا گیا، اللہ کے پیغمبر سیدنا لوط علیہ السلام ایک وقت تک ان کو سمجھاتے رہے، تبلیغ کرتے رہے۔

﴿أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ٭ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ﴾(الشعراء : ١٦٥-١٦٦)

''کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو اور اس رستے کو چھوڑ دیتے ہو، جو اللہ نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے، یقیناً تم حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو۔''

لوگ ان کا ٹھٹھا اڑاتے، مذاق کرتے، اللہ کا پیمبر تڑپتا کہ یہ لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں، شاید یہ عذاب سے بچ جائیں، وہ عذاب سے ڈراتے، فرماتے:

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾(العنكبوت : ٢٩)

''تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو، اپنی محفلوں میں برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہو، تو اس کے جواب میں قوم کہنے لگی: اگر تو سچا ہے، تو اللہ کا عذاب لے آ۔''

﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ❊ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾(الأعراف : ٨١-٨٢)

''تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو، تم حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو، ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی اور دیکھئے مجرموں کا انجام کار کیا ہوتا ہے؟''

یہ انسان نامی مخلوق جب سرکشی پر آتی ہے، تو پھر اپنے محسنوں کو بھول جاتی ہے، الٹا ان سے مذاق کرتی ہے، انبیا کی باتوں پر کھی کھی کرتی ہے، وہ عذاب سے ڈراتے ہیں، یہ عذاب سے نہیں ڈرتے، وہ سمجھاتے ہیں، یہ انہیں تکلیف دیتے ہیں، وہ انہیں جہنم سے بچانا چاہتے ہیں، یہ اپنے ہاتھ چھڑا لیتے ہیں، پیغمبر پیچھے کھڑے کلپتے رہ جاتے ہیں، قرآن ایک منظر بیان کرتا ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ❊ أَئِنَّكُمْ

لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ❁ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ❁ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ❁ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ❁﴾

(النّمل : ٥٤-٥٨)

''لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اچھے بھلے سمجھدار ہو کر بھی بے حیائی کا کام کرتے ہو، اپنی شہوت عورتوں کی بجائے مردوں سے پوری کرتے ہو، یقیناً تم جہالت برتتے ہو، تو اس کے جواب میں لوط علیہ السلام کی قوم کہنے لگی کہ لوط اور ان کے اہل خانہ کو بستی سے نکال دو، یہ لوگ زیادہ پاکیزہ بنتے ہیں۔ پھر ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی، ان کی بیوی کو نجات نہیں ملی، کیونکہ اس کے متعلق طے کر دیا گیا تھا کہ یہ پیچھے رہ جائے گی، پھر ہم نے ان پر بارش برسائی، وہ بارش بہت بری ہے، جو ایسی قوم پر برسے، جس کو پہلے اللہ کے عذاب سے متنبہ کیا جا چکا ہو۔''

قوم نے اپنے محسن کے ساتھ جب یہ سلوک کرنے کی ٹھان لی، تو اللہ کی لاٹھی حرکت میں آ گئی، چند فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے گھر میں خوبصورت اور حسین وجمیل شکل میں متشکل ہو کر آئے، یہ قوم ان پر بری برائی کے ارادے سے ٹوٹ پڑی، لوط علیہ السلام پریشان ہو جاتے ہیں، کہنے لگے کہ میری قوم! یہ میرے مہمان ہیں، مجھے میرے مہمانوں کے حوالے سے رسوا نہ کیجئے، چونکہ نبی قوم کے لئے باپ کے قائم مقام ہوتا ہے، سو اسی لئے کہا: تمہاری بیویاں جو میری بیٹیاں ہیں، وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ ان سے اپنی خواہش پوری کرلو:

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ❁ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَّإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ﴾(هود: ۷۸-۷۹)

''ان کی قوم ان کی طرف بھاگتی ہوئی آئی، یہ لوگ اس سے قبل بھی برائیاں کرتے آئے تھے، لوط علیہ السلام کہنے لگے کہ میری قوم، یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی سمجھدار انسان نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں ہے، آپ اچھی طرح سے جانتے ہو کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟''

❁ کبھی فرماتے:

﴿قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ❁ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾(الحجر: ۷۱-۷۲)

''یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تم اپنی خواہش پوری کرنا ہی چاہتے ہو، تو ان سے کرلو، قسم ہے تیری عمر کی! وہ لوگ اپنی مدہوشی میں بھٹکے پھرتے تھے۔''

جب سرکشی حد سے بڑھ گئی اور پیمبر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، تو ہاتھ اٹھا دیئے:

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ﴾(العنکبوت: ۳۰)

''میرے رب! اس فسادی قوم کے مقابلے میں میری مدد فرما۔''

یہ رات گزری تھی کہ عذاب کا کوڑا آن پڑا

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ * فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ﴾(الحجر : ٧٣۔٧٤)

صبح کی پو پھوٹی تو ایک ہولناک چیخ پڑی، ہم نے اس بستی کو الٹا دیا، اوپری حصہ نیچے کر دیا اور نیچے والا اوپر کر دیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔"

اور یوں وہ نشان عبرت بنا دیئے گئے:

﴿وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾(العنکبوت : ٣٥)

"ہم نے باشعور معاشروں کے لئے قوم لوط کو واضح نشانی بنا دیا ہے۔"

احکام الٰہی کا تمسخر اڑانے والوں اور خائن عصمت قوموں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ دنیا میں توہین و تذلیل، ذلت و خسران، زبوں حالی اور پریشانی و پشیمانی ان کا مقدر بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ * مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾(هود : ٨٢۔٨٣)

"جب ہمارا امر آ چکا، تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا کر رکھ دیا، اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر چلا گیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی، کنکروں والے پتھر، جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان تک لگے ہوئے تھے، اور یہ پتھر ظالموں سے کچھ بعید نہ تھے۔"

اللہ نے اپنے نبی کو سرخرو کیا، ظالمین فاسقین اور مفسدین کا قلع قمع کر دیا گیا:

﴿وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ﴾(الأنبياء : ٧٤)

''ہم نے لوط علیہ السلام کو علم وحکمت کی دولت عطا کی اور اس بستی سے نجات دی، جو خبائث کا ارتکاب کرتے تھے، یقیناً وہ لوگ فاسق لوگ تھے۔''

یہ اتنا شنیع جرم ہے کہ اللہ کریم نے اس کے مرتکبین پر پتھروں کا عذاب نازل کیا، ان کی بستی کو الٹا دیا گیا، اور پھر قیامت تک کے لئے ان کو نشان عبرت بنا دیا گیا، یقیناً فحاشی اور بدکاری کا ارتکاب وہی لوگ کرتے ہیں، جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہو، ان میں بہیمانہ صفات در آئی ہوں اور شیطان ان پر تسلط کر چکا ہو، اس مکروہ اور خبیث فعل کا ارتکاب بندر اور خنزیر بھی نہیں کرتے، جو کفار کر لیتے ہیں۔

ہم جنس پرستی معاشرے کے لئے ناسور ہے، یہ ایسی درندگی ہے، جو زہر ہلاہل سے زیادہ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ یہ انتہائی مہلک غلطی اور نفس کا دھوکہ ہے، جو عزت کے معیار کو تارتار کر دیتا ہے۔ اس خبیثہ سے ہر حقیقت شناس اور سلیم الفطرت انسان کو گھن آتی ہے، دل کالے ہو جاتے ہیں اور یہ انسانی صحت کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ جو قومیں اس عمل میں مبتلا کر دی جائیں، اللہ کی جانب سے سخت گرفت کا شکار ہو جاتی ہیں، ناسپاسی اور نافرمانی کے برے نتائج ان کی حالت سے ظاہر ہوتے ہیں، ان کی اخلاقی زندگی کا معیار انتہائی پست ہونے لگتا ہے، عفت وعصمت کا جوہر گم کر بیٹھتی ہیں اور ہمت وشجاعت ان سے مفقود ہو جاتی ہے۔

❁ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۱۸۷ھ) فرمایا کرتے تھے:

لَوْ أَنَّ لُوطِيًّا اغْتَسَلَ بِكُلِّ قَطْرَةٍ مِنَ السَّمَاءِ لَقِيَ اللّٰهَ غَيْرَ طَاهِرٍ .

''ایک لوطی اگر آسمان سے گرنے والے پانی کے ہر قطرے سے نہالے، تو بھی اللہ کو ناپاکی کی حالت میں ملے گا۔''

(ذمّ الهویٰ لابن الجوزي، ص 208، وسندهٗ صحیحٌ)

لواطت سے رشتوں کا تقدس اور حرمت ختم ہو جاتی ہے، اسی لئے قرآن مجید نے اسے فاحشہ اور خبائث سے تعبیر کیا ہے۔ فاحشہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی حد سے گزر جائے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَّأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾(الأعراف : ٣٣)

''کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے، میرے رب نے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ شرک کرنے لگو، جس پر کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی ہے، اور اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہنے لگو جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔''

لواطت کا اطلاق زنا وغیرہ پر بھی ہو جاتا ہے۔

❁ علامہ حسین بن محمود مظہری حنفی (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلزِّنَا فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْمُجَامَعَةِ فِي الْفَرَجِ عَلٰى وَجْهِ الْحَرَامِ، وَيَدْخُلُ فِي الزِّنَى اللِّوَاطَةُ وَإِتْيَانُ الْبَهَائِمِ .

''لغت میں زنا حرام ذریعے سے عورت کی شرمگاہ میں مجامعت کو کہتے ہیں، البتہ زنا میں لواطت اور چوپایوں کے ساتھ حرام کاری بھی آ جاتی ہے۔''

(المفاتيح في شرح المصابيح :96/1)

زنا اور لواطت بھی حد سے تجاوز ہے، بالفاظ دیگر زنا اور لواطت ناحق اور ناجائز طریقہ ہے، اس لئے باطل ہے اور فحاشی ہے۔ شیطان تم کو فحاشی کی طرف ہی بلاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾(البقرة : ١٦٩)

''وہ تم کو برائی، بے حیائی اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔''

افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض ممالک میں اس رسوائی اور فحاشی کو قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے۔ مرد مرد سے نکاح کر لیتا ہے اور عورت عورت سے نکاح کر لیتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج ہے، انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد کی بدترین صورت ہے۔

❁ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولٰى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

''پہلی نبوتوں کا کلام جو لوگوں کو پہنچا ہے، وہ یہ ہے کہ جب آپ میں حیا نہ رہے تو آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6120)

آہ کہ اب قوموں سے شرم وحیا کا عنصر مفقود ہوتا جا رہا ہے، اسی لئے ان شنیع جرائم کو جواز کے پردے میں چھپانے کی کوششیں بھی عام ہو رہی ہیں، ارے جو عمل انسان کو اپنے رب کا باغی اور نافرمان بنا دے، وہ کیونکر جائز اور بہتر عمل ہو سکتا ہے؟

بھلا اسلام ایسے جرم کی حمایت کیسے کر سکتا ہے؟ اس مہلک اور کبیرہ گناہ کو سند جواز دینے والوں سے کوئی پوچھے کہ کفار کے برے اعمال، جن کی پاداش میں وہ خود ہلاک ہو گئے، خیر کے پیامبر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ یہ تو بے حیائی اور نری بے شرمی ہے، جس میں سرتاسر ہلاکت خیزیاں پنہاں ہیں۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (الإسراء : ٣٢)

''زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یقیناً یہ فحاشی اور برا راستہ ہے۔''

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزْنُوا . ''زنا مت کرو۔''

(صحيح البخاري : 18، صحيح مسلم : 1709)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يَعْمَلُوا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمْ .

''جس قوم میں فحاشی عام ہو جائے اور وہ اس کے دلدادہ ہوں، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں جنم لیں گی، جو ان کے آباء واجداد میں نہیں تھیں۔''

(المُستدرك على الصّحيحين : 4/541، وسندهٗ حسنٌ)

آج اسی لئے ہم معاشرے میں قسم ہا قسم کی بیماریاں دیکھ رہے ہیں، جن کے ناموں تک سے ہمارے اجداد واقف نہیں تھے، حکما کہتے ہیں کہ لواطت نامردی کا باعث بنتی ہے اور اعضائے انسانی اور قوائے دماغی کو ناکارہ اور بیکار کر دیتی ہے۔

اسلام میں لواطت کی حد:

اسلام میں لواطت کرنے والے فاعل اور مفعول دونوں کی سزا قتل ہے، اس بات پر تو تمام ائمہ کا اتفاق رہا ہے کہ لواطت ایک کبیرہ گناہ ہے اور اس کا فاعل اللہ کے ہاں لعنتی ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

”کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، اسی طرح کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔“

(صحيح مسلم : 338)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرد مرد کے ساتھ کپڑے میں لیٹ تک نہیں سکتا، تو اس سے اگلا کام کرنا تو بالا ولیٰ حرام اور زیادہ برا ہوگا۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا أَنَّ وَطْئَ الرَّجُلِ الرَّجُلَ جُرْمٌ عَظِيمٌ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مرد کا مرد کے ساتھ بدکاری کرنا جرم عظیم ہے۔''

(مراتب الإجماع، ص131)

۞ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى تَحْرِيمِ اللِّوَاطِ .

''لواطت کے حرام ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(المُغني : 60/9)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ التَّلَوُّطَ مِنَ الْكَبَائِرِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ لواطت کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

(الكبائر، ص 56)

حدیث میں لواطت کا حکم:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهٖ .

''جسے آپ لواطت کرتے دیکھیں، تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 300/1، سنن أبي داوٗد : 4462، سنن التّرمذي : 1456، سنن ابن ماجه : 1561، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۸۲۰) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۳۵۵) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ عمرو بن ابی عمرو مولیٰ مطلب کے متعلق حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَثَّقَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔''

(الحاوي للفتاوى : 111/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ حَدِيثُهُ مُخَرَّجٌ فِي الصَّحِيحَينِ فِي الْأُصُولِ ... حَدِيثُهُ صَالِحٌ حَسَنٌ مُنْحِطٌ عَنِ الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنَ الصَّحِيحِ .

''صدوق ہیں، ان کی حدیث صحیحین کے اصول میں لائی گئی ہے۔...... ان کی حدیث حسن صالح ہے، البتہ صحیح کے عالی درجے سے ذرا نیچے ہے۔''

(ميزان الإعتدال : 282/3)

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کے بارے میں تین مرتبہ فرمایا:

مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ .

''لوطی ملعون ہے۔''(مسند الإمام أحمد : 317/1، وسندهٔ حسنٌ)

لوطی کی حد پر اجماع ہے:

① سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا أَرْبَعَةٌ رَجُلٌ قَتَلَ فَقُتِلَ، أَوْ رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَمَا أُحْصِنَ، أَوْ رَجُلٌ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، أَوْ رَجُلٌ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ .

''کیا آپ نہیں جانتے کہ مسلمان کا خون صرف چار صورتوں میں بہایا جا سکتا

ہے، ① وہ کسی کو قتل کرے، تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا، ② شادی کے بعد زنا کرے، ③ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے ④ کوئی شخص قوم لوط والا عمل کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 531/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الحاوي للفتاوى : 112/2)

② علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ أَجْمَعُوا عَلٰى قَتْلِهٖ .

''صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ لوطی کو قتل کیا جائے گا۔''

(المُغني : 61/9)

③ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ أَنْ يُقْتَلَ الِاثْنَانِ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلُ سَوَاءٌ كَانَا مُحْصَنَيْنِ أَوْ غَيْرَ مُحْصَنَيْنِ .

''صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔''

(السّياسة الشّرعيّة، ص 84)

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

حُتِّمَ قَتْلُ اللُّوطِيِّ حَدًّا، كَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَلَّتْ عَلَيْهِ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّحِيحَةُ الصَّرِيحَةُ الَّتِي لَا مُعَارِضَ لَهَا، بَلْ عَلَيْهَا عَمَلُ أَصْحَابِهٖ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ .

''لوطی کی حد تو حتمی ہے، جیسا کہ اس پر اصحاب رسول کا اجماع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح سنت بھی اس پر دلالت کناں ہے، ایسی سنت جس کا کوئی معارض نہیں، بلکہ اس پر صحابہ وخلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔''

(الدّاء والدّواء، ص 396)

⑤ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰی أَنَّ حُكْمَ التَّلَوُّطِ مَعَ الْمَمْلُوكِ كَحُكْمِهٖ مَعَ غَيْرِهٖ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غلام کے ساتھ لواطت کا بھی وہی حکم ہے، جو آزاد کے ساتھ لواطت کا حکم ہے۔'' (الجواب الكافي، ص 124)

⑥ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰی أَنَّ مَنْ فَعَلَ بِمَمْلُوكِهٖ فِعْلَ قَوْمِ لُوطٍ مِّنَ اللُّوطِيَّةِ الْمُجْرِمِينَ الْفَاسِقِينَ الْمَلْعُونِينَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اپنے غلام کے ساتھ قوم لوط کے ملعونین ومفسدین والا عمل کیا، تو اس پر اللہ کی لعنت، اس پر پھر اللہ کی لعنت اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔'' (الزّواجر : 235/2)

یعنی یہ بات تو طے ہے کہ لوطی کو قتل ہی کیا جائے گا، قتل کی صورتوں میں مگر اختلاف رہا ہے، آیا اس کو رجم کیا جائے، یا ویسے ہی قتل کر دیا جائے یا کیا صورت اپنائی جائے؟

امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي حَدِّ اللُّوطِيِّ، فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ، وَهٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

''لوطی کی حد کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کو رجم کیا جائے گا، وہ چاہے شادی شدہ ہو یا کنوارا ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن یسار کا فتوی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 1456)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي عُقُوبَةِ الْفَاعِلِ لِلِّوَاطِ وَالْمَفْعُولِ بِهٖ بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ وَأَنَّهٗ مِنَ الْكَبَائِرِ لِلْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ فِي تَحْرِيمِهٖ وَلَعْنِ فَاعِلِهٖ.

''اہل علم کا لواطت کی حرمت پر اور اس کے گناہِ کبیرہ ہونے پر تو اتفاق ہے، کیونکہ اس کی حرمت پر اور اس کے فاعل پر لعنت کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہیں، البتہ اس فاعل اور مفعول کی سزا (قتل کے طریقہ) میں اختلاف ہے۔''(نيل الأوطار: 140/7)

راجح مسلک یہی ہے کہ اس کے فاعل کو رجم کیا جائے گا۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے غیر شادی شدہ لوطی کے بارے میں فرمایا:

يُرْجَمُ . ”اسے رجم کیا جائے گا۔“

(سنن أبي داود : 4463، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوطی کی حد کے متعلق سوال ہوا، تو فرمایا:

يُنْظَرُ أَعْلٰى بِنَاءٍ فِي الْقَرْيَةِ فَيُرْمٰى بِهٖ مُنَكَّسًا، ثُمَّ يُتْبَعُ الْحِجَارَةَ .

”بستی کی سب سے اونچی جگہ دیکھی جائے گی اور وہاں سے لوطی کو منہ کے بل گرا دیا جائے گا اور پھر اسے پتھر مارے جائیں گے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة، 28337، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 17024، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام زہری رحمہ اللہ سے حد لواطت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا:

عَلَيْهِ الرَّجْمُ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ .

”اس کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔“

(مؤطّأ الإمام مالك : 825/2)

④ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا نَأْخُذُ نَرْجُمُ اللُّوطِيَّ مُحْصَنًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مُحْصَنٍ .

”ہمارا فتوی بھی یہی ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔“ (كتاب الأمّ : 183/7)

⑤،⑥ امام اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ (۲۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ : حدُّ اللُّوطيِّ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ؟ قَالَ : يُرْجَمُ، أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ، قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ .

''میں نے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے) عرض کیا کہ شادی شدہ لوطی اور کنوارے لوطی کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: اس کو رجم کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی فتوی ہے۔''

(مسائل الکوسَج : 2484)

لواطت کو جائز قرار دینے والے کا حکم:

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَحَلَّهَا بِمَمْلُوكٍ أَوْ غَيْرِ مَمْلُوكٍ فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو غلام یا آزاد کے ساتھ لواطت کو حلال قرار دیتا ہے، وہ کافر اور مرتد انسان ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ : 543/11)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ أَسْقَطَ الْحَدَّ عَنْهُ يُخَالِفُ النَّصَّ وَالْإِجْمَاعَ .

''جو کہتا ہے کہ لوطی پر حد نہیں، وہ نص اور اجماع کا مخالف ہے۔''

(المُغني : 61/9)

عورت کا عورت سے غیر فطری تعلق:

اسلام دین فطرت ہے، اسلام نے ہر اس عمل سے منع کیا ہے، جو دل کو پراگندہ کر دے اور انسانی وقار کو مجروح کرے، ایک عورت کا دوسری عورت سے خواہش پوری کرنا اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے اور یہ فحاشی ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، اسی طرح کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔''

(صحیح مسلم: 338)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا أَنَّ سُحْقَ الْمَرْأَةِ لِلْمَرْأَةِ حَرَامٌ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کا عورت کے ساتھ غیر فطری تعلقات رکھنا حرام ہے۔'' (مراتب الإجماع، ص 131)

تنبیہ:

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالْمَرْأَةِ تُدْخِلُ شَيْئًا، تُرِيدُ السِّتْرَ تَسْتَغْنِي بِهٖ عَنِ الزِّنٰى.

''آپ اس بات میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے کہ عورت زنا سے بچنے کے لئے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز داخل کرلے اور پردہ چاہتی ہو۔''

(المحلّی لابن حزم: 404/12)

سند سخت ضعیف ہے، ابن جریج مدلس ہیں اور مبہم راوی سے بیان کررہے ہیں۔

قادیانیت اقلیت؟

غلام احمد قادیانی کاذب، مفتر، زندیق، ملحد، دجال، کافر اور مرتد تھا۔ اس کا ارتداد کئی وجوہ سے تھا؛ ① دعویٰ نبوت ② دعویٰ شریعت ③ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین ④ متواتر ضروریات دین کا انکار ⑤ انبیائے کرام علیہم السلام کو سب وشتم کرنا۔

مرزا کے بے شمار کفریات ہیں، جو اس کی اپنی کتب سے عیاں ہیں۔ اس کے زندیق ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے شریعت کے الفاظ کی حقیقت بدل دی، یوں ملحد ٹھہرا۔

یاد رہے کہ اسلام میں چار طرح کے لوگوں کی جان و مال کی حرمت ہے؛ ① مومن ② ذمی، جس کے ساتھ یہ معاہدہ ہو کہ وہ جزیہ دے کر پُرامن طریقے سے اسلامی ریاست میں رہے گا ③ جس کے ساتھ یہ معاہدہ طے پا جائے کہ نہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرے گا اور نہ مسلمان اس سے جنگ کریں گے۔ ④ ایسا شخص، جو نہ تو ذمی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، لیکن وہ ایک محدود مدت تک اَمان طلب کر لیتا ہے کہ میں کسی بھی غرض سے آپ کی سلطنت میں رہوں گا، اسے امان حاصل ہے۔ تمام کفار کو اقلیت کے حقوق حاصل ہیں۔

اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جائز سمجھے، تو وہ مرتد کافر ہے۔ اگر وہ خود دعویٰ نبوت کر دے، تو بھی مرتد کافر ہے۔ اگر کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، تو بھی مرتد کافر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ تینوں خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ اس سب کے باوجود جو ایسے کی تصدیق کرے، وہ اُس جیسا مرتد کافر ہے۔

قادیانی نہ صرف مرزا کو نبی مانتے ہیں، بلکہ اُس کی جھوٹی نبوت کی دعوت بھی دیتے

ہیں اور جو اسے نبی نہ مانے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام کے الفاظ کی حقیقت کو بھی بدلتے ہیں، لہٰذا ان کا کفر عام کفر نہیں ہے، بلکہ ان کا کفر، کفر ارتداد مغلظ ہے۔ ایسوں کو کسی اسلامی سلطنت میں رہنے کا کوئی حق نہیں، چہ جائیکہ انہیں اقلیت تسلیم کر لیا جائے۔ اسلام میں ان کی کوئی حرمت ہے، نہ حقوق۔ ارتداد کی وجہ سے ان کی سزا قتل ہے، خواہ پیدائشی قادیانی ہوں، یا بعد میں مرتد ہو گئے ہوں، دونوں کا حکم ایک ہی ہے، البتہ یہ ذمہ داری مسلمان حکمران کی ہے، عام انسان کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

✿ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ، أَوْ صَدَّقَ مَنِ ادَّعَاهُ، فَقَدِ ارْتَدَّ .

''جو نبوت کا دعوی کرتا ہے یا مدعی نبوت کی تصدیق کرتا ہے، وہ مرتد ہے۔''

(المُغني : 28/9)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَثْبَتَ نَبِيًّا بَعْدَ مُحَمَّدٍ فَهُوَ شَبِيهٌ بِأَتْبَاعِ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ وَأَمْثَالِهِ مِنَ الْمُتَنَبِّئِينَ .

''جو محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا اثبات کرتا ہے، وہ مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے جھوٹے مدعیان نبوت کے پیرکاروں کے حکم میں ہے۔''

(منهاج السّنّة : 187/6)

✿ سعودی عرب کے مفتی اعظم، علامہ ابن باز رحمہ اللہ (١٤٢٠ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ ادَّعٰى أَنَّهٗ نَبِيٌّ أَوْ أُوحِيَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَالْقَادِيَانِيَّةِ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ ضَالٌّ مُّضِلٌّ مُّرْتَدٌّ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''جو دعویٰ کرے کہ وہ نبی ہے یا اس پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے، تو وہ کافر، گمراہ، گمراہ گر اور دین اسلام سے مرتد ہے، جیسا کہ قادیانی ہیں۔''

(مَجموع فتاوی ابن باز : 28/6)

۞ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۱۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ نَبِيٌّ بَعْدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَهُوَ كَاذِبٌ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَمَنْ صَدَّقَهُ فِي ذٰلِكَ؛ فَهُوَ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَلَيْسَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعوی کرے، وہ کافر اور جھوٹا ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے، نیز جس نے مدعی نبوت کی تصدیق کی وہ بھی کافر ہے، اس کا مال وجان بھی حلال ہے، ایسا شخص نہ مسلمان ہے اور نہ امت محمدیہ میں داخل ہے۔''

(مَجموع ورسائل العثیمین : 478/9)

۞ سعودی علما کا فتویٰ ہے:

...... هٰؤُلَاءِ كُفَّارٌ مُّرْتَدُّونَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَإِنْ زَعَمُوا أَنَّهُمْ مُسْلِمُونَ، وَإِنِ اجْتَهَدُوا فِي الدَّعْوَةِ إِلَيْهِ عَلٰى عَقِيدَتِهِمْ وَطَرِيقَتِهِمْ؛ كَجَمَاعَةِ الْقَادِيَانِيَّةِ الْأَحْمَدِيَّةِ الَّذِينَ أَنْكَرُوا خَتْمَ النُّبُوَّةِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَعَمُوا أَنَّ غُلَامَ أَحْمَدَ الْقَادِيَانِيَّ نَبِيُّ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، أَوْ أَنَّهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، أَوْ تَقَمَّصَتْ رُوحُ

مُحَمَّدٍ أَوْ عِيسٰى بَدَنَهٗ فَكَانَ بِمَنْزِلَتِهٖ فِي النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ .

''......یہ لوگ کافر اور اسلام سے مرتد ہیں، اگر چہ یہ خود کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور اپنے عقیدے اور طریقے کے مطابق اسلام کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں، جیسے قادیانی احمدی فرقہ، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا نبی اور رسول ہے یا وہ مسیح (موعود) عیسیٰ بن مریم ہے یا محمد کریم (ﷺ) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی روح غلام احمد کے بدن میں داخل ہو چکی ہے، یوں اسے نبوت اور رسالت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔''(فتاوى اللّجنة الدّائمة : 226/2)

❁ علامہ صالح بن فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنِ ادَّعٰى عَدَمَ خَتْمِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ صَدَّقَ مَنْ يَدَّعِي ذٰلِكَ؛ فَهُوَ مُرْتَدٌّ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، وَلِهٰذَا حَكَمَ الصَّحَابَةُ عَلٰى مَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرِّدَّةِ، وَقَاتَلُوهُ هُوَ وَأَتْبَاعَهٗ، وَسَمَّوْهُمْ بِالْمُرْتَدِّينَ، وَهٰذَا مِمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ عُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ سَلَفًا وَّخَلَفًا .

''جس نے محمد کریم ﷺ کے خاتم النبیین نہ ہونے کا دعویٰ کیا، یا کسی مدعی نبوت کی تصدیق کی، تو وہ دین اسلام سے مرتد ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد دعویٔ نبوت کرنے والوں پر ارتداد کا فتویٰ لگایا تھا، متنبّی سے بھی قتال کیا اور اس کے پیروکاروں سے بھی، نیز انہیں مرتد بھی قرار دیا۔

پہلے اور بعد والے مسلمان اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔''

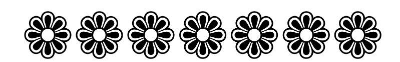
(الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد، ص 213)

✿ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) نقل کرتے ہیں:

هٰذَا وَمَنْ تَبِعَهٗ مُلْحِدٌ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ مُّرْتَدٌّ بِلَا رَيْبٍ وَّشَكٍّ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَهُوَ الْحَقُّ وَفِيهِ الصَّوَابُ، وَكَذَا مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ بَعْدَ اطِّلَاعِهٖ عَلٰى كُفْرِيَاتِهٖ فَعَلَيْهِ مَا عَلَيْهِ، وَلَعْنَةٌ فِي الدُّنْيَا وَذِلَّةٌ فِي الْآخِرَةِ، وَعَذَابٌ وَّعِقَابٌ، كَيْفَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ هٰذَا وَمَنْ تَبِعَهٗ خَارِجًا عَنِ الْإِسْلَامِ مُرْتَدًّا، لَمْ يَكُنْ مُسَيْلَمَةُ وَأَتْبَاعُهٗ وَأَمْثَالُهٗ كَافِرًا مُّرْتَدًّا عِنْدَ الْجَزَاءِ يَوْمَ الْحِسَابِ.

''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو ماننے والے دونوں بلا شک وشبہ ملحد، زندیق، کافر اور مرتد ہیں۔ یہی فتویٰ ہے، درست اور حق بات بھی یہی ہے۔ اسی طرح جو مرزا قادیانی کے کفریات جاننے کے بعد بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، تو اس پر بھی وہی فتویٰ لگے گا، جو مرزا قادیانی پر فتویٰ لگا ہے، دنیا میں لعنت اور آخرت میں رسوائی اس کا مقدر ہے، نیز عذاب اور سزا کا مستحق بھی ہے۔ اگر مرزا قادیانی اور اس کو ماننے والے اسلام سے خارج اور مرتد نہیں ہے، تو مسیلمہ وغیرہ اور ان کے ماننے والے بھی روز آخرت کافر مرتد نہیں ہوں گے۔''

(إكفار الملحدين في ضروريات الدّين، ص 165)



باب خامس

اسلامی فقہ

اس باب میں زکوٰۃ، روزہ، قربانی اور حج وغیرہ کے بعض مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

مالِ یتیم پر زکوٰۃ

یتیم کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، یہ زکوٰۃ اس کا ولی ادا کرے گا۔

① زکوٰۃ کے متعلق عمومی دلائل ثابت ہیں اور ان دلائل سے یتیم کے مال کو مستثنی کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِبْتَغُوا بِأَمْوَالِ الْيَتَامٰى لَا تَأْكُلُهَا الصَّدَقَةُ.

''یتیموں کے مال سے کاروبار کریں، کہیں اسے زکوٰۃ ختم نہ کر دے۔''

(سنن الدّارقطني : 1973، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 107/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ.

''یہ سند صحیح ہے۔''

اعتراض: علامہ ابن ترکمانی حنفی (۷۵۰ھ) نے اعتراض کیا ہے کہ یہ صحیح کیسے ہو سکتی ہے، صحیح میں سند کا متصل ہونا شرط ہے، جبکہ اس کی سند متصل نہیں ہے۔

(الجوهر النّقي : 107/4)

جواب: سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ أَئِمَّتِنَا عَلٰى أَنَّهٗ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ .

''ہمارے اکثر ائمہ کے نزدیک سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔'' (المستدرك :215/1)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّ سَمَاعُ سَعِيدٍ مِنْ عُمَرَ .

''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔''

(زوائد مختصر مسند البزّار : 419/2)

③ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ تَلِينِي وَأَخًا لِي يَتِيمَيْنِ فِي حَجْرِهَا، فَكَانَتْ تُخْرِجُ مِنْ أَمْوَالِنَا الزَّكَاةَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میری اور میرے بھائی کی پرورش کرتی تھیں، ہم دونوں یتیم تھے، وہ ہمارے مال سے زکوٰۃ نکالتی تھیں۔''

(المؤطا للامام مالك :251/1، وسندهٗ صحيحٌ)

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُزَكِّي مَالَ الْيَتِيمِ .

''آپ رضی اللہ عنہ یتیم کے مال سے زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1308، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ ابو الزبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو ایسے شخص کے متعلق فرماتے ہوئے سنا، جس کے پاس یتیم کا مال ہو؟ فرمایا:

يُعْطِي زَكَاتَهٗ .

''وہ مال یتیم کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1310 ، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥،⑦ مجاہد بن جبر اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

أَدِّ زَكَاةَ مَالِ الْيَتِيمِ .

''یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کیجئے۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1312 ، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ ابو یونس حسن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ سے مالِ یتیم پر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا:

زَكِّهٖ ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَالْإِثْمُ فِي عُنُقِكَ .

''زکوٰۃ دیجئے، ورنہ آپ گناہگار ٹھہریں گے۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1314 ، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي مَالِ الْيَتِيمِ زَكَاةٌ .

''مالِ یتیم میں زکوٰۃ ہے۔''

(الأموال لابن زنجُوَيه : 1431 ، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

❁ الاموال لابن زنجویہ (۱۴۴۷) میں ہے کہ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یتیم کے مال میں سے زکاۃ ادا نہیں کی جائے گی۔

اس میں مجالد بن سعید ہے، جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

⑩ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَرٰى فِي مَالِ الْيَتِيمِ الزَّكَاةَ .

''وہ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کو واجب سمجھتے تھے۔''

(الأموال لابن زنجُوَيه : 1432، وسندہٗ صحیحٌ)

یادر ہے کہ ائمہ ثلاثہ، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، نیز امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :641)

مانعین کے دلائل کا جائزہ:

جو لوگ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کے قائل نہیں، ان کے دلائل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَحْصِ مَا فِي مَالِ الْيَتِيمِ مِنَ الزَّكَاةِ، فَإِذَا بَلَغَ وَآنَسْتَ مِنْهُ رُشْدًا فَأَخْبِرْهُ، فَإِنْ شَاءَ زَكّٰى، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ .

''آپ یتیم کے مال کا حساب لگائیں، جب وہ بالغ ہو جائے، تو اسے بتا دیں، وہ چاہے، تو زکوٰۃ نکالے، چاہے تو نہ نکالے۔''

(الأموال لأبي عبيد : 1315، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 4/108)

سند سخت ضعیف ہے۔

① لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیئ الحفظ'' ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام دارقطنی، امام یحییٰ بن معین، امام ابوحاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی، امام

نسائی، امام ابن عدی اور جمہور محدثین نے اسے حدیث میں ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(المُغني عن حَمل الأسفار في الأسفار : 2/178)

② مجاہد رحمہ اللہ کا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

❀ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي مُنَاظَرَةٍ جَرَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَنْ خَالَفَهُ وَجَوَابُهُ عَنْ هٰذَا الْأَثَرِ : مَعَ أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَابِتٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ مِنْ وَجْهَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ مُنْقَطِعٌ وَأَنَّ الَّذِي رَوَاهُ لَيْسَ بِحَافِظٍ .

''امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ایک مخالف کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اس اثر کے بارے میں امام صاحب کا جواب یہ تھا، باوجود اس بات کے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو وجہ سے ثابت نہیں ہے، ایک تو یہ منقطع ہے، دوسرا اس کو بیان کرنے والا (لیث بن ابی سلیم) حافظ نہیں ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 4/108، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَا تَجِبُ فِي مَالِ الْيَتِيمِ زَكَاةٌ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ .

''مالِ یتیم پر زکوٰۃ واجب نہیں، جب تک اس پر نماز واجب نہیں ہوتی۔''

(الأموال لابن زنجُويه : 1822، سنن الدّارقطني : 1981)

سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے، جمہور نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالْاِتِّفَاقِ لِاخْتِلَالِ ضَبْطِهٖ .

''وہ بالاتفاق ضعیف ہے، کیونکہ اس کا حافظہ خراب تھا۔''

(خُلاصة الأحكام: 625/2)

کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ وہ مالِ یتیم سے زکوٰۃ کے قائل نہ ہوں۔ مالِ یتیم میں زکوٰۃ واجب ہے، پاگل اور گونگے، بہرے کا بھی یہی حکم ہے۔

تنبیہ:

اعتراض کیا جاتا ہے کہ یتیم پر نماز فرض نہیں تو زکوٰۃ کیسے فرض ہو سکتی ہے؟

۞ اس کے جواب میں حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَيْضًا أَنَّ فِي مَالِ مَنْ لَمْ يَبْلُغْ وَلَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ صَلَاةٌ أَرْشَ مَا يَجْنِيهِ مِنَ الْجِنَايَاتِ وَقِيمَةَ مَا يُتْلِفُهُ مِنَ الْمُتْلَفَاتِ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْحَائِضَ وَالَّذِي يُجَنُّ أَحْيَانًا لَا يُرَاعٰى لَهُمْ مِقْدَارُ أَيَّامِ الْحَيْضِ وَالْجُنُونِ مِنَ الْحَوْلِ، وَهٰذَا كُلُّهٗ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ لَيْسَتْ كَالصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ حَقُّ الْبَدَنِ فَإِنَّهَا تَجِبُ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَعَلٰى مَنْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس پر نماز فرض نہیں ہوئی، اس کے مال میں سے اس کے جرائم کی دیت اور اس کی تلف کردہ چیزوں کی قیمت نکالنا ضروری

ہے۔اسی طرح ان کا اجماع ہے کہ حائضہ کے حیض کے دنوں کی مقدار اور وہ شخص جو کبھی کبھی جنون کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے جنون کے دنوں کے مقدار (زکوٰۃ کے لیے گزرنے والے) سال سے خارج نہیں کی جائے گی۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، یہ نماز کی طرح نہیں ہے، جو کہ بدن کا حق ہے، لہٰذا زکوٰۃ اس شخص پر بھی واجب ہو گی، جس پر نماز واجب ہے اور اس شخص پر بھی، جس پر نماز واجب نہیں ہے۔''

(الاستذكار : 156/3)

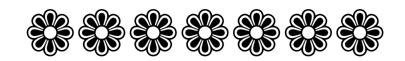
❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ وَالْقِيَاسِ عَلٰى مَا أَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ عَلَيْهِ مِنْ زَكَاةِ مَا تُخْرِجُهٗ أَرْضُ الْيَتِيمِ مِنَ الزَّرْعِ وَالثِّمَارِ وَهُوَ مِمَّا لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ حِجَازِيٌّ وَلَا عِرَاقِيٌّ مِنَ الْعُلَمَاءِ .

''رہا قیاس واجتہاد سے ثبوت، تو مسلمان علماء کا اجماع ہے کہ یتیم کی زمین سے حاصل ہونے والے غلے پر عشر واجب ہے۔ (اگر چہ اس پر نماز فرض نہ بھی ہوئی ہو)۔اس میں عراق اور حجاز کے کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے۔''

(الاستذكار : 156/3)

یتیم کی زمین سے حاصل کردہ غلے پر عشر ادا کرنا ان کے نزدیک بھی واجب ہے، جو یتیم کے مال سے زکاۃ ادا کرنے کے قائل نہیں ہیں۔



مال تجارت پر زکوٰۃ

مال تجارت نصاب (ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت) کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے، تو زکوٰۃ فرض ہے، اس پر قرآن مجید، اجماع امت اور صحابہ و تابعین کے آثار دلیل ہیں۔

قرآنی دلائل:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾

(البقرة : ٢٦٧)

''اہل ایمان! اپنی حلال کمائی سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔''

❁ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''اس آیت سے مراد مال تجارت ہے۔''

(تفسير الطّبري : 695/4، وسندهٗ صحيحٌ)

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾(التوبة : ١٠٣)

''ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کیجئے۔''

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ﴾(المَعارج : ٢٤)

''ان کے اموال میں (غربا ومساکین کا) مقررہ حق ہے۔''

ان آیات میں مال عام ہے، جو سامان تجارت کو بھی شامل ہے۔

حدیثی دلائل:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''خالد نے اپنی زرہیں اور جنگی ساز وسامان کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1468 ، صحيح مسلم : 983)

❁ اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ هٰذَا وُجُوبَ زَكَاةِ التِّجَارَةِ، وَبِهِ قَالَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ .

''بعض اہل علم نے اس حدیث سے مال تجارت میں زکوۃ کے وجوب پر استدلال کیا ہے، سلف اور خلف میں جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے۔''

(شرح النووي : 56/7)

جب عمال نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے آلات حرب کو سامانِ تجارت سمجھتے ہوئے زکوۃ کا مطالبہ کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ یہ سامان راہِ خدا میں وقف ہے، سامانِ تجارت نہیں۔ مطلب یہ کہ وہ سامان مال تجارت ہوتا، تو زکوۃ کا مطالبہ درست تھا۔

② سیدنا قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ .

''تاجرو! بلاشبہ خرید وفروخت میں لغوبات اور (جھوٹی) قسم داخل ہو جاتی ہے، لہٰذا اسے صدقہ کے ذریعہ پاک کریں۔''

(سنن أبي داود : 3326، سنن النسائي : 3800، سنن الترمذي : 1208، سنن ابن ماجه : 2145، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی بے شمار اسانید ہیں، ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے۔

③ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، تو فرمایا:

أَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ .

''اہل یمن کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے امیروں سے لی جائے گی اور فقیروں میں بانٹ دی جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 1395، صحيح مسلم : 19)

سامانِ تجارت مال ہے، اس حدیث کے عموم میں داخل ہے۔

اجماع:

① امام قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ الزَّكَاةَ فَرْضٌ وَاجِبٌ فِيهَا وَأَمَّا الْقَوْلُ الْآخَرُ فَلَيْسَ مِنْ مَذَاهِبِ أَهْلِ الْعِلْمِ عِنْدَنَا .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض واجب ہے، اس کے برخلاف ایک قول ہے، جو ہمارے مطابق اہل علم میں سے کسی کا مذہب نہیں۔''

(الأموال : 1202)

② امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ فِي الْعُرُوضِ الَّتِي تُدَارُ لِلتِّجَارَةِ الزَّكَاةَ إِذَا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مال تجارت پر سال گزر جائے، تو اس پر زکوٰۃ ہے۔''

(الإجماع : 115، المجموع للنّووي : 47/6)

آثار صحابہ ومحدثین:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْعُرُوضِ زَكَاةٌ إِلَّا مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ .

''سامانِ تجارت کے علاوہ سامان پر زکوٰۃ نہیں۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 174/4، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۶/۴۶) نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدرایۃ:۱/۲۶۱) نے اس اثر کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ یہ اثر ذکر کرنے کے بعد حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔''

② امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے زریق بن حیان رحمہ اللہ کو خط لکھا:

أَنِ انْظُرْ مَنْ مَرَّ بِكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَخُذْ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، مِمَّا يُدِيرُونَ مِنَ التِّجَارَاتِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِينَارًا، دِينَارًا .

''مسلمانوں کے تجارتی سامان میں ہر چالیس دینار پر ایک دیناز کوٰۃ وصول کیجئے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :255/1، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا صَدَقَةَ فِي اللُّؤْلُؤِ، وَلَا زَبَرْجَدٍ، وَلَا يَاقُوتٍ، وَلَا فُصُوصٍ، وَلَا عَرْضٍ، وَلَا شَيْءٍ لَا يُدَارُ، وَإِنْ كَانَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ يُدَارُ فَفِيهِ الصَّدَقَةُ فِي ثَمَنِهِ حِينَ يُبَاعُ.

''موتی، زبرجد، یاقوت، فصوص، سامان اور جس چیز کی تجارت نہ کی جائے، میں زکوٰۃ نہیں۔ سامانِ تجارت کی قیمت فروخت پر زکوٰۃ ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 144/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نیز آپ رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

تَاجِرٌ لَهٗ مَالٌ كَثِيرٌ فِي أَصْنَافٍ شَتّٰى، حَضَرَ زَكَاتُهٗ، أَعَلَيْهِ أَنْ يُقَوِّمَ مَتَاعَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهٗ ثَمَنَهٗ فَيُخْرِجُ زَكَاتَهٗ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ مَا كَانَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ أَخْرَجَ مِنْهُ زَكَاتَهٗ، وَمَا كَانَ مِنْ بَيْعٍ أَخْرَجَ مِنْهُ إِذَا بَاعَهٗ.

''ایک تاجر کے پاس کئی اصناف کا کثیر مال ہے، اس کی زکوٰۃ کا وقت آ گیا ہے، کیا وہ اندازے سے مال کی قیمت طے کر کے زکوٰۃ ادا کر دے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ سونے چاندی سے ہی دے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ اس وقت دے، جب اسے فروخت کرے۔''

(الأموال لابن زنجويه : 1703، وسندهٗ صحيحٌ)

جس دن زکوٰۃ فرض ہو، اس دن سامان کی محتاط اندازہ سے قیمت لگائے گا، اس کی ادائیگی اسی وقت بھی ہو سکتی ہے اور مال کے فروخت کرنے پر بھی۔

④ امام میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا حَلَّتْ عَلَيْكَ الزَّكَاةُ فَانْظُرْ مَا كَانَ عِنْدَكَ مِنْ نَقْدٍ أَوْ عَرْضٍ لِلْبَيْعِ، فَقَوِّمْهُ قِيمَةَ النَّقْدِ، وَمَا كَانَ مِنْ دَيْنٍ فِي مَلَاءَةٍ فَاحْسِبْهُ، ثُمَّ اطْرَحْ مِنْهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنَ الدَّيْنِ، ثُمَّ زَكِّ مَا بَقِيَ .

''جب سامان پر زکوٰۃ کا وقت آ گیا (یعنی سال پورا ہو گیا)، تو آپ کے پاس جو بھی نقدی یا سامان تجارت موجود ہے، اس کی قیمت کا نقدی کی صورت میں اندازہ لگائیے، جو قرض ہے، اسے شمار کیجئے، پھر اس سے قرض کو نکال دیجئے اور باقی مال پر زکوٰۃ ادا کر دیں۔''

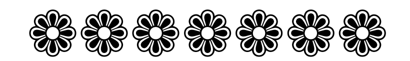
(الأموال للقاسم بن سلام : 1184، وسندهٌ حسنٌ)

⑤ فقیہ جابر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوِّمْهُ بِنَحْوٍ مِّنْ ثَمَنِهٖ يَوْمَ حَلَّتْ فِيهِ الزَّكَاةُ، ثُمَّ أَخْرِجْ زَكَاتَهٗ .

''اپنے سامان کی اس دن کی قیمت کے مطابق تخمینہ لگائیے، جس دن زکوٰۃ فرض ہوئی ہے، پھر اس پر زکوٰۃ ادا کر دیجئے۔''

(الأموال للقاسم بن سلام : 1182، وسندهٌ حسنٌ)



عاشوراء کا روزہ

عاشوراء دس محرم کا روزہ مشروع ومستحب ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْعُلَمَاءُ أَنَّ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَيْسَ بِفَرْضٍ صِيَامُهُ وَلَا فَرْضَ إِلَّا صَوْمُ رَمَضَانَ .

''اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ عاشوراء کا روزہ فرض نہیں ہے، فرض صرف رمضان کے روزے ہیں۔''

(التّمهيد : 203/7)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ .

''ماہِ رمضان کے بعد سب سے با فضلیت روزے محرم کے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1163)

❁ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بر سر منبر بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

هٰذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ، فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ، فَلْيُفْطِرْ .

''یہ عاشوراء کا دن ہے، اللہ نے اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا۔ جو چاہتا ہے، روزہ رکھ لے، جو چاہتا ہے، روزہ چھوڑ دے، البتہ میں روزے سے ہوں۔''

(صحیح البخاري : 2003، صحیح مسلم : 1129)

❁ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ .

''یہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(صحیح مسلم : 1162)

❁ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ آمَرَ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبِي مُوسٰى رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی کو عاشوراء کے روزے کی تاکید کرتے نہیں دیکھا۔''

(مسند أبي داود الطّيالسي : 1308، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِلٰى قَابِلٍ صُمْتُ التَّاسِعَ؛ مَخَافَةَ أَنْ يَفُوتَنِي يَوْمُ عَاشُورَاءَ .

''اگر زندگی رہی، تو ان شاء اللہ اگلے سال نو محرم کا (بھی) روزہ رکھوں گا، اس ڈر سے کہ کہیں یوم عاشوراء چھوٹ نہ جائے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 330/10، شعب الإيمان للبيهقي : 3507، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ التَّاسِعِ فَيَحْتَمِلُ عِنْدِي وُجُوهًا، أَحَدُهَا : أَنْ يُرِيدَ صَوْمَهُ احْتِيَاطًا، فَرُبَّمَا نَقَصَ الْهِلَالُ وَيَكُونُ الْغَيْمُ، فَتَكْمُلُ الْعِدَّةُ ثَلَاثِينَ، فَيَكُونُ التَّاسِعُ فِي الْعَدَدِ هُوَ الْعَاشِرَ مِنَ الْهِلَالِ، فَأَحَبَّ أَنْ لَا يَفُوتَهُ .

''نو محرم کے روزے والی حدیث کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو محرم کے روزے کا ارادہ احتیاطی طور پر کیا ہے، وہ اس طرح کہ (ذوالحج کا) چاند ۲۹ کا ہو اور اس دن بادل ہوں، جس کے پیش نظر ذوالحج کے تیس دن مکمل کر لیے جائیں، اس طرح (جب نو محرم کا روزہ رکھا جائے، تو) جسے نو محرم سمجھا گیا ہے، وہ دراصل دس محرم ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کہیں (اس طرح) عاشوراء کا روزہ چھوٹ نہ جائے۔''

(معرفة السّنن والآثار : 350/6)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ : فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اگلے سال ہم ان شاء اللہ نو محرم کا روزہ (بھی) رکھیں گے۔ لیکن اگلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔''

(صحيح مسلم : 1134)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

لَئِنْ بَقِيتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ .

''میں اگلے سال تک زندہ رہا، تو نو محرم کا روزہ (بھی) رکھوں گا۔''

(صحیح مسلم : 1134)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ، وَأَصْبِحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا، قُلْتُ : هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهٗ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''محرم کا چاند دیکھیں، تو دن گننا شروع کر دیجئے اور نو محرم کو روزہ رکھیے، میں (حکم بن اعرج) نے عرض کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کا روزہ رکھتے تھے؟ فرمایا : جی ہاں۔''

(صحیح مسلم : 1133)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عاشوراء کے متعلق فرمایا:

هُوَ يَوْمُ التَّاسِعِ .

''عاشوراء سے مراد نو محرم ہے۔''

(صحیح ابن خزیمۃ : 2098، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرَادَ صَوْمَهٗ مَعَ الْعَاشِرِ وَأَرَادَ بِقَوْلِهٖ فِي الْجَوَابِ نَعَمْ، مَا رُوِيَ مِنْ عَزْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَوْمِهٖ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ نو کا بھی روزہ

رکھا جائے، (حکم بن اعرج راوی) کے سوال کے جواب میں جو ''جی ہاں'' کہا ہے، اس سے مراد دوسری روایت میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے نو محرم کا روزہ رکھنے کا عزم کیا تھا (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی عزم کو فعل نبوی قرار دیا)۔''

(السنن الکبریٰ : 287/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الزَّيْنُ بْنُ الْمُنِيرِ : قَوْلُهٗ : «إِذَا أَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعِهٖ فَأَصْبِحْ»، يُشْعِرُ بِأَنَّهٗ أَرَادَ الْعَاشِرَ لِأَنَّهٗ لَا يُصْبِحُ صَائِمًا بَعْدَ أَنْ أَصْبَحَ مِنْ تَاسِعِهٖ إِلَّا إِذَا نَوَى الصَّوْمَ مِنَ اللَّيْلَةِ الْمُقْبِلَةِ وَهُوَ اللَّيْلَةُ الْعَاشِرَةُ قُلْتُ : وَيُقَوِّي هٰذَا الِاحْتِمَالَ مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَئِنْ بَقِيتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ فَمَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ الْعَاشِرَ وَهَمَّ بِصَوْمِ التَّاسِعِ فَمَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَا هَمَّ بِهٖ مِنْ صَوْمِ التَّاسِعِ يَحْتَمِلُ مَعْنَاهُ أَنَّهٗ لَا يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ بَلْ يُضِيفُهٗ إِلَى الْيَوْمِ الْعَاشِرِ إِمَّا احْتِيَاطًا لَهٗ وَإِمَّا مُخَالَفَةً لِّلْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَهُوَ الْأَرْجَحُ وَبِهٖ يُشْعِرُ بَعْضُ رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ .

''زین بن منیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ جب آپ نو محرم کو صبح کریں، تو روزے کی حالت میں صبح کیجیے......۔'' اس میں اشارہ ہے

کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد دس محرم تھی، کیونکہ نومحرم کی صبح کر لینے کے بعد روزے کی حالت میں صبح اسی صورت ہوسکتی ہے کہ جب وہ اگلی رات روزے کی نیت کرے، وہ رات دس محرم کی رات ہے۔ میں (ابن حجر رحمہ اللہ) کہتا ہوں : اس توجیہ کی تائید صحیح مسلم (۱۱۳۴) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ والی دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا، تو نومحرم کا (بھی) روزہ رکھوں گا۔'' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی وفات پا گئے، یہ واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے اور نو محرم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تھا، مگر اگلے محرم سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ پھر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومحرم کے روزے کا ارادہ کیا، اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نومحرم پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ دس محرم کے ساتھ نومحرم کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے، ایسا یا تو احتیاط کے طور پر کرنا چاہتے تھے یا یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں، یہ (آخر الذکر) ہی راجح معلوم ہوتا ہے، صحیح مسلم کی بعض روایات بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔''

(فتح الباري : 245/4)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَصُومَنَّ عَاشُورَاءَ يَوْمَ التَّاسِعِ .

''میں عاشوراء نومحرم کا روزہ رکھوں گا۔''

(صحيح مسلم : 1134، شرح معاني الآثار للطحاوي : 77/2، واللّفظ لهٗ)

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : لَأَصُومَنَّ عَاشُورَاءَ، يَوْمَ التَّاسِعِ إِخْبَارٌ مِّنْهُ عَلٰى أَنَّهٗ يَكُونُ ذٰلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَقَوْلُهٗ : لَأَصُومَنَّ يَوْمَ التَّاسِعِ يَحْتَمِلُ لَأَصُومَنَّ يَوْمَ التَّاسِعِ مَعَ الْعَاشِرِ أَيْ لِئَلَّا أَقْصِدَ بِصَوْمِي إِلٰى يَوْمِ عَاشُورَاءَ بِعَيْنِهٖ، كَمَا يَفْعَلُ الْيَهُودُ، وَلٰكِنْ أَخْلِطُهٗ بِغَيْرِهٖ، فَأَكُونُ قَدْ صُمْتُهٗ، بِخِلَافِ مَا تَصُومُهٗ يَهُودُ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا يَدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى .

''فرمان نبوی: ''میں عاشورا نومحرم کا روزہ رکھوں گا۔'' میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے خبر ہے کہ نومحرم کا دن عاشورا ہے۔ نیز فرمان نبوی: ''میں نومحرم کا (بھی) روزہ رکھوں گا۔'' میں اس معنی کا احتمال ہے کہ میں دس محرم کے ساتھ نو کا بھی روزہ رکھوں گا، تاکہ یہود کی طرح میں بھی خاص عاشوراء کے دن کا قصد نہ کروں، بلکہ میں اس کے ساتھ دوسرے دن کو بھی ملالوں، یوں میرا روزہ یہود کے روزہ کے مخالف ہو جائے گا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی معنی کی تائید منقول ہے۔''

(شرح معاني الآثار : 77/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ إِلٰى أَنَّ عَاشُورَاءَ هُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنَ الْمُحَرَّمِ ...... وَهٰذَا ظَاهِرُ الْأَحَادِيثِ وَمُقْتَضَى اللَّفْظِ .

’’پہلے اور بعد کے جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہے۔......احادیث کے ظاہر اور الفاظ کا تقاضا یہی ہے۔‘‘

(شرح النووي : 12/8)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَأَمَّلَ مَجْمُوعَ رِوَايَاتِ ابْنِ عَبَّاسٍ تَبَيَّنَ لَهُ زَوَالُ الْإِشْكَالِ، وَسِعَةُ عِلْمِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنَّهُ لَمْ يَجْعَلْ عَاشُورَاءَ هُوَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ بَلْ قَالَ لِلسَّائِلِ : صُمِ الْيَوْمَ التَّاسِعَ، وَاكْتَفٰى بِمَعْرِفَةِ السَّائِلِ أَنَّ يَوْمَ عَاشُورَاءَ هُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ الَّذِي يَعُدُّهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَرْشَدَ السَّائِلَ إِلٰى صِيَامِ التَّاسِعِ مَعَهُ، وَأَخْبَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُهُ كَذٰلِكَ .

’’جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تمام روایات پر غور کر لے، تو اس سے اشکال رفع ہو جائے گا اور اسے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی وسعت کا اندازہ ہو جائے گا، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نو محرم کو عاشوراء قرار نہیں دیا، بلکہ سوال کرنے والے (حکم بن اعرج) سے فرمایا کہ نو محرم کا روزہ رکھیے، آپ کو معلوم تھا کہ سائل جانتا ہے کہ عاشوراء سے مراد دس محرم ہے، جیسا کہ تمام لوگ جانتے تھے، تو سائل (حکم بن اعرج) کو دس کے ساتھ ساتھ نو محرم کے روزے کی بھی راہنمائی کر دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آگاہ کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی روزہ رکھا کرتے تھے۔

(زاد المَعاد في هَدي خير العباد : 78/2)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَصُومُ الْعَاشُورَ الْيَوْمَ الْعَاشِرَ، فَأَكْثَرُوا فَقَالُوا: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: هُوَ التَّاسِعُ، فَكَانَ يَصُومُ التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ.

''آپ رحمہ اللہ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے، تو کئی ساتھیوں نے بتایا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نو محرم کو عاشوراء کہتے ہیں، تو ابن سیرین رحمہ اللہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھنے لگ گئے۔''

(تهذيب الآثار (مسند عمر) للطبري: 669، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِهٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

''امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا مؤقف اسی (دس محرم کے روزے والی) حدیث کے مطابق ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 755)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے:

صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ.

''نو اور دس محرم کا روزہ رکھیں اور یہود کی مخالفت کریں۔''

(مصنف عبد الرزاق: 7839، السنن الكبرى للبيهقي: 287/4، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

أَقُولُ: الْأَوْلٰى أَنْ يُقَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْشَدَ السَّائِلَ لَهُ إِلَى الْيَوْمِ

الَّذِي يُصَامُ فِيهِ وَهُوَ التَّاسِعُ وَلَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ بِتَعْيِينِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَنَّهُ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يُسْأَلُ عَنْهُ وَلَا يَتَعَلَّقُ بِالسُّؤَالِ عَنْهُ فَائِدَةٌ، فَابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا فَهِمَ مِنْ السَّائِلِ أَنَّ مَقْصُودَهٗ تَعْيِينُ الْيَوْمِ الَّذِي يُصَامُ فِيهِ أَجَابَ عَلَيْهِ بِأَنَّهُ التَّاسِعُ.

''میں کہتا ہوں: یہ مفہوم زیادہ بہتر ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے کو اس دن کی خبر دے دی، جس دن روزہ مشروع ہے اور وہ دن ہے نو محرم کا۔ سائل کو یہ جواب نہیں دیا کہ یوم عاشوراء ہے کب؟ کیونکہ ایسے باتوں کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا، نہ کہ ایسے سوال کا کوئی فائدہ ہے۔ لہٰذا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سمجھ گئے تھے کہ سائل کا مقصد اس دن کا تعین تھا، جس میں روزہ مشروع ہے، تو اسے جواب دے دیا کہ یہ نو محرم کا دن ہے۔''

(نيل الأوطار : 287/4)

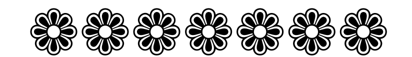
❀ محدث محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

تَأْوِيلُ الشَّوْكَانِيِّ أَيْضًا بَعِيدٌ فَتَفَكَّرْ.

''علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی تاویل بعید ہے، غور کیجئے!''

(تحفة الأحوذي : 382/3)

ثابت ہوا کہ عاشوراء کا روزہ مشروع اور مستحب ہے، اس کے تعیین میں اختلاف ہے، درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ نو اور دس محرم دو دن کا روزہ رکھا جائے گا۔



نو ذوالحجہ کا روزہ

نو ذوالحجہ کا روزہ مشروع و مستحب ہے۔اس کی بڑی فضیلت ہے۔

① سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا،تو فرمایا:

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ .

''یہ روزہ گذشتہ اور آئندہ سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(صحيح مسلم : 1162)

یہ بالاتفاق صحیح متصل روایت ہے۔عبداللہ بن معبد زمانی ثقہ ہیں،ان کا سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سماع ہے،اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کی نفی کی ہے،امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے سماع کی نفی نہیں کی۔علامہ ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے المتفق والمفترق (۱۴۴۱/۳) میں سماع کا اثبات کیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَضُرُّهُ ذٰلِكَ .

''امام بخاری رحمہ اللہ کا سماع کی نفی کرنا مضر نہیں۔''

(ديوان الضّعفاء : 2319)

راوی مدلس نہ ہو،تو اتصال کے لیے معاصرت کافی ہوتی ہے،جب ائمہ اس کی نفی نہ کریں۔ یہاں صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نفی کی ہے، جبکہ جمہور ائمہ حدیث نے اس

حدیث کی تصحیح کی ہے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی بات مرجوح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت متصل ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۷۴۹) ''حسن''، امام ابوعوانہ (۲۹۲۴)، امام ابن خزیمہ (۲۰۸۷) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۳۶۳۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۱۷۹) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

۞ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا أَجْوَدُ حَدِيثٍ عِنْدِي فِي هٰذَا الْبَابِ .

''عرفہ کے روزے کے متعلق یہ سب سے عمدہ حدیث ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الحديث : 2826)

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَصَحُّ الرِّوَايَاتِ فِيهِ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ .

''عرفہ کے روزے کے متعلق صحیح ترین روایت عبداللہ بن معبد زمانی عن ابی قتادہ ہے۔''

(شُعُب الإيمان، تحت الحديث : 3504)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''یہ سند حسن صحیح ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد :162/21)

② سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَوْمُ عَرَفَةَ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ .

''عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 97/3، مسند عبد بن حميد : 464، مسند أبي يعلٰى الموصلي : 7548، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَحَبَّ أَهْلُ العِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِلَّا بِعَرَفَةَ .

''اہل علم نے عرفات میں موجود حجاج کے علاوہ باقی سب کے لیے عرفہ کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحتَ الحديث : 749)

امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق یوم عرفہ کے روزے کے قائل تھے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 752)

③ سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيرِهٖ، فَشَرِبَهٗ .

''میرے پاس بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفہ کے دن روزے کے بارے میں اختلاف کیا، بعض نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا روزہ نہیں ہے۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے، تو آپ نے وہ دودھ نوش فرمالیا۔''

(صحيح البخاري : 1988، صحيح مسلم : 1123)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ .

''یوم عرفہ کے روزے کا بیان۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هٰذَا يُشْعِرُ بِأَنَّ صَوْمَ يَوْمِ عَرَفَةَ كَانَ مَعْرُوفًا عِنْدَهُمْ مُعْتَادًا لَّهُمْ فِي الْحَضَرِ وَكَأَنَّ مَنْ جَزَمَ بِأَنَّهٗ صَائِمٌ اسْتَنَدَ إِلٰى مَا أَلِفَهٗ مِنَ الْعِبَادَةِ وَمَنْ جَزَمَ بِأَنَّهٗ غَيْرُ صَائِمٍ قَامَتْ عِنْدَهٗ قَرِينَةُ كَوْنِهٖ مُسَافِرًا وَّقَدْ عُرِفَ نَهْيُهٗ عَنْ صَوْمِ الْفَرْضِ فِي السَّفَرِ فَضْلًا عَنِ النَّفْلِ .

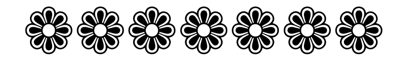
''راوی کے قول: ''نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق'' میں اشارہ ہے کہ صحابہ کے ہاں یوم عرفہ کا روزہ معروف تھا اور حضر میں رکھا جاتا تھا۔ جن صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ روزے میں ہیں، ان کے مدنظر یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ عبادت سے جڑے رہتے تھے۔ (لہٰذا آج بھی روزے سے ہوں گے) جن صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ کا روزہ نہیں ہے، ان کے پیش نظر یہ قرینہ تھا کہ آپ مسافر ہیں اور جب سفر میں فرض روزے کی ممانعت ہے، تو نفل کی بالاولیٰ ہے۔''

(فتح الباري : 237/4)

دراصل روزہ نو ذوالحجہ کا ہے، چونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ عرفات میں تھے، اس مناسبت سے اس کا نام ''صوم عرفہ'' قرار پایا۔ وہی دن چل کر ہم تک پہنچتا ہے۔ عرفات

والے دن روزہ رکھنا ہر ایک کے لیے ممکن نہیں، کیونکہ سعودی عرب میں جب عرفہ کا دن طلوع ہوتا ہے، تو دنیا کے کئی ممالک میں اس وقت رات طلوع ہوتی ہے، تو کیا وہ رات کا روزہ رکھیں گے؟ پاکستان کا وقت سعودی سے دو گھنٹے آگے ہے، وہاں یوم عرفہ ابھی طلوع نہیں ہوا ہوتا کہ پاکستان میں سحر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور وہاں یوم عرفہ ختم نہیں ہوا ہوتا کہ پاکستان میں افطار ہو جاتا ہے۔ جب سعودی سے نماز کے اوقات میں فرق ہے، تو روزہ ان کے موافق کیسے ممکن ہے؟

حجاج کرام اگر مشقت محسوس نہ کریں، تو عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، اس بارے میں ممانعت والی روایت ثابت نہیں۔



رمضان کی قضا

رمضان کے روزے رہ جائیں، تو لگاتار روزوں کی قضا دینا بہتر ہے، البتہ اگر وقفے وقفے سے اگلے رمضان تک قضا مکمل کر لے، تو بھی جائز ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے روزوں کی قضا دینے سے پہلے شوال کے چھ روزے رکھ لے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

''دوسرے دنوں میں (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کر لیں۔''

❁ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

إِنَّهُ أُمِرَ بِالْقَضَاءِ مُطْلَقًا عَنْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ فَلَا يَجُوزُ تَقْيِيدُهُ بِبَعْضِ الْأَوْقَاتِ إِلَّا بِدَلِيلٍ .

''روزوں کی قضا کا بغیر کسی وقت معین کے، مطلق حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اسے بغیر دلیل کے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 23/7)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ .

''مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی، میں انہیں شعبان سے پہلے نہ رکھ سکتی تھی۔''

(صحیح البخاري : 1950، صحیح مسلم : 1146)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي تَأْخِيرِ عَائِشَةَ قَضَاءَ مَا عَلَيْهَا مِنْ صِيَامِ رَمَضَانَ دَلِيلٌ عَلَى التَّوْسِعَةِ وَالرُّخْصَةِ فِي تَأْخِيرِ ذٰلِكَ وَذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ شَعْبَانَ أَقْصَى الْغَايَةِ فِي ذٰلِكَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رمضان کے روزوں کی قضا تاخیر سے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ قضا میں وسعت ہے اور اس میں تاخیر جائز ہے، نیز یہ روایت دلیل ہے کہ اس بارے میں تاخیر کی انتہا ماہِ شعبان ہے۔''

(التّمهید : 149/23)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى جَوَازِ تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ لِعُذْرٍ أَوْ لِغَيْرِ عُذْرٍ .

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کی قضاء کو مطلق طور پر مؤخر کرنا جائز ہے، خواہ عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے۔''

(فتح الباري : 191/4)

۞ نیز فرماتے ہیں:

ظَاهِرُ صَنِيعِ الْبُخَارِيِّ يَقْتَضِي جَوَازَ التَّرَاخِي وَالتَّفْرِيقِ لِمَا أَوْدَعَهُ فِي التَّرْجَمَةِ مِنَ الْآثَارِ كَعَادَتِهِ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ .

''امام بخاری رحمہ اللہ کے ظاہری صنیع سے لگتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ روزوں کی قضا (تاخیر) میں وسعت اور وقفہ کو جائز سمجھتے تھے، کیونکہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے منہج کے مطابق ترجمۃ الباب میں آثار ذکر کیے ہیں، یہی جمہور کا مؤقف ہے۔''

(فتح الباري : 189/4)

❀ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ حُجَّةٌ لِّلْجُمْهُورِ إِنَّ الْقَضَاءَ لَا يَجِبُ عَلَى الْفَوْرِ إِذْ لَوْ مُنِعَ التَّأْخِيرُ لَمْ يُقِرَّهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَعَمْ يَنْدُبُ التَّعْجِيلُ لِأَنَّ الْمُبَادَرَةَ إِلَى الطَّاعَةِ وَالْمُسَارَعَةِ إِلَى الْخَيْرِ أَوْلٰى .

''یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا فوراً دینا ضروری نہیں، کیونکہ اگر قضا میں تاخیر ممنوع ہوتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تاخیر پر قائم نہ رکھتے۔ البتہ جلد سے جلد قضا دینا مستحب ہے، کیونکہ اطاعت اور خیر میں جلدی کرنا اولیٰ ہے۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 23/7)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَضُرَّكَ كَيْفَ قَضَيْتَهَا إِنَّمَا هِيَ عِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فَأَحْصِهٖ .

''آپ کو کوئی نقصان نہیں، جیسے جی چاہے قضا دیں، صرف دوسرے دنوں میں (رمضان کے روزوں کی) گنتی (پوری کرنا ضروری) ہے۔''

(تغليق التّعليق لابن حَجَر : 186/3 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

فَرِّقْهُ إِذَا أَحْصَيْتَهُ .

''جب آپ گنتی پوری کریں، تو وقفے میں کوئی حرج نہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 193/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُوَاتِرُهُ إِنْ شَاءَ .

''چاہے تو متفرق رکھ لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے رمضان کے روزوں کی قضا کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرَخِّصْ لَكُمْ فِي فِطْرِهِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَلَيْكُمْ فِي قَضَائِهِ فَأَحْصِ الْعِدَّةَ وَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

''اللہ تعالیٰ نے روزہ چھوڑنے کی رخصت اس لیے نہیں دی کہ قضا میں آپ پر مشقت ڈال دے، آپ جیسے چاہیں، گنتی پوری کریں۔''

(سنن الدّارقطني : 191/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 258/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ وقفہ سے رمضان کے روزوں کی قضا میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 33/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ جعفر بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَضَاءُ رَمَضَانَ عِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ .

''رمضان کے روزوں کی قضا میں دوسرے دنوں میں گنتی (پوری کرنا) ضروری ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 33/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُوَاتِرُ قَضَاءَ رَمَضَانَ .

''رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق دے سکتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں فرماتے ہیں:

يُتَابَعُ بَيْنَهٗ . ''تسلسل کے ساتھ روزے رکھے جائیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقْضِيهِ كَهَيْأَتِهٖ .

''جس طرح چھوڑے تھے، اسی طرح قضا دے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صُمْهُ مُتَتَابِعًا، إِلَّا أَنْ يُقْطَعَ بِكَ كَمَا قُطِعَ بِكَ فِيهِ .

''روزے کی قضا لگاتار دیں، الا یہ کہ (قضا میں بھی) وہی عارضہ پیش آ جائے،

جو پہلے پیش آیا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندہٗ صحيحٌ)

فہم سلف کی روشنی میں ان اقوال کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقْضِيهِ مُتَتَابِعًا أَحَبُّ إِلَيَّ وَإِنْ فَرَّقَ أَجْزَأَهُ.

”رمضان کے روزوں کی قضا لگاتار ہو، تو مجھے زیادہ پسند ہے، البتہ قضا میں وقفہ بھی جائز ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 35/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَّصُومَهُ كَمَا أَفْطَرَهُ.

”مجھے پسند ہے کہ جس طرح روزے چھوڑے تھے، اسی طرح قضا دے۔“

مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لگا تار قضا دینا مجھے پسند ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ : قَضَاءُ رَمَضَانَ؟ قَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ مُتَفَرِّقًا، قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ، وَالتَّتَابُعُ أَفْضَلُ.

”میں نے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے) رمضان کی قضا کے بارے میں سوال

کیا، فرمایا: متفرق روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا بھی یہی موقف ہے، البتہ تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا افضل ہے۔''

(مسائل الکوسج: 707)

❀ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنْكَرَ أَبِي عَلٰى مَنْ يَّقُولُ: لَا يُجْزِئُهٗ إِلَّا مُتَتَابِعٌ.

''میرے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ رمضان کی قضا صرف تسلسل کے ساتھ ہی ہے۔''

(مسائل صالح: 920)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجِبُ التَّتَابُعُ، بَلْ إِنْ شَاءَ فَرَّقَ، وَإِنْ شَاءَ تَابَعَ، وَهٰذَا قَوْلُ جُمْهُورِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، وَعَلَيْهِ ثَبَتَتِ الدَّلَائِلُ؛ لِأَنَّ التَّتَابُعَ إِنَّمَا وَجَبَ فِي الشَّهْرِ لِضَرُورَةِ أَدَائِهٖ فِي الشَّهْرِ، فَأَمَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ رَمَضَانَ فَالْمُرَادُ صِيَامُ أَيَّامٍ عِدَّةَ مَا أَفْطَرَ، وَلِهٰذَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾، ثُمَّ قَالَ: ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾.

''(رمضان کی قضا) تسلسل کے ساتھ دینا ضروری نہیں، بلکہ چاہے، تو وقفے وقفے سے دے، چاہے، تو مسلسل دے۔ یہ جمہور سلف وخلف کا موقف ہے۔ اس پر دلائل موجود ہیں، کیونکہ تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا ماہِ رمضان میں

ضروری ہے، رمضان کے ختم ہو جانے کے بعد ضروری نہیں، لہٰذا جتنے روزے رہ گئے ہیں، اتنے دنوں کے روزے رکھنا مراد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ''دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے، تنگی نہیں۔''(تفسیر ابن کثیر :504/1)

۞ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

خُلَاصَةُ الْقَوْلِ أَنَّهٗ لَا يَصِحُّ فِي التَّفْرِيقِ وَلَا فِي الْمُتَابَعَةِ حَدِيثٌ مَّرْفُوعٌ، وَالْأَقْرَبُ جَوَازُ الْأَمْرَيْنِ كَمَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''حاصل کلام یہ کہ (روزوں کی قضا میں) وقفہ یا تسلسل کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ درست بات یہی ہے کہ دونوں عمل ہی جائز ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔''(إرواء الغليل : 97/4)

رمضان کے روزوں کی قضا پے در پے مستحب ہے، ضروری نہیں، لگاتار قضا کو ضروری قرار دینا بے دلیل ہے، اس مؤقف کو سلف صالحین کی حمایت حاصل نہیں۔

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ مَنْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ فِي شَعْبَانَ بَعْدَهٗ أَنَّهٗ مُؤَدٍّ لِفَرْضِهٖ غَيْرُ مُفْرِطٍ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا

آئندہ شعبان میں دے دی، اس کا فرض ادا ہو گیا، وہ گناہ گار نہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 4/95)

نفلی روزے اور رمضان کی قضا:

❀ عثمان بن عبد اللہ بن موہب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَالَ : إِنَّ عَلَيَّ أَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ، أَفَأَصُومُ الْعَشْرَ تَطَوُّعًا؟ قَالَ : لَا، وَلِمَ؟ ابْدَأْ بِحَقِّ اللّٰهِ، ثُمَّ تَطَوَّعْ بَعْدَمَا شِئْتَ .

''میں نے سنا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا: مجھ پر رمضان کے روزوں کی ادائیگی ہے، کیا میں عشرہ ذوالحجہ کے نفلی روزے رکھ سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: کیوں؟ فرمایا: پہلے اللہ کا حق ادا کیجئے، اس کے بعد جتنے چاہیں، نفلی روزے رکھ لیں۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 7715)

سند ضعیف ہے، عبد الرزاق اور سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۞ السنن الکبریٰ للبیہقی (۸۳۹۶) میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کی ہے، مگر یہ سند ثابت نہیں۔

① ابو نصر احمد بن عمرو عراقی کی توثیق ثابت نہیں۔

② سفیان بن محمد جوہری کی توثیق نہیں ملی۔

۞ مصنف ابن ابی شیبہ (۹۵۱۷) والی روایت میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

❀ ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ سے مروی ہے:

يَبْدَأُ بِالْفَرِيضَةِ . ''پہلے فرض روزے رکھے گا۔''

(مصنّف عبد الرّزّاق : 7713)

سند ضعیف ہے۔عبد الرزاق بن ہمام اور سفیان ثوری دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول بھی ثابت نہیں۔

(مصنّف عبد الرّزّاق : 7716)

یہ سند عبد الرزاق بن ہمام کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَتَطَوَّعَ بِصِيَامٍ، وَعَلَيْهِ قَضَاءٌ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا الْعَشْرَ .

''آپ رحمہ اللہ مکروہ سمجھتے تھے کہ جس پر رمضان کی قضا باقی ہو، وہ نفلی روزے رکھے، سوائے عشرہ ذوالحجہ کے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 9287)

سند ضعیف ہے۔سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں۔

نیز قتادہ کی اہل بصرہ سے روایت میں کلام ہے۔

مصنف عبد الرزاق (۷۷۱۰) والی سند بھی ضعیف ہے۔عبد الرزاق کا عنعنہ ہے، نیز اس میں مبہم راوی ہے۔

❁ زہری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَرِهَ أَنْ يُقْضٰى رَمَضَانُ فِي الْعَشْرِ .

''آپ رحمہ اللہ عشرہ ذوالحجہ میں رمضان کی قضا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف عبد الرزاق : 7710)

سند ضعیف ہے، عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

❀ ہشام بن حسان رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَرِهَ قَضَاءَ رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ .

''آپ رحمہ اللہ عشرہ ذوالحجہ میں رمضان کی قضا کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنف عبد الرزاق : 7711)

سند ضعیف ہے، عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ عشرہ ذوالحجہ کے روزوں کے متعلق منسوب قول ہے:

لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ .

''اس وقت تک عشرہ ذوالحجہ کے روزے رکھنا درست نہیں، جب تک رمضان کی قضا نہ دے دے۔''

(صحيح البخاري معلَّقًا، قبل الحديث : 1950)

① ان الفاظ کے ساتھ یہ قول بے سند ہے۔

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے قول کے تحت فرماتے ہیں:

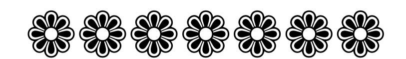
ظَاهِرُ قَوْلِهٖ جَوَازُ التَّطَوُّعِ بِالصَّوْمِ لِمَنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا أَنَّ الْأَوْلٰى لَهٗ أَنْ يَصُومَ الدَّيْنَ أَوَّلًا لِقَوْلِهٖ : لَا يَصْلُحُ فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِي الْإِرْشَادِ إِلَى الْبُدَاءَةِ بِالْأَهَمِّ وَالْآكَدِ .

''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے قول کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جس کے رمضان کے روزے رہتے ہوں، اس کے لیے نفلی روزے رکھنا جائز ہے، البتہ بہتر یہی ہے

کہ پہلے رمضان کے روزے رکھے، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے «لَا يَصْلُحُ» کہا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ اہم اور اکد سے ابتدا کی راہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔''

(فتح الباري : 4/189)

یہ کہنا کہ رمضان کی قضا دیے بغیر نفلی روزے نہیں رکھے جا سکتے، بے دلیل ہے۔



قربانی مشروع ہے

اہل سنت والجماعت کے ہاں قربانی مشروع ہے۔قربانی میں مخصوص دن کومخصوص عمر کے جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے اوراس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود قربانی کی،صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین قربانی کرتے رہے۔

نیز قربانی کے استحباب ومشروعیت پر کتاب وسنت اورامت کا اجماع دلیل ہے۔ یہ اسلام کا شعار اور اللہ کریم کے شکر کا نرالہ انداز بھی ہے۔قربانی اللہ کا حق ہے اوراس کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔

جولوگ قربانی کی اہانت کرتے ہوئے اس کو ترک کردیتے ہیں،وہ گناہ گار ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾(الحج : ٣٤)

’’ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی ہے،تاکہ وہ ان کوعطا کردہ چوپاؤں پراللہ کا نام ذکر کریں۔‘‘

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلٰى صِفَاحِهِمَا، يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ.

''رسول اللہ ﷺ نے دو سفید وسیاہ رنگ کے مینڈھے قربان کیے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا قدم مبارک ان کی گردنوں پر رکھا، اللہ کا نام لیا تکبیر کہی اور ان کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 5558، صحيح مسلم : 1966)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ .

''مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔''

(الشّرح الكبير : 530/3)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يُضَحّٰى بِهٖ بِإِجْمَاعٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ الْأَزْوَاجُ الثَّمَانِيَةُ وَهِيَ الضَّأْنُ وَالْمَعِزُ وَالْإِبِلُ وَالْبَقَرُ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ چار قسم کے جوڑوں کی قربانی ہو گی، بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 188/23)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحَايَا لَا يَجُوزُ ذِبْحُهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ .

''اجماع ہے کہ دس ذوالحجہ کے طلوع فجر سے پہلے قربانیاں ذبح کرنا جائز نہیں۔''

(الإجماع، ص 78)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ أَصْلَ مَشْرُوعِيَّتِهِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ يَكْفُرُ .

''جس عمل کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو، اس کا سرے سے انکار کر دے، تو کافر ہو جائے گا۔''

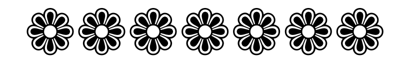
(فتاویٰ شامی : 314/6)

❁ نیز نقل کرتے ہیں:

لَوْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْوِتْرِ وَأَصْلَ الْأُضْحِيَّةِ كَفَرَ .

''اگر کوئی شخص وتر اور قربانی کی مشروعیت کا انکار کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی:314/6)



اِشعار سنت ہے

ہدی (منیٰ میں قربانی) کے لیے اونٹ کو داہنی جانب جو زخم لگایا جاتا تھا، اسے ''اشعار'' کہتے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِي صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، وَسَلَتَ الدَّمَ، وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ.

''رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مقام پر ادا کی، پھر اپنی اونٹنی منگوائی، اس کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کیا اور خون کو آس پاس لگا دیا اور اس کے گلے میں دو جوتے لٹکا دیئے، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب وہ سواری آپ ﷺ کو لے کر بیداء پر چڑھ گئی، تو آپ ﷺ نے حج کا تلبیہ پڑھا۔''

(صحیح مسلم: 1243)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، يَرَوْنَ الْإِشْعَارَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ،

وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ .

''اسی پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دوسرے اہل علم کا عمل ہے، وہ اشعار کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 906)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے بٹے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قلادے پہنائے، اشعار کیا اور ہدی کے لیے روانہ کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6961، صحيح مسلم : 1321)

واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اشعار، جو کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، کو مثلہ کہتے ہیں، یعنی امام صاحب اُسے جائز نہیں سمجھتے۔ بعض الناس نے امام صاحب کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ جب لوگوں نے اشعار میں مبالغہ کیا، تو اس وقت امام صاحب نے مثلہ کہا ہے۔

لیکن یہ تاویل بلا دلیل ہے، اہل علم نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا ردّ کیا ہے۔ ائمہ دین، محدثین کرام اور علمائے عظام رحمہم اللہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْكَرَ الْإِشْعَارَ غَيْرَ أَبِي حَنِيفَةَ

وَخَالَفَهُ صَاحِبَاهُ وَقَالَا فِي ذٰلِكَ بِقَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

''میں نہیں جانتا کہ کسی اہل علم نے اشعار کا انکار کیا ہو، سوائے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، جبکہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے اِن کی مخالفت کی ہے، دونوں شاگرد اس حوالے سے دیگر اہل علم کے موافق بات کرتے ہیں۔''

(مَعالم السّنن: 153/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ اسْتِحْبَابُ الْإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ فِي الْهَدَايَا مِنَ الْإِبِلِ وَبِهٰذَا قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: الْإِشْعَارُ بِدْعَةٌ لِأَنَّهُ مُثْلَةٌ وَهٰذَا يُخَالِفُ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ الْمَشْهُورَةَ فِي الْإِشْعَارِ وَأَمَّا قَوْلُهُ: إِنَّهُ مُثْلَةٌ، فَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَلْ هٰذَا كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَالْخِتَانِ وَالْكَيِّ وَالْوَسْمِ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ اشعار اور ہدی والے اونٹوں کے گلے میں ہار پہننا مستحب ہے۔ سلف وخلف کے جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اشعار بدعت ہے، کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ ان کا یہ قول اشعار کے بارے میں بہت سی صحیح اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ رہا ان کا اشعار کو مثلہ کہنا، تو یہ درست نہیں، کیونکہ اشعار ایسے ہی ہے، جیسے فصد، سنگی، داغ دینا اور نشان لگانا ہوتا ہے۔''

(شرح مسلم: 228/8)

❀ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (١٩٧ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَنْظُرُوا إِلٰى قَوْلِ أَهْلِ الرَّأْيِ فِي هٰذَا، فَإِنَّ الْإِشْعَارَ سُنَّةٌ، وَقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ .

''اس بارے میں اہل رائے کے قول کو مت دیکھیں۔اشعار سنت ہے،جبکہ ان کا قول خود بدعت ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 906، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوسائب سلم بن جنادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ وَكِيعٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ : أَشْعَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ : هُوَ مُثْلَةٌ؟ قَالَ الرَّجُلُ : فَإِنَّهٗ قَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ : الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ، قَالَ : فَرَأَيْتُ وَكِيعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ : أَقُولُ لَكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ، مَا أَحَقَّكَ بِأَنْ تُحْبَسَ، ثُمَّ لَا تَخْرُجَ حَتّٰى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هٰذَا .

''ہم امام وکیع رحمہ اللہ کے پاس تھے۔انہوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی،جو کہ رائے میں دلچسپی رکھتا تھا، سے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے،جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ مثلہ ہے! آدمی کہنے لگا: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اشعار کو مثلہ کہا ہے۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام وکیع رحمہ اللہ سخت غصہ میں آ گئے اور فرمانے لگے:

میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس طرح کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو قید کر لیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے، تاوقتیکہ آپ اپنے اس قول سے باز آ جائیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 906، وسندهٗ صحيحٌ)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ اہل سنت کے بہت بڑے امام وکیع رحمہ اللہ کس قدر اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار ہیں؟ حدیثِ رسول کے خلاف کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حدیث کے خلاف رائے پیش کرنے والوں پر شدید غصہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسا ہی جذبہ صادقہ نصیب فرمائے، آمین!

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ فِي شَقِّ السَّنَامِ الْأَيْمَنِ وَسَلْتِ الدَّمِ عَنْهَا، ضِدَّ قَوْلِ مِنْ زَعَمَ أَنَّ إِشْعَارَ الْبُدْنِ مُثْلَةٌ، فَسَمّٰى سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثْلَةً بِجَهْلِهٖ.

''قربانی کے اونٹوں کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کرنے اور خون کو لتھڑنے کا بیان، اس شخص کے ردّ میں جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اونٹوں کو اشعار کرنا مثلہ ہے، اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے نبی ﷺ کی سنت کا نام مثلہ رکھ دیا ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث: 2575)

❀ حافظ ابنِ عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحُكْمُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ إِلَّا التَّوَهُّمُ وَالظَّنُّ وَلَا تُتْرَكُ السُّنَنُ بِالظُّنُونِ.

''(امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے) اس قول پر کوئی دلیل نہیں، سوائے وہم اور ظن

وتخمین کے، جبکہ سنتیں ظن وتخمین کی بنا پرنہیں چھوڑی جاسکتیں۔''

(الاستذکار : 264/4)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اشعار کو مکروہ سمجھتا ہوں، یہ تو مثلہ ہے، لیکن یہ کسی عالم کی ہفوات میں سے ہے کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اسے وہ مثلہ قرار دے۔ ہر اس عقل پر افسوس ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر گرفت کرتی ہے۔ ایسی عقل پر یہ لازم آتا ہے کہ اس کے نزدیک سنگی لگوانا، فصد کھولنا وغیرہ بھی مثلہ ہو اور وہ اس سے بھی رک جائے، نیز اس کے نزدیک ناک کاٹنے، دانت اکھیڑنے، کان کاٹنے وغیرہ کا قصاص لینا بھی مثلہ ہو اور چور اور فسادی آدمی کا ہاتھ کاٹنا بھی مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا بھی مثلہ ہو، زمین میں فساد کرنے والے کو سولی دینا بھی مثلہ ہو۔ دراصل مثلہ تو اس نے کیا ہے، جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے فعلِ مبارک پر تنقید تک پہنچا دیا ہے، یہ وہ شخص ہے، جس نے اپنے نفس کا مثلہ کیا ہے۔ حالانکہ اشعار حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اور مثلہ سے ممانعت اس سے کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ مثلہ نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا ایسا قول ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں، نہ ہی ان کے ہم زمانہ فقہائے کرام میں سے کسی نے ان کی موافقت کی ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تقلید کی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ ہم فتنہ (تقلید) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(المُحلّٰی : 7/111-112)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

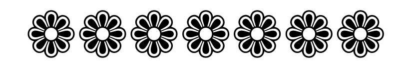
رَدُّ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ الْمُحْكَمَةِ فِي إِشْعَارِ الْهَدْيِ، بِأَنَّهَا خِلَافُ الْأُصُولِ؛ إِذِ الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ، وَلَعَمْرُ اللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ السُّنَّةَ خِلَافُ الْأُصُولِ الْبَاطِلَةِ، وَمَا ضَرَّهَا ذٰلِكَ شَيْئًا، وَالْمُثْلَةُ الْمُحَرَّمَةُ هِيَ الْعُدْوَانُ الَّذِي لَا يَكُونُ عُقُوبَةً وَلَا تَعْظِيمًا لِشَعَائِرِ اللّٰهِ؛ فَأَمَّا شَقُّ صَفْحَةِ سَنَامِ الْبَعِيرِ الْمُسْتَحَبُّ أَوْ الْوَاجِبُ ذَبْحُهُ لِيَسِيلَ دَمُهُ قَلِيلًا فَيَظْهَرَ شِعَارُ الْإِسْلَامِ وَإِقَامَةُ هٰذِهِ السُّنَّةِ الَّتِي هِيَ مِنْ أَحَبِّ الْأَشْيَاءِ إِلَى اللّٰهِ فَعَلٰى وَفْقِ الْأُصُولِ، وَأَيُّ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ حَرَّمَ ذٰلِكَ حَتّٰى يَكُونَ خِلَافًا لِلْأُصُولِ؟ وَقِيَاسُ الْإِشْعَارِ عَلَى الْمُثْلَةِ الْمُحَرَّمَةِ مِنْ أَفْسَدِ قِيَاسٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ؛ فَإِنَّهُ قِيَاسُ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَيَرْضَاهُ عَلٰى مَا يَبْغُضُهُ وَيَسْخَطُهُ وَيَنْهٰى عَنْهُ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي حِكْمَةِ الْإِشْعَارِ إِلَّا تَعْظِيمُ شَعَائِرِ اللّٰهِ وَإِظْهَارُهَا وَعِلْمُ النَّاسِ بِأَنَّ هٰذِهِ قَرَابِينُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ تُسَاقُ إِلٰى بَيْتِهِ تُذْبَحُ لَهُ وَيُتَقَرَّبُ بِهَا إِلَيْهِ عِنْدَ بَيْتِهِ كَمَا يُتَقَرَّبُ إِلَيْهِ بِالصَّلَاةِ إِلٰى بَيْتِهِ عَكْسَ مَا عَلَيْهِ أَعْدَاؤُهُ الْمُشْرِكُونَ الَّذِينَ يَذْبَحُونَ لِأَرْبَابِهِمْ وَيُصَلُّونَ لَهَا؛ فَشَرَعَ لِأَوْلِيَائِهِ وَأَهْلِ تَوْحِيدِهِ أَنْ يَكُونَ نُسُكُهُمْ وَصَلَاتُهُمْ

لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَأَنْ يُظْهِرُوا شَعَائِرَ تَوْحِيدِهِ غَايَةَ الْإِظْهَارِ لِيُعْلُوا دِينَهٗ عَلٰى كُلِّ دِينٍ؛ فَهٰذِهِ هِيَ الْأُصُولُ الصَّحِيحَةُ الَّتِي جَاءَتِ السُّنَّةُ بِالْإِشْعَارِ عَلٰى وَفْقِهَا، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

''ہدی کو اشعار کرنے کے متعلق صحیح صریح اور محکم سنت کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ اُصول کے خلاف ہے، کہ اشعار مثلہ ہے۔ اللہ کی قسم! یہ سنت باطل اُصولوں کے خلاف ہے، جو سنت کے لیے نقصان دہ نہیں۔ جبکہ حرام مثلہ ایسی زیادتی والا عمل ہے، جو اللہ تعالیٰ شعائر کی نہ سزا ہو سکتی ہے اور نہ تعظیم۔ رہا اونٹ کی کوہان کو شق کرنا، جو کہ مستحب یا واجب ہے، تا کہ اس سے معمولی خون نکلے، تو یہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ اس سنت کا قیام جو کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ترین اُمور میں سے ہے، بالکل اُصول (شرعیہ) کے موافق ہے۔ قرآن کی کس آیت نے یا کس حدیث نے اشعار کو حرام کیا، کہ جو یہ اُصول کے خلاف ہو گیا؟ اشعار کو حرام مثلہ پر قیاس کرنا، دنیا کا فاسد ترین قیاس ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ چیز کو اللہ کی مبغوض، مغضوب اور ممنوع پر قیاس کرنا ہے۔ اگر اشعار کی صرف یہی حکمت ہوتی کہ یہ شعائر الٰہیہ کی تعظیم اور اظہار ہے، یہ لوگوں کے لیے ایک طرح علامت ہوتی ہے کہ یہ جانور بیت اللہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے لیے قربان ہونے جا رہا ہے، جس طرح بیت اللہ میں اس کے تقرب کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے، اس کے برعکس اللہ کے دشمن یعنی مشرکین اپنے خداؤں کے لیے ذبح کرتے ہیں اور ان کے لیے نماز پڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا اور موحدین کے لیے یہ مشروع کر دیا کہ ان کی قربانیاں اور

نمازیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور مؤحدین شعائرِ توحید کا خوب اظہار کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین ہر دین پر غالب کر دیں۔ تو یہ وہ صحیح اُصول ہے، جس کے موافق سنت نے اشعار کو مشروع کیا ہے، وللہ الحمد!''

(إعلام المؤقعين : 255/2)



حالت احرام میں نکاح جائز نہیں

جمہور اہل علم کے نزدیک حالت احرام میں نکاح ناجائز اور باطل ہے۔ اسی طرح حالت احرام میں کسی کے نکاح میں ولی یا وکیل بھی نہیں بنا جا سکتا، منگنی بھی نہیں کی جا سکتی۔

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكَحُ، وَلَا يَخْطُبُ .

''کوئی شخص حالت احرام میں نہ خود نکاح کر سکتا ہے، نہ اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ منگنی کر سکتا ہے۔'' (صحيح مسلم : 1409)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى نَفْسِهٖ، وَلَا عَلٰى غَيْرِهٖ .

''کوئی شخص حالت احرام میں نکاح نہیں کر سکتا، نہ اپنی منگنی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی منگنی پر منگنی کر سکتا ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :349/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُحْرِمُ لَا يُزَوِّجُ وَلَا يَتَزَوَّجُ .

''محرم نہ کسی کا نکاح کروا سکتا ہے اور نہ اپنا کر سکتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12978، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قدامہ بن موسیٰ رحمہ اللہ (۱۵۳ھ) فرماتے ہیں:

زَوَّجَنِي أَهْلِي وَأَنَا مُحْرِمٌ، فَأَرْسَلْنَا إِلٰى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ : الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ .

”میرے گھر والوں نے میری شادی کر دی، جبکہ میں حالت احرام میں تھا، تو ہم نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کو سوال بھیجا، انہوں نے فرمایا: محرم آدمی نہ خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی کا نکاح کروا سکتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12976، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

بِهٖ يَقُولُ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، لَا يَرَوْنَ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرِمُ، قَالُوا : فَإِنْ نَكَحَ فَنِكَاحُهٗ بَاطِلٌ .

”امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، ان کے نزدیک محرم شادی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ (حالت احرام میں) نکاح کر لے، تو نکاح باطل ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 840)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا نکاح سے مراد ازدواجی تعلقات قائم کرنا ہے، جبکہ فہم سلف اس تاویل کی تائید نہیں کرتا۔ نکاح کا شرعی اطلاق عقد پر ہوتا ہے، لغوی اعتبار سے وطی پر ہوتا ہے۔ جب کسی لفظ کے شرعی اور لغوی معنی میں اختلاف ہو، تو شرعی معنی ہی اختیار کیا جائے گا اور لغوی معنی بغیر دلیل کے نہیں لیا جا سکتا۔ نیز ”تزوج“ کے الفاظ بھی آئے ہیں، اہل علم نے اس سے مراد نکاح لیا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ» بِفَتْحِ الْيَاءِ أَيْ لَا يُزَوِّجُ، وَفِي قَوْلِهٖ : «وَلَا يُنْكِحُ» بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الْكَافِ أَيْ لَا يُزَوِّجُ غَيْرَهٗ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰی يُؤْمِنُوا﴾ .

''فرمان نبوی: ''محرم آدمی نکاح نہیں کرسکتا۔'' سے مراد ہے کہ اپنا نکاح نہیں کر سکتا اور فرمان نبوی: ''نکاح نہیں کروا سکتا۔'' کا معنی ہے کہ کسی دوسرے کا نکاح نہیں کروا سکتا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰی يُؤْمِنُوا﴾ ''مشرکوں کے ساتھ (مومن بچیوں) کا نکاح نہ کرواؤ، تا آنکہ وہ ایمان لے آئیں۔'' (التّنبیه علی مُشكِلات الهِداية : 3/1191)

میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلرِّوَايَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ مَيْمُونَةَ بِعَيْنِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلال تھے۔ یہ حدیث خود سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے متواتر مروی ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 3/152)

❀ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلال تھے۔''

(صحيح مسلم : 1411)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِسَرِفَ، وَهُمَا حَلَالَانِ، بَعْدَمَا رَجَعَا مِنْ مَكَّةَ.

''رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے واپسی پر ''سرف'' مقام پر میرے ساتھ نکاح کیا، اس وقت ہم دونوں حلال تھے۔''

(صحيح ابن حبان: 4138، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

''نبی کریم ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت آپ ﷺ محرم تھے۔''

(صحيح البخاري: 1837، صحيح مسلم: 1410)

سیدہ میمونہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث بظاہر معارض ہیں، ان میں جمع و تطبیق دی جائے گی یا دونوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہوگی۔ راجح مرجوح کی صورت میں یقیناً سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی، کیونکہ نکاح انہی سے ہوا تھا، اس لیے وہ بخوبی جانتی تھیں کہ نکاح کے وقت نبی کریم ﷺ حالت احرام میں تھے یا حلال تھے؟ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔

ان احادیث میں جمع و توفیق کی صورت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو اس وقت آپ ﷺ حلال تھے، جیسا کہ صاحب معاملہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا خود خبر دے رہی ہیں۔

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ

نکاح حرمت والے مہینے ''ذوالقعدہ'' میں کیا، اس لیے ''محرم'' کا لفظ بولا گیا۔ لغت عرب میں بالاتفاق اس کا استعمال جائز ہے۔

مشہور لغوی، علامہ ابن منظور رحمہ اللہ (۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَحْرَمَ الْقومُ إِذَا دَخَلُوا فِي الشَّهْرِ الْحَرامِ.

''«أَحْرَمَ الْقومُ» اس وقت کہا جاتا ہے، جب لوگ حرمت والے مہینے میں داخل ہو جائیں۔'' (لِسان العَرَب: 124/12)

اس پر دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ سے نکاح عمرۃ قضاء کے سفر میں کیا، یہ عمرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۷ھ ماہِ ذوالقعدہ میں ادا کیا، جو کہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے۔ اس مناسبت سے ''محرم'' کا لفظ بولا گیا، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح احرام کی حالت میں نہیں کیا، بلکہ حرمت والے مہینے میں کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح عمرہ قضا کے سفر میں کیا۔''

(صحيح البخاري: 4259)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) وغیرہ نے یہ معنی بھی کیا ہے:

تَأْوِيلُ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى أَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا فِي الْحَرَمِ وَهُوَ حَلَالٌ وَيُقَالُ لِمَنْ هُوَ فِي الْحَرَمِ مُحْرِمٌ وَإِنْ كَانَ حَلَالًا وَهِيَ لُغَةٌ شَائِعَةٌ مَعْرُوفَةٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے حرم میں نکاح کیا ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلال تھے۔ جو شخص حرم میں ہو، اسے ''محرم'' کہا جا سکتا ہے، اگرچہ وہ حلال ہی ہو۔ یہ لغت عرب میں معروف اور شائع ہے۔'' (شرح مسلم: 194/9)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ سے نکاح کیا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے۔''

(صحيح ابن حبان: 4132)

سند ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم کا عنعنہ ہے۔ نیز یہ روایت مرسل بھی مروی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے۔''

(سنن الدّارقطني: 3662)

سند ضعیف ہے۔ خالد بن عبد الرحمٰن خراسانی کا وہم ہے۔ اس کی متابعت عبداللہ بن محمد بن مغیرہ نے کی ہے، وہ ضعیف و متروک ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرِمُ.

''آپ رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: 273/2)

سند ضعیف ہے۔

① اعمش کا عنعنہ ہے۔

② امام نخعی ''مدلس'' ہیں۔ (طبقات المدلسین : ۲۸)، سماع کی صراحت نہیں کی۔ نیز یہ سند سخت ''منقطع'' ہے، کیونکہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو ہوئی، جبکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۳۷ ہجری کو پیدا ہوئے۔

❁ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ فَقَالَ : وَمَا بَأْسٌ بِهٖ، هَلْ هُوَ إِلَّا كَالْبَيْعِ .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا، فرمایا : اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو بیع کی طرح ہے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 273/2)

سند ضعیف ہے، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر ثقفی مجہول ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۱۶۶/۹) نے اس کی سند کو ''قوی'' قرار دیا ہے، ممکن ہے کہ حافظ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن محمد بن ابی بکر ثقفی کو قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بھائی مدنی سمجھ لیا ہو۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرِمَانِ .

''آپ رضی اللہ عنہ حالت احرام میں شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 273/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَتَزَوَّجُ لَا أَرٰى بِهٖ بَأْسًا .

''محرم شادی کرسکتا ہے، میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12963، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِهٖ . ''حالت احرام میں شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12962، وسندهٔ صحيحٌ)

یہ مؤقف احادیث نبویہ اور جمہور اہل علم کے موافق نہیں۔

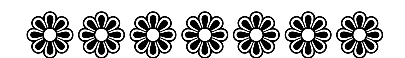
تنبیہ:

جو لوگ حالت احرام میں نکاح جائز قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک قولی اور فعلی حدیث میں تعارض ہو، تو قولی حدیث کو مقدم سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ نماز قصر کے حوالے سے قولی حدیث لے لی اور فعلی حدیث ترک کر دی۔ اس کے برعکس یہاں فعلی حدیث، جس کے معنی میں ہی اختلاف ہے، کو اختیار کر لیا اور قولی حدیث، جس کا معنی واضح ہے، کو چھوڑ دیا، نیز صاحب قصہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بات کو بھی ترک کر دیا۔

یہاں اگر قولی حدیث لیتے، تو مذہب جاتا اور اگر فعلی حدیث کو لیتے، تو اُصول جاتا۔

فائدہ:

احرام باندھنے سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی، یا حالت احرام میں طلاق دی، تو احرام کی حالت میں رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ طلاق رجعی سے رشتہ ازدواج ختم نہیں ہوتا۔



باب سادس

حلال وحرام

کیا گھوڑا حلال ہے؟

گھوڑا حلال ہے۔اس کا گوشت پاک ہے۔

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

لَحْمُهٗ طَاهِرٌ بِالِاتِّفَاقِ .

''گھوڑے کا گوشت بالاتفاق پاک ہے۔''

(مِنحة السّلوك، ص 386)

۞ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نَحَرْنَا فَرَسًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَاهُ .

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔''

(صحيح البخاري : 5519، صحيح مسلم : 1942)

۞ سنن نسائی (۴۴۲۶، وسندہ صحیح) میں ہے:

نَحْنُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَكَلْنَاهُ .

''ہم اس وقت مدینہ میں تھے، ہم نے اسے کھایا۔''

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ أَدَلُّ وَأَقْوٰى وَأَثْبَتُ، وَإِلٰى ذٰلِكَ صَارَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ؛ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَأَصْحَابُهُمْ، وَأَكْثَرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ .

''یہ حدیث زیادہ بہتر دلیل، زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے، جمہور اہل علم جیسے

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم اسی طرف گئے ہیں اور اکثر سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 34/4)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَأَذِنَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت (کھانے) کی اجازت دی۔“

(صحيح البخاري : 4219، صحيح مسلم :1941، المنتقى لابن الجارود : 885)

❁ علامہ سندھی حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى حِلِّ لُحُومِ الْخَيْلِ، وَعَلَيْهِ الْجُمْهُورُ .

”یہ حدیث گھوڑے کے حلال ہونے پر دلالت کرتی ہے، جمہور کا یہی مذہب ہے۔“

(حاشية السندى على سنن النّسائي : 201/7)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَصْحَابَ الْمَسْجِدِ أَصْحَابَ ابْنِ الزُّبَيْرِ يَأْكُلُونَ الْفَرَسَ، وَالْبِرْذَوْنَ قَالَ : وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ : أَكَلْنَا زَمَنَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ، وَحَمِيرَ الْوَحْشِ، وَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ .

”میں نے اس مسجد والوں، یعنی (صحابیٔ رسول) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ عربی اور عجمی گھوڑا کھاتے تھے، نیز مجھے ابوالزبیر نے بتایا کہ انہوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم خیبر کے زمانے میں گھوڑے اور وحشی (جنگلی) گدھے کھاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھریلو گدھے کھانے سے منع فرمایا تھا۔''

(مصنّف عبد الرزاق : 8737، صحيح مسلم :1941، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلُحُومِ الْخَيْلِ أَنْ تُؤْكَلَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم فرمایا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 12820، سنن الدارقطني :290/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''قوی'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 650/9)

❀ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

كَانَ لَنَا فَرَسٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَتْ أَنْ تَمُوتَ فَذَبَحْنَاهَا فَأَكَلْنَاهَا .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہمارا ایک گھوڑا تھا، وہ مرنے لگا، تو ہم نے اسے ذبح کرلیا، پھر اسے کھالیا۔''

(سنن الدّارقطني : 4784، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نیز سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں:

ذَبَحْنَا فَرَسًا عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ بَيْتِهٖ .

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑا ذبح کیا، پھر ہم نے بھی اسے کھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے بھی۔''

(سنن الدّارقطني : 4786، وسندہٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْأَسْوَدَ أَكَلَ لَحْمَ فَرَسٍ .

''اسود بن یزید رحمہ اللہ نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 256/8، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ شُرَيْحًا أَكَلَ لَحْمَ فَرَسٍ .

''امام شریح رحمہ اللہ نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 256/8، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ فَلَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا .

''میں نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 257/8، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِلَحْمِ الْفَرَسِ .

''گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 257/8، وسندهٗ صحيحٌ)

ان صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہوا کہ گھوڑا حلال ہے۔

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذِهِ الْآثَارِ، فَأَجَازُوا أَكْلَ لُحُومِ الْخَيْلِ وَمِمَّنْ ذَهَبَ إِلٰى ذٰلِكَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَاحْتَجُّوا بِذٰلِكَ بِتَوَاتُرِ الْآثَارِ فِي ذٰلِكَ وَتَظَاهُرِهَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ مَأْخُوذًا مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ لَمَا كَانَ بَيْنَ الْخَيْلِ الْأَهْلِيَّةِ وَالْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَرْقٌ، وَلٰكِنَّ الْآثَارَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَحَّتْ وَتَوَاتَرَتْ أَوْلٰى أَنْ يُقَالَ بِهَا مِنَ النَّظَرِ، وَلَا سِيَّمَا إِذْ قَدْ أَخْبَرَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي حَدِيثِهٖ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاحَ لَهُمْ لُحُومَ الْخَيْلِ فِي وَقْتِ مَنْعِهٖ إِيَّاهُمْ مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلَى اخْتِلَافِ حُكْمِ لُحُومِهِمَا .

''ایک گروہ کا مذہب ان آثار کے مطابق ہے، لہٰذا انہوں نے گھوڑے کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے، ان اہل علم میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد بن

حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی ہیں، ان لوگوں نے ان احادیث کے متواتر ومتظاہر ہونے کی وجہ سے (گھوڑے کی حلت پر) استدلال کیا ہے، اگر یہ معاملہ عقل وقیاس سے طے کیا گیا ہوتا، تو گھریلو گھوڑوں اور گھریلو گدھوں میں کوئی فرق نہ ہوتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جب صحیح ثابت ہو جائیں اور تواتر کو پہنچ جائیں، تو قیاس کرنے سے ان پر عمل کرنا اولیٰ ہے، خصوصاً جب سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث میں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے گھوڑے کے گوشت کو اسی وقت حلال قرار دیا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت سے منع کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کے گوشت میں فرق ہے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 4/210)

معارض دلائل کا جائزہ:

گھوڑے کی حرمت یا کراہت پر دلائل کا جائزہ ملاحظہ ہو۔

دلیل نمبر ①:

❁ (۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا﴾ (النحل: ۸) کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ لِلرُّكُوبِ.

''یہ سواری کے لیے ہیں۔''

اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا

تَأْكُلُونَ﴾(النحل:۵)کے بارے میں فرمایا:

هٰذِهٖ لِلْأَكْلِ .

''یہ کھانے کے لیے ہیں۔''

(تفسير الطّبري : 173/17)

قول سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن حمید رازی ''ضعیف وکذاب'' ہے۔

② ابواسحاق سبیعی مدلس اور مختلط ہے۔

③ رجل مبہم ہے۔

(ب) تفسیر طبری (۱۷۳/۱۷) کی سند بھی ضعیف ہے، یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

(ج) اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(تفسير الطّبري : 173/17)

یہ سند ضعیف ہے۔

① سفیان بن وکیع ''ضعیف'' ہے۔

② محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

(د) تفسیر طبری (۱۷۳/۱۷) میں ایک سند ہے۔

یہ سند بھی ضعیف ہے۔

① قیس بن ربیع ''ضعیف'' ہے۔

② محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول تمام سندوں سے ضعیف ہے۔

فوائد مہمہ:

فائدہ نمبر ①:

حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہے، اس پر آیت کریمہ (سورت نحل: ۸) پیش کی۔

(تفسير الطّبري: 173/17، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ نمبر ②:

مجاہد رحمہ اللہ سے گھوڑے کے گوشت کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ رحمہ اللہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی، گویا آپ رحمہ اللہ نے اس کے گوشت کو مکروہ خیال کیا۔

(مُصنّف ابن أبي شيبة: 259/8، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ نمبر ③:

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ أَنَّهَا لَا تُؤْكَلُ.

''سب سے بہترین بات جو میں نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے بارے میں سنی ہے کہ انہیں کھایا نہیں جائے گا۔'' پھر آپ رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی۔

(مشكل الآثار للطّحاوي: 8/74-75، وسندهٗ صحيحٌ)

لیکن اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کا حرام ہونا یا مکروہ ہونا محل نظر ہے۔

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي ذٰلِكَ عِنْدَنَا مَا قَالَهٗ أَهْلُ الْقَوْلِ الثَّانِي ...... وَفِي إِجْمَا عِ الْجَمِيعِ عَلٰى أَنَّ رُكُوبَ مَا قَالَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : ﴿وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾(النّحل : ٥) جَائِزٌ حَلَالٌ غَيْرُ حَرَامٍ، دَلِيلٌ وَاضِحٌ عَلٰى أَنَّ أَكْلَ مَا قَالَ : ﴿لِتَرْكَبُوهَا﴾(النّحل : ٨) جَائِزٌ حَلَالٌ غَيْرُ حَرَامٍ، إِلَّا بِمَا نُصَّ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ أَوْ وُضِعَ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ دَلَالَةٌ مِنْ كِتَابٍ أَوْ وَحْيٍ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا بِهٰذِهِ الْآيَةِ فَلَا يَحْرُمُ أَكْلُ شَيْءٍ، وَقَدْ وَضَعَ الدَّلَالَةَ عَلٰى تَحْرِيمِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ بِوَحْيِهٖ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَى الْبِغَالِ بِمَا قَدْ بَيَّنَّا فِي كِتَابِنَا كِتَابِ الْأَطْعِمَةِ بِمَا أَغْنٰى عَنْ إِعَادَتِهٖ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ، إِذْ لَمْ يَكُنْ هٰذَا الْمَوْضِعُ مِنْ مَوَاضِعِ الْبَيَانِ عَنْ تَحْرِيمِ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا ذَكَرْنَا مَا ذَكَرْنَا لِيَدُلَّ عَلٰى أَنَّهٗ لَا وَجْهَ لِقَوْلِ مَنِ اسْتَدَلَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ عَلٰى تَحْرِيمِ لَحْمِ الْفَرَسِ .

''اس بارے میں ہمارے نزدیک دوسرے قول والوں کی بات درست ہے (یعنی گھوڑا حلال ہے)......اس لیے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان پر سواری کرنا جائز ہے، حرام نہیں، یہ واضح دلیل ہے کہ جن جانوروں کو سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ان کو کھانا بھی حلال و جائز ہے، سوائے ان چیزوں کے، جن کی حرمت پر کتاب وسنت

میں نص قائم کر دی گئی ہو۔ رہی یہ آیت کریمہ، تو اس سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ گھریلو گدھوں اور خچروں کی حرمت پر دلالت وحی رسول ﷺ کے ذریعے کر دی گئی ہے، جس کی وضاحت ہم اپنی کتاب، کتاب الاطعمہ میں کر چکے ہیں، جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ مقام اس کی حرمت بیان کرنے کا نہیں۔ یہ باتیں جو ہم نے کی ہیں، وہ صرف یہ بتانے کے لیے کی ہیں کہ گھوڑے کی حرمت پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔''

(تفسير الطّبري : 17/173)

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ النَّظَرُ وَالْخَبَرُ جَوَازُ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ، وَأَنَّ الْآيَةَ وَالْحَدِيثَ لَا حُجَّةَ فِيهِمَا لَازِمَةً، أَمَّا الْآيَةُ فَلَا دَلِيلَ فِيهَا عَلٰى تَحْرِيمِ الْخَيْلِ، إِذْ لَوْ دَلَّتْ عَلَيْهِ لَدَلَّتْ عَلٰى تَحْرِيمِ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَالسُّورَةُ مَكِّيَّةٌ، وَأَيُّ حَاجَةٍ كَانَتْ إِلٰى تَجْدِيدِ تَحْرِيمِ لُحُومِ الْحُمُرِ عَامَ خَيْبَرَ وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْأَخْبَارِ تَحْلِيلُ الْخَيْلِ عَلٰى مَا يَأْتِي، وَأَيْضًا لَمَّا ذَكَرَ تَعَالَى الْأَنْعَامَ ذَكَرَ الْأَغْلَبَ مِنْ مَنَافِعِهَا وَأَهَمَّ مَا فِيهَا، وَهُوَ حَمْلُ الْأَثْقَالِ وَالْأَكْلُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الرُّكُوبَ وَلَا الْحَرْثَ بِهَا وَلَا غَيْرَ ذٰلِكَ مُصَرَّحًا بِهِ، وَقَدْ تُرْكَبُ وَيُحْرَثُ بِهَا، قَالَ اللّٰهُ

تَعَالٰى : ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعامَ لِتَرْكَبُوا مِنْها وَمِنْها تَأْكُلُونَ﴾ وَقَالَ فِي الْخَيْلِ : ﴿لِتَرْكَبُوها وَزِينَةً﴾ فَذَكَرَ أَيْضًا أَغْلَبَ مَنَافِعِهَا وَالْمَقْصُودُ مِنْهَا، وَلَمْ يَذْكُرْ حَمْلَ الْأَثْقَالِ عَلَيْهَا، وَقَدْ تُحْمَلُ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ فَلِذٰلِكَ لَمْ يَذْكُرِ الْأَكْلَ، وَقَدْ بَيَّنَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي جَعَلَ إِلَيْهِ بَيَانَ مَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَا يَأْتِي، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهَا خُلِقَتْ لِلرُّكُوبِ وَالزِّينَةِ أَلَّا تُؤْكَلَ، فَهٰذِهِ الْبَقَرَةُ قَدْ أَنْطَقَهَا خَالِقُهَا الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَالَتْ : إِنَّمَا خُلِقَتْ لِلْحَرْثِ، فَيَلْزَمُ مِنْ عَلَّلَ أَنَّ الْخَيْلَ لَا تُؤْكَلُ لِأَنَّهَا خُلِقَتْ لِلرُّكُوبِ وَأَلَّا تُؤْكَلَ الْبَقَرُ لِأَنَّهَا خُلِقَتْ لِلْحَرْثِ، وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ أَكْلِهَا، فَكَذٰلِكَ الْخَيْلُ بِالسُّنَّةِ الثَّابِتَةِ فِيهَا .

”صحیح بات جس پر عقل ونقل دلیل ہیں، وہ یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے، نیز اس آیت اور حدیث میں (گھوڑے کی حرمت یا کراہت پر) ایسی کوئی دلیل نہیں، رہی آیت تو اس میں دلیل اس لیے نہیں کہ یہ آیت مکی ہے، اگر یہ آیت حرمت پر دلالت کرتی ہوتی، تو خیبر والے سال دوبارہ حرمت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر احادیث میں گھوڑے کی حلت ذکر ہوگئی ہے، جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے فوائد بیان کیے ہیں، تو اہم اور غالب فوائد، یعنی کھانا اور بوجھ اٹھانا، بیان کیے ہیں،

سواری اور ہل چلانے وغیرہ والے فوائد صراحت سے بیان نہیں کیے، حالانکہ ان پر کبھی سواری اور ہل چلانے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
﴿اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ (غافر:۷۹)''اللہ وہ ذات ہے، جس نے تمہارے لیے چوپائے (مویشی) پیدا کیے ، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور کچھ کو تم کھاتے ہو۔'' گھوڑوں کے بارے میں فرمایا: ﴿لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ (النحل:۸)''تاکہ تم ان پر سوار ہو جاؤ اور تاکہ وہ زینت کا سامان ہوں۔'' یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے اہم اور اغلب فوائد ذکر کیے ہیں، بوجھ اٹھانے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ ان پر کبھی بوجھ لادا جاتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے، بالکل اسی طرح اس کو کھانے کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ جن کے ذمہ قرآن کی وضاحت لگائی گئی ہے، انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔گھوڑے کے سواری اور زینت کے لیے پیدا کیے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا گوشت نہ کھایا جائے، یہ گائے ہے، جس کو اس ذات نے گویا کیا تھا، جس نے ہر چیز کو قوتِ گویائی دی ہے اور اس نے بول کر کہا تھا (جیسا کہ حدیث میں بیان ہے) کہ وہ ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔جن علتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑے کو نہیں کھایا جائے گا، ان ہی علتوں سے یہ ثابت ہوگا کہ گائے کو بھی نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ وہ ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہے، حالانکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کو کھانا جائز ہے، اسی طرح گھوڑوں کے بارے میں بھی سنتِ ثابتہ ہے (کہ اس کو کھانا جائز ہے)۔''

(تفسير القُرطبي : 76/10)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

✿ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : الرِّوَايَةُ عَنْ جَابِرٍ بِأَنَّهُمْ أَكَلُوهَا فِي خَيْبَرَ حِكَايَةُ حَالٍ وَقَضِيَّةٌ فِي عَيْنٍ، فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونُوا ذَبَحُوا لِضَرُورَةٍ، وَلَا يُحْتَجُّ بِقَضَايَا الْأَحْوَالِ، قُلْنَا : الرِّوَايَةُ عَنْ جَابِرٍ وَإِخْبَارِهِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَأْكُلُونَ لُحُومَ الْخَيْلِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزِيلُ ذٰلِكَ الِاحْتِمَالَ، وَلَوْ سَلَّمْنَاهُ فَمَعَنَا حَدِيثُ أَسْمَاءَ قَالَتْ : نَحَرْنَا فَرَسًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ فَأَكَلْنَاهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَكُلُّ تَأْوِيلٍ مِنْ غَيْرِ تَرْجِيحٍ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ فَإِنَّمَا هُوَ دَعْوًى، لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ وَلَا يُعَرَّجُ عَلَيْهِ، وَقَدْ رَوَى الدَّارَقُطْنِيُّ زِيَادَةً حَسَنَةً تَرْفَعُ كُلَّ تَأْوِيلٍ فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ : كَانَ لَنَا فَرَسٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَتْ أَنْ تَمُوتَ فَذَبَحْنَاهَا فَأَكَلْنَاهَا، فَذَبْحُهَا إِنَّمَا كَانَ لِخَوْفِ الْمَوْتِ عَلَيْهَا لَا لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَحْوَالِ .

”اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خیبر میں گھوڑے کو کھانے والی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی

حدیث حکایت حال ہے اور ایک خاص واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ صحابہ کرام نے گھوڑے کو ضرورت کی بنا پر ذبح کیا ہو، لہٰذا مخصوص حالات میں پیش آنے والے واقعات سے دلیل نہیں لی جاتی۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اور یہ بیان کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے، اس احتمال کو دور کر دیتا ہے۔ اگر پھر بھی اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے، تو ہمارے پاس سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں مدینہ میں ایک گھوڑا ذبح کیا، پھر اسے کھایا، یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

نص کے مقابلہ میں بغیر کسی وجہ ترجیح کے کی گئی ہر تاویل محض دعویٰ ہے، جس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں ایک خوبصورت زیادت بیان کی ہے، جو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہونے والی ہر تاویل کو ختم کرتی ہے، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہمارا ایک گھوڑا تھا، وہ مرنے لگا، تو ہم نے اسے ذبح کر لیا، پھر ہم نے اسے کھایا، چنانچہ اس کو ذبح کرنا صرف اس کے مرنے کے ڈر سے تھا، کسی اور وجہ سے نہ تھا۔''

(تفسير القُرطبي : 76/10)

دلیل نمبر ②:

❀ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ

الْخَيْلِ، وَالْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے، خچر اور گھریلو گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔''

(مسند الإمام أحمد : 89/4، سنن أبي داوٗد : 3790، سنن ابن ماجه : 3198، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 210/4، المُعجم الكبير للطّبراني : 3822، سنن الدّارقطني : 278/4، التّمهيد لابن عبد البر : 128/10)

روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِمْ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

''محدثین اور دیگر علما کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(شرح مسلم : 96/13، المَجموع : 4/9)

① صالح بن یحییٰ بن مقدام ''مجہول'' ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ . ''اس کی عدالت محل نظر ہے۔''

(التّاريخ الكبير : 293/4)

❀ حافظ موسیٰ بن ہارون حمال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ صَالِحُ بْنُ يَحْيٰى وَلَا أَبُوهُ إِلَّا بِجَدِّهٖ .

''صالح بن یحییٰ اور اس کے باپ کی روایت صرف اس (صالح) کے دادا (مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ) سے ہی معلوم ہوئی ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 4/278، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات (۶/۴۵۹)'' میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں:

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ نَظَرٌ .

''اس کی سند محل نظر ہے۔''

(مَعالم السّنن : 4/245)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

''یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 4/278)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ غَيْرُ ثَابِتٍ، وَإِسْنَادُهٗ مُضْطَرِبٌ .

''یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کی سند مضطرب ہے۔''

(السّنن الصغرٰی : 4/64)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ لِضَعْفِ إِسْنَادِهٖ .

''اس حدیث سے دلیل نہیں بنتی، کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔''

(التّمهيد : 10/128)

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُمَا أَصْلَحُ مِنْ هٰذَا الْإِسْنَادِ .

''ان دونوں (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی گھوڑے کی حلت والی حدیثوں) کی سند اس حدیث کی سند سے اچھی ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 206/2)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اسے ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔

(المُحلّٰى : 100/8)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(شرح السُّنة : 255/11)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ لَا يَصْلُحُ لِمُعَارَضَتِهٖ حَدِيثَ جَابِرٍ الْمُتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بالاتفاق صحیح حدیث کے معارض پیش نہیں کیا جا سکتا۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 741/5)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ خَالِدٍ لَا يَصِحُّ، فَقَدْ قَالَ أَحْمَدُ : إِنَّهٗ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

کہ یہ حدیث منکر ہے۔''

(التّلخيص الحَبير : 141/4)

دلیل نمبر ③:

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُومَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں، گھوڑوں اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔''

(شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 3064)

روایت ضعیف و مضطرب ہے۔

① عکرمہ بن عمار کی روایت یحییٰ بن ابی کثیر سے مضطرب ہوتی ہے۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ الْحَدِيثِ يُضَعِّفُونَ حَدِيثَ عِكْرِمَةَ عَنْ يَحْيَى وَلَا يَجْعَلُونَهٗ فِيهِ حُجَّةً .

''محدثین عظام نے عکرمہ کی یحییٰ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ اس سے حجت نہیں پکڑتے تھے۔''

(شرح مشكل الآثار، تحت الرقم : 3064)

② یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔

تنبیہ:

علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

لَحْمُ الْبَغَلِ وَالْحِمَارِ حَرَامٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''خچر اور گدھے کا گوشت بالاتفاق حرام ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : 487/4، شرح المَصابيح لابن الملك : 521/4)

الحاصل:

گھوڑا حلال ہے۔ اس کے حرام ہونے پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں، اس کے برعکس اس کی حلت پر قوی احادیث موجود ہیں۔

❀ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''گھوڑے کا کھانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔''

(بہشتی زیور، حصہ سوم، صفحہ نمبر 56، مسئلہ نمبر 2)

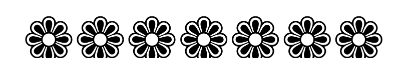
❀ نیز لکھتے ہیں:

''ہرن، نیل گائے، گھوڑا وغیرہ جو انعام (مویشی چوپائے) کے مشابہ ہیں، حلال ہیں۔'' (تفسیر بیان القرآن، ص 445)

❀ مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''سوال: کن جانوروں کا جوٹھا پانی پاک ہے؟

جواب: آدمی اور حلال جانوروں کا جوٹھا پانی پاک ہے، جیسے گائے، بکری، کبوتر، گھوڑا!'' (تعلیم الاسلام، ص 36)



سمندری جانور حلال ہیں

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾(المائدة : ٣)

''تم پر مردار کو حرام کر دیا گیا ہے۔''

یہ حکم عام ہے، مچھلی اور سمندری جانوروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾(المائدة : ٩٦)

''تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔''

❁ اس کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا لَفِظَ مَيْتًا فَهُوَ طَعَامُهُ .

''جس مردار کو سمندر باہر پھینک دے، وہ سمندر کا کھانا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 6834، وسندهٔ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

طَعَامُهُ : مَا قَذَفَ .

''سمندر کے کھانے سے مراد وہ جانور ہے، جسے سمندر باہر پھینک دے۔''

(تفسير الطّبري : 727/8، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ فَنَحْمِلُ الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ .

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك :22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التّلخیص الحبیر لابن حجر : ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ : ۲/۵۶، ح : ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع : ۱/۸۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط : ۱/۲۴۷) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❁ علامہ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ ثَابِتٌ . ''اس کی سند متصل، ثابت ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :346/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ جَلِيلٌ . ''یہ حدیث صحیح اور جلیل القدر ہے۔''

(البدر المُنير :348/1)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السَّمَكَ الطَّافِيَ حَلَالٌ وَأَنَّهٗ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَا كَانَ مَوْتُهٗ فِي الْمَاءِ وَبَيْنَ مَا كَانَ مَوْتُهٗ خَارِجَ الْمَاءِ مِنْ حَيَوَانِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مرکر پانی پر تیرنے والی مچھلی حلال ہے، نیز دلیل ہے کہ جو جاندار صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتے ہیں، ان میں سے کوئی جانور پانی کے اندر مر جائے یا پانی سے باہر مر جائے، دونوں میں کوئی فرق نہیں (یعنی دونوں حلال ہیں)۔''(مَعالم السّنن :44/1)

۞ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سمندر کے مردار کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهٗ .

''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 253/9، وسندهٗ حسنٌ)

۞ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَيْتَةُ الْبَحْرِ حَلَالٌ، وَمَاؤُهُ طَهُورٌ .

''سمندر کا مردار حلال ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔''

(المُستدرك للحاكم :501، وسندهٗ حسنٌ)

۞ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ ضَرَبْتَ الْحُوتَ بِعَصَاكَ فَقَتَلْتَهٗ، أَوْ رَمَيْتَهٗ بِحَجَرٍ فَمَاتَ

فَكُلْهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، وَالْجَرَادُ مِثْلُ ذٰلِكَ .

''اگر آپ لاٹھی سے مچھلی پر وار کریں اور وہ مر جائے یا پتھر پھینک کر مار دیں، تو وہ جس حالت میں بھی ہو، اسے کھا سکتے ہیں، ٹڈی کا بھی یہی حکم ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 8670، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

أَمَّا الْحَدِيثُ فَأَحْسَنُ مَا قِيلَ فِي حَدِيثِ الْبَابِ مَا قَالَ مَوْلَانَا أُسْتَاذُ الزَّمَنِ مَحْمُودُ حَسَنٌ مَدَّ ظِلُّهُ الْعَالِي عَلٰى رُؤُوسِ الْمُسْتَرْشِدِينَ : إِنَّ الْحِلَّ بِمَعْنَى الطَّاهِرِ .

''مذکورہ حدیث کا سب سے بہتر معنی مولانا استاذ الزمان محمود حسن مدظلہ العالی نے کیا ہے کہ یہاں ''حل'' (حلال ہونا) بمعنی طاہر ہے۔''

(العَرف الشّذي : 104/1)

حدیث کا یہ معنی اسلاف امت کے خلاف ہے۔

❁ علامہ خالد سیف اللہ رحمانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

''بعض حضرات نے ''حل'' کے معنی ''پاک'' کے مراد لیے ہیں، یعنی سمندر کے مردہ کو حلال نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ پاک کہا گیا ہے، مگر یہ تاویل دور از کار اور بعید از انصاف معلوم ہوتی ہے۔''

(قاموس الفقہ، جلد 2، ص 289)

مچھلی کی تمام انواع واقسام حلال ہیں، اسی طرح پانی میں رہنے والے تمام جاندار حلال ہیں، جو پانی سے باہر اپنے زندگی بحال نہیں رکھ سکتے، اگر وہ مر جائیں، تو انہیں ذبح

کیے بغیر کھایا جا سکتا ہے۔

طافی کی حلت:

مچھلی مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، یا پانی اسے کنارے پر پھینک دے، تو اسے طافی کہتے ہیں، یہ حلال ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ، وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ، فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَّيِّتًا لَمْ يُرَ مِثْلُهُ، يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهِ، فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ.

''ہم نے غزوہ خبط میں شرکت کی، ہمارے امیر سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، ہم بھوک سے دوچار تھے کہ سمندر نے مردار مچھلی باہر پھینک دی، جس کا نام عنبر تھا۔ وہ مچھلی ہم نے تقریبا نصف ماہ کھائی۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی سیدھی کی، (وہ اتنی بڑی تھی کہ) ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔''

(صحيح البخاري: 5493، صحيح مسلم: 1935)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

كُلُوا، رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ، أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ.

''اسے کھالیں، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رزق پیدا کیا ہے، اگر کچھ حصہ بچا ہو، تو ہمیں بھی کھلائیے گا، ایک صحابی نے اس مچھلی کا گوشت پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔''

(صحيح البخاري: 4362، صحيح مسلم: 1935)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِبَاحَةُ مَيْتَاتِ الْبَحْرِ كُلِّهَا سَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ مَا مَاتَ بِنَفْسِهٖ أَوْ بِاصْطِيَادٍ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى إِبَاحَةِ السَّمَكِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار حلال ہیں، خواہ وہ مردار خود بخود مرا ہو، یا شکار سے۔ مچھلی کے حلال ہونے پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم: 86/13)

بعض کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمندر سے باہر پڑی مردار عنبر مچھلی اس لیے کھائی، کیونکہ وہ مجبور اور بھوکے تھے، ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، لہٰذا زندہ رہنے کے لیے انہوں نے وہ مردار مچھلی کھالی۔ ایسا نہیں کہ وہ اس مچھلی حلال کو حلال سمجھتے تھے۔

یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عنبر مچھلی اضطراری حالت میں کھائی، بے دلیل ہے۔ یہ دعویٰ کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① اضطراری حالت میں مردار کھانے کی اجازت بقدر کفایت ہے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی دن تک یہ مردار مچھلی کھائی۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مچھلی کا گوشت طلب کیا۔

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُقَالُ : إِنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا مُضْطَرِّينَ فَأَكَلُوهُ لِلضَّرُورَةِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ، وَلَا يُقَالُ : إِنَّهٗ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ أَوْ لَفَظَهٗ، لِأَنَّهٗ قَالَ : فَأَلْقَى

الْبَحْرُ حُوْتًا مَّيِّتًا، فَعُلِمَ أَنَّ الْمَوْجَ أَلْقَاهُ إِلَى السَّاحِلِ بَعْدَ أَنْ مَّاتَ فِي الْمَاءِ.

''ایسا نہیں کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بھوک کی وجہ سے) مجبور تھے، اس لیے انہوں نے ضرورت کے تحت وہ مردار مچھلی کھا لی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمندر کا پانی خشک ہو گیا ہو یا سمندر نے اسے (زندہ حالت میں) باہر پھینکا ہو۔ کیونکہ صحابی کے الفاظ ہیں: ''سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینکی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی لہر نے جو مچھلی ساحل پر پھینکی تھی، وہ پانی میں پہلے ہی مر چکی تھی۔'' (التّنبیه علی مُشکِلات الهِدایة : 754/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهٗ أَكَلَ السَّمَكَ الطَّافِيَ عَلَى الْمَاءِ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مر کر پانی کی سطح پر تیرنے والی مچھلی کا گوشت کھایا۔''

(سنن الدّارقطني : 4724، سنن أبي داود : 3815[في بعض النُّسخ، كما في الأطراف للمزي : 6602]، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ قَالَ : كُلُوا السَّمَكَةَ الطَّافِيَةَ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مر کر پانی کی سطح پر آنے والی مچھلی کھا سکتے ہیں۔''

(غريب الحديث للحربي : 2/569، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْتُ مِنَ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ بِالرَّبَذَةِ سَأَلَنِي نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ عَنْ صَيْدٍ وَجَدُوهُ عَلَى الْمَاءِ طَافٍ فَسَأَلُونِي عَنِ اشْتِرَائِهٖ وَأَكْلِهٖ فَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يَشْتَرُوهُ وَيَأْكُلُوهُ وَهُمْ مُحْرِمُونَ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَكَأَنَّهٗ وَقَعَ فِي قَلْبِي شَكٌّ مِمَّا أَمَرْتُهُمْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : وَمَا أَمَرْتَهُمْ بِهٖ؟ قَالَ : أَمَرْتُهُمْ بِهٖ أَنْ يَشْتَرُوهُ وَيَأْكُلُوهُ، قَالَ : لَوْ أَمَرْتَهُمْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ لَفَعَلْتُ، أَيْ كَأَنَّهٗ يَتَوَعَّدُهٗ .

”میں بحرین سے واپس آ رہا تھا، جب مقام ربذہ پر پہنچا، تو عراق کے کچھ لوگوں نے، جو احرام کی حالت میں تھے، مجھ سے سوال کیا کہ انہیں ایک شکار ملا ہے، جو مر کر پانی پر تیر رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس شکار کو بیچنے اور کھانے کے متعلق سوال کیا، میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ حالت احرام میں اسے بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ پھر میں مدینہ آیا، تو مجھے اپنے جواب پر کچھ شک سا گزرا۔ تو میں نے یہ قصہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا، انہوں نے پوچھا: آپ نے انہیں کیا حکم دیا؟ میں نے کہا کہ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس شکار کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے کوئی اور حکم دیا ہوتا، تو آپ کی خیر نہ تھی! گویا سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دھمکا رہے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 255/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ، سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَمَّا لَفَظَ الْبَحْرُ، فَنَهَاهُ عَنْ أَكْلِهٖ، قَالَ نَافِعٌ : ثُمَّ انْقَلَبَ عَبْدُ اللّٰهِ فَدَعَا بِالْمُصْحَفِ، فَقَرَأَ : ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾(المائدة : ٩٦)، قَالَ نَافِعٌ : فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّهٗ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهٖ .

''عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس جاندار کے متعلق سوال کیا، جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا جاندار کھانے سے منع کر دیا۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بعد میں) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے اور مصحف منگوایا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ''تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔'' پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ سمندر کے باہر پھینکے جاندار کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 494/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ (۲۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ : اَلطَّافِي مِنَ السَّمَكِ، وَمَا جَزَرَ عَنْهُ الْمَاءُ؟ قَالَ :

اَلطَّافِي لَا بَأْسَ بِهٖ، وَمَا جَزَرَ عَنْهُ الْمَاءُ أَجْوَدُ، قَالَ إِسْحَاقُ : كَمَا قَالَ، كِلَاهُمَا يُؤْكَلَانِ، مَضَتِ السُّنَّةُ بِذٰلِكَ .

''میں نے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے) پوچھا: مر کر پانی پر تیرنے والی اور پانی خشک ہونے سے مرنے والی مچھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: مر کر پانی پر تیرنے والی مچھلی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ جو مچھلی پانی خشک ہونے سے مر جائے، وہ زیادہ اچھی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا بھی یہی موقف ہے، دونوں کھائی جا سکتی ہیں، یہی طریقہ رائج ہے۔''

(مسائل الکوسج : 2824)

کراہت کے دلائل اور ان کا جائزہ:

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَلْقَى الْبَحْرُ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ، وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا، فَلَا تَأْكُلُوهُ .

''جس جاندار کو سمندر باہر پھینک دے یا پانی خشک ہو جائے، اسے کھا سکتے ہیں اور جو پانی میں ہی مر جائے یا مر کر پانی پر تیر آئے، اسے نہیں کھا سکتے۔''

(سنن أبي داود : 3815، سنن ابن ماجه : 3247)

اس روایت کو مرفوع بیان کرنا یحییٰ بن سلیم طائفی کا وہم اور خطا ہے۔ اس کا موقوف ہونا ہی درست ہے، نیز اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ ابوزبیر مکی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ رَفْعُهٗ .

''اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا درست نہیں۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 4714)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ، لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ .

''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے، اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(البدر المُنير : 383/9)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا مَا حَسَرَ عَنْهُ الْبَحْرُ وَمَا أَلْقَاهُ وَمَا وَجَدْتُمُوهُ مَيِّتًا أَوْ طَافِيًا فَوْقَ الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلُوهُ .

''جو جاندار سمندر کے خشک ہونے سے یا سمندر کے باہر پھینکنے سے مر جائے، وہ کھا سکتے ہیں اور جسے آپ مردہ حالت میں پائیں یا وہ مرنے کے بعد پانی پر تیر آئے، اسے مت کھائیں۔''

(سنن الدّارقطني : 4713)

سند ضعیف ہے۔عبدالعزیز بن عبیداللہ ضعیف ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 4111)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ . ''ضعیف ہے، اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(سنن الدّارقطني، تحت الحديث : 4713)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ . ''یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

(التّحقيق لابن الجوزي : 157/8)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ .

''ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 752/5)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا مَاتَ فِي الْبَحْرِ فَإِنَّهُ مَيْتَةٌ .

''جو سمندر میں مرجائے، وہ مردار ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5)

سند ضعیف ہے۔

① حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

② محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

اس کی دوسری سند (المحلی لابن حزم : ۶/۶۱) میں عطاء بن سائب مختلط ہیں، محمد بن فضیل نے ان سے بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

❁ عبداللہ بن ابی ہذیل رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : إِنِّي آتِي إِلَى الْبَحْرِ، فَأَجِدُهُ قَدْ جَعَلَ سَمَكًا كَثِيرًا، فَقَالَ : كُلْ، مَا لَمْ تَرَ سَمَكًا طَافِيًا .

''ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ میں سمندر پر آتا ہوں، تو وہاں بہت ساری مچھلیاں پاتا ہوں؟ فرمایا: آپ انہیں کھا سکتے ہیں، جب تک کہ کوئی ایسا مچھلی نہ دیکھیں، جو مرنے کے بعد پانی پر تیر آتی ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5)

سند ضعیف ہے۔

① اجلح بن عبداللہ کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''لین'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 615/9)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالطَّافِي مِنَ السَّمَكِ .

''مرنے کے بعد پانی پر تیرنے والی مچھلی (کو کھانے میں) کوئی حرج نہیں۔''

(الكامل لابن عدي : 140/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 18979، وسندهٗ حسنٌ)

اجلح بن عبداللہ سے یہ روایت شعبہ بیان کر رہے ہیں، اسے ترجیح حاصل ہے۔

❁ قتادہ اور سعید بن مسیّب رحمہما اللہ سے مروی ہے:

أَنَّهُمَا كَرِهَا الطَّافِيَ مِنِ السَّمَكِ .

''آپ رحمہما اللہ مرنے کے بعد پانی پر تیرنے والی مچھلی (کو کھانا) مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5)

سند ضعیف ہے۔ سعید بن ابی عروبہ مدلس و مختلط ہیں۔

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ الطَّافِيَ .

''آپ رحمہ اللہ مرنے کے بعد پانی پر تیرنے والی مچھلی (کو کھانا) مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5)

سند ضعیف ہے۔مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

دوسری سند میں سعید بن ابی عروبہ مدلس و مختلط ہیں۔

❀ الآثار للشیبانی (کمافی البنایۃ للعینی :۱۱/ ٦١١)والی سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن حسن شیبانی ''کذاب'' ہے۔

② نعمان بن ثابت بالاتفاق ''ضعیف'' ہے۔

③ حماد بن ابی سلیمان کا اختلاط ہے۔

❀ طاوس بن کیسان رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

فِي الْحُوتِ يُوجَدُ فِي الْبَحْرِ مَيْتًا فَنَهٰى عَنْهُ .

''آپ رحمہ اللہ سے اس مچھلی کے متعلق سوال ہوا، جو سمندر میں مردہ حالت میں ملی،تو آپ رحمہ اللہ نے اس (کو کھانے) سے منع کر دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5)

سند ضعیف ہے،ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

❀ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كَرِهَ الطَّافِيَ مِنْهُ .

''آپ رحمہ اللہ مرنے کے بعد پانی پر تیرنے والی مچھلی (کو کھانا) مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 379/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

تُحْمَلُ كَرَاهَةُ مَنْ كَرِهَهٗ ـ إِنْ ثَبَتَ عَنْهُ ـ عَلَى التَّنَزُّهِ لَا عَلَى التَّحْرِيمِ، كَمَا كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الضَّبِّ، وَأَكَلَهٗ خَالِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَلَا يَنْهَاهُ، وَأَخْبَرَ أَنَّهٗ غَيْرُ حَرَامٍ وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِهٖ فَعَافَتْهُ نَفْسُهٗ.

''جن اہل علم سے کراہت ثابت ہے، تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے، نہ کہ تحریمی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سانڈے کا گوشت کھانا ناپسند کیا، جبکہ آپ ﷺ کے سامنے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کھایا، آپ ﷺ اُن کی طرف دیکھ بھی رہے تھے، آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا، نیز یہ بھی فرمایا کہ سانڈا حرام نہیں ہے، مگر چونکہ یہ میرے علاقے کا جانور نہیں، اس لیے میرا دل نہیں مانتا (بخاری: ۵۵۳۷)۔'' (التّنبیہ علی مُشکِلات الہِدایۃ: 755/5)

ہر سمندری جانور حلال ہے:

تمام سمندری جانور، جن کی زندگی پانی پر معلق ہو، وہ حلال ہیں۔ ان کا شکار بھی حلال ہے اور اگر مردہ حالت میں مل جائیں، تو بھی حلال ہیں۔ یہ مذبوح کے حکم میں ہیں۔ مچھلی اور ان کا حکم ایک ہے۔ ان سے صرف مچھلی مراد لینا تخصیص بلا دلیل ہے۔ قرآن وحدیث میں سمندر کے مردار کو عام ذکر کیا گیا ہے، سلف کا فہم اس کا مؤید ہے۔

❀ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْبَحْرِ شَيْءٌ إِلَّا قَدْ ذَبَحَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكُمْ.

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر جاندار شے کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ذبح

کر دیا ہے۔''

(شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 211/10، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا شریح حجازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر شے کو ذبح کر دیا گیا ہے۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري : 228/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن ثابت رحمہما اللہ کے بارے میں ہے:

لَا يَرَيَانِ بِمَا لَفَظَ الْبَحْرُ بَأْسًا .

''آپ رضی اللہ عنہما اس جاندار (کو کھانے) میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، جسے سمندر باہر پھینک دے۔''(مؤطأ الإمام مالك : 495/2، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ؛ الْجَرَادُ وَالْحِيتَانِ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ .

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیے گئے ہیں؛ (مردار میں) ٹڈی اور مچھلی، (اور خون میں) جگر اور تلی۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 1196، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ الْمَيِّتَ يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الْجَرَادُ وَالْحُوتُ .

''میں کسی مردہ چیز کو حلال نہیں جانتا، سوائے ٹڈی اور مچھلی کے۔''

(كتاب الأم : 233/2، ط النّجّار)

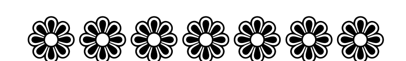
❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلسَّمَكُ وَالْجَرَادُ إِذَا مَاتَا طَاهِرَانِ بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ .

''مچھلی اور ٹڈی مرجائیں، تو نصوص شرعیہ اور اجماع کی رُو سے پاک ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 561/2)

مچھلی سمیت جن جانوروں کی زندگی پانی پر موقوف ہے، وہ سب کے سب حلال ہیں، اس پر دلائل گزر چکے ہیں، چونکہ عموماً مچھلی زیادہ کھائی جاتی ہے، شاید اسی لیے اسے بطور خاص ذکر کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور امام شافعی رحمہ اللہ تمام سمندری جانوروں کو حلال سمجھتے ہیں۔



کتے کی خرید وفروخت

کتا گھریلو جانور ہے۔ ابتدائے اسلام میں کتوں کو مارنے کا حکم تھا۔ جو کہ بعد میں منسوخ ہوگیا۔ کتے میں درندوں والی صفات پائی جاتی ہیں۔ گھر میں شوقیہ کتا رکھنا ممنوع ہے۔جس گھر میں (شوقیہ) کتا رکھا گیا ہو،اس میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔

(صحيح البخاري : 3225، صحيح مسلم : 2106)

روزانہ دو قیراط ثواب میں کمی ہوتی ہے۔

(صحيح البخاري : 5480، صحيح مسلم : 1570)

جدید طب نے یہ ثابت کیا ہے کہ کتے میں خاص قسم کے جرثومے پائے جاتے ہیں، جو صرف مٹی سے تلف ہو سکتے ہیں۔اس کے نر کو احتلام اور مادہ کو حیض آتا ہے۔ مادہ تین ماہ یا اس سے بھی کم مدت میں بچے جنم دیتی ہے۔اس کے بچے کی پیدائش کے وقت آنکھ بند ہوتی ہیں، جو بارہ دن کے بعد کھلتی ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے۔ مردار اور نجاست بھی کھا لیتا ہے۔ قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ وفادار جانور ہے۔ رکھوالی کے لئے موزوں ہے۔شیطان کو دیکھ کر بھونکتا ہے،تو اس وقت تعوذ پڑھنے کا حکم ہے۔

(صحيح البخاري : 3303، صحيح مسلم : 2729)

کفار کتوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، کتوں کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ان کو اپنے ساتھ بستر پر سلا لیتے ہیں،بعض کفار کی عورتیں،کتوں سے مقاربت کروا لیتی ہیں۔ یہ کفار ہیں،ان کی فطرت مسخ ہوچکی ہے۔ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان کی طبیعت ان

سے نفور رہتی ہے۔ کفار جن چار چیزوں کو مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتے ہیں، ان میں کتا کلچر بھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ کبھی بھی شوقیہ کتے مت پالیں۔ نہ ہی ان کی خرید وفروخت کریں، نہ ہی کتوں کی لڑائی کرائیں۔ کتا ضرورت کا جانور ہے، مثلاً رکھوالی اور شکار کے کام آتا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت ہڈیاں خون کھال بال اور لعاب سبھی نجس ہیں۔ انسانوں کی بھلائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تعلیمات اپنانے میں ہے۔ کتے کے حوالے سے بھی اسلام نے مکمل رہنمائی کی ہے۔ ذیل میں احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ کتے کی قیمت کھانا ناجائز وحرام ہے۔

① سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی کمائی، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2237، صحيح مسلم : 1567)

② ابوجحیفہ عبداللہ بن وہب سوائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْأَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهٗ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون اور کتے کی قیمت لینے سے منع کیا ہے، اسی طرح

لونڈی کی کمائی سے بھی منع کیا ہے۔ آپ نے گودنے اور گودوانے والی خاتون پر لعنت کی، اسی طرح سود کھانے اور سود دینے والے پر لعنت فرمائی اور مصور پر بھی لعنت فرمائی۔''

(صحيح البخاري : 2238)

③ ابوزبیر محمد بن مسلم مکی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ جَابِرًا، عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ؟ قَالَ : زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ .

''میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلے کی کمائی کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے سختی سے منع کیا ہے۔''

(صحيح مسلم : 1569)

④ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ .

''کتے کی کمائی خبیث ہے، زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور سینگی لگانے کی مزدوری بھی خبیث ہے۔''

(صحيح مسلم : 1568)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَإِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَامْلَأْ كَفَّهُ تُرَابًا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی کمائی سے منع کیا، اگر کوئی کتے کی قیمت مانگنے

آئے ،تو اس کی مٹھی میں مٹی بھر دیں۔''

(مسند الإمام أحمد :278/1، سنن أبي داود : 3482، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 426/4)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

ثَمَنُ الْكَلْبِ حَرَامٌ .

''کتے کی قیمت حرام ہے۔''

(شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 4645، وسندهٔ صحيحٌ)

⑥ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ، کتے ، زنا اور سینگی کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7976، سنن النسائي : 4673، وسندهٔ صحيحٌ)

⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا .

''جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے ،تو اس برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔''

(صحيح البخاري : 172، صحيح مسلم : 279)

اس حدیث سے علما ثابت کرتے ہیں کہ کتا نجس العین ہے، نجس العین کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَصِحُّ بَيْعُ الْكَلْبِ، مُعَلَّمًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مُعَلَّمٍ؛ لِأَنَّهٗ نَجَسٌ، وَالنَّجَسُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهٗ.

''یہ اس بات پر دلیل ہے کہ کتے کی بیع درست نہیں، چاہے وہ سکھایا ہوا کتا ہو یا سکھایا ہوا نہ ہو، کیوں کہ کتا نجس ہے اور نجس چیز کی بیع جائز نہیں۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 319)

⑧ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ.

''کتے کی کمائی حلال نہیں ہے، اسی طرح کاہن کی کمائی اور زانیہ کی اجرت بھی حلال نہیں ہے۔''

(سنن أبي داود: 3484، صحيح أبي عوانة: 5273، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 426/4)

⑨ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا.

''اللہ یہود کو ہلاک کرے، ان پر اللہ نے چربی کو حرام قرار دیا، تو انہوں نے وہ بیچ دی اور اس کی قیمت کھانے لگے۔''

(صحيح البخاري: 2224، صحيح مسلم: 1583)

یہود پر چربی حرام کی گئی، لیکن انہوں نے اس کو مائع حالت میں بیچا اور اس کی قیمت

کھائی، اللہ نے ان پر لعنت کی۔ اسی طرح کتے کی خرید وفروخت بھی حرام ہے، اس کی قیمت کھانا بھی موجب لعنت ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ عَلٰى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهٗ .

''اللہ کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام کرتا ہے، تو اس کی کمائی بھی حرام کر دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :247/1، سنن أبي داود : 3488، وسندهٗ حسنٌ)

شکاری کتے کی استثنا ثابت نہیں:

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ، وَالْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلے اور کتے کی کمائی سے منع کیا، سوائے شکاری کتے کے۔''

(سنن النسائي : 4668)

سند ضعیف ہے، ابوالزبیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' کہا ہے۔

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ .

''یہ ثابت نہیں ہے۔''

(سنن النّسائي، تحت الحديث : 4295)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ إِسْنَادُهٗ .

''اس کی سند ثابت نہیں ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :1281)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ لَا أَصْلَ لَهٗ وَلَا يَجُوزُ ثَمَنُ الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ وَلَا غَيْرِهٖ .

''ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، کسی سکھائے ہوئے یا غیر سکھائے ہوئے کتے کی کمائی جائز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين :237/1)

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، إِلَّا كَلْبَ الصَّيْدِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی کمائی سے منع کیا، البتہ شکاری کتے کی کمائی کو جائز قرار دیا ہے۔''

(سنن الترمذي :1281)

سند سخت ضعیف ہے۔ ابو مہزم یزید بن سنان ضعیف و متروک ہے۔

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

''یہ حدیث اس سند سے ثابت نہیں ہے۔''

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(زاد المَعاد : 683/5)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی کمائی کی رخصت دی ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال لابن عدي :320/1)

جھوٹ ہے۔

① احمد بن عبداللہ کندی ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''باطل''قرار دیتے ہوئے فرمایا:

حَدَّثَ بِأَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ لِأَبِي حَنِيفَةَ .

''اس نے ابوحنیفہ کی منکر احادیث بیان کی ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال :320/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ الْحَقِّ : هٰذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ .

''عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے۔''

(ميزان الاعتدال :110/1)

② محمد بن حسن شیبانی''کذاب''ہے۔

③ نعمان بن ثابت باتفاق محدثین''ضعیف''ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ سُحْتٌ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ .

''کتے کی کمائی حرام ہے، سوائے شکاری کتے کے۔''

(زاد المَعاد في هدي خير العباد لابن القيم : 682/5)

سند ضعیف ہے۔ مثنی بن صباح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مختلط ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضٰى فِي كَلْبٍ بِأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کا فیصلہ چالیس درہم میں کیا۔''

(البِناية شرح الهداية للعَيْني : 380/8)

جھوٹ ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ وَّإِنَّمَا ذَكَرَهَا الْأَصْحَابُ فِي كُتُبِ الْفِقْهِ بِغَيْرِ إِسْنَادٍ .

''یہ غیر ثابت الفاظ ہیں، ہمارے اصحاب نے ان الفاظ کو کتب فقہ میں بغیر کسی سند کے ذکر کیا ہے۔''

(التنبيه على مشكلات الهداية : 441/4)

❁ (ا) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ قَضٰى فِي كَلْبِ الصَّيْدِ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا .

''آپ رضی اللہ عنہ نے شکاری کتے کا فیصلہ چالیس درہم میں کیا۔''

(سنن الدّارقطني : 4598)

سند ضعیف ہے، اسماعیل بن جستاس مجہول الحال ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۴/ ۱۷) میں ذکر کیا ہے، حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(مَعرفة السّنن والآثار : 175/8)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے ''کتاب الضعفاء'' میں ذکر کیا ہے۔

(الضّعفاء :81/1)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ .

''اس حدیث کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(التاريخ الكبير :349/1)

(ب) اس کی ایک اور سند ہے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 11014)

سند ضعیف ہے۔ابن جریج کا سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔ نیز مدلس بھی ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اسی طرح مصنف عبد الرزاق (۱۸۴۱۴) والی سند بھی ضعیف ہے۔اس میں امام عبد الرزاق اور ابن جریج دونوں مدلس ہیں، نیز اس میں اور بھی علت ہے۔

❀ عمران بن ابی انس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا كَانَ لَهٗ كَلْبٌ صَائِدٌ قَدْ أُعْطِيَهٗ بِهٖ عِشْرِينَ بَعِيرًا فَخَطَبَ امْرَأَةً وَّخَطَبَهَا مَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهَا فَقَالَتْ : لَا أَنْكِحُكَ إِلَّا

عَلٰى كَلْبِكَ فَنَكَحَهَا وَسَاقَ الْكَلْبَ إِلَيْهَا فَعَدَا عَلَيْهِ الْآخَرُ فَقَتَلَهُ فَتَرَافَعُوا إِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَغَرَّمَهُ عِشْرِينَ بَعِيرًا.

''ایک شخص کے پاس شکاری کتا تھا، جس کی قیمت بیس اونٹ رکھی گئی تھی، تو اس شخص نے ایک خاتون کو پیغام نکاح بھیجا، اس کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی پیغام نکاح بھیج دیا، تو اس خاتون نے کتے کے مالک سے کہا: میں آپ سے تب نکاح کروں گی، اگر آپ حق مہر میں یہ کتا مجھے دیں گے۔ تو اس کا نکاح کتے کے حق مہر پر ہو گیا، جب اس نے خاتون کی طرف کتا روانہ کیا، تو پیغام نکاح بھیجنے والے دوسرے شخص نے اس کتے پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، معاملہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا، تو آپ نے اس کتے کو قتل کرنے والے پر بیس اونٹ جرمانہ عائد کیا۔''

(العِلَل ومعرفة الرّجال لأحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 2753)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن اسحاق بن یسار مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عمران بن ابی انس نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

هٰذَا بَاطِلٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ.

''یہ باطل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی کمائی سے منع کیا ہے۔''

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةٌ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ.

''نبی کریم ﷺ سے (باسند صحیح) شکاری کتے کی رخصت ثابت نہیں ہے۔''

(جامع العلوم والحِکَم لابن رجب، ص 453)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْاِسْتِثْنَاءُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ فِي الْأَحَادِيثِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّهْيِ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ.

''کتے کی کمائی کے بارے میں ممانعت کی صحیح احادیث میں شکاری کتے کی استثنا کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔''

(مَعرفة السّنن والآثار : 177/8)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ.

''(شکاری کتے کی استثنا میں وارد) تمام احادیث باتفاق محدثین ضعیف ہیں۔''

(شرح صحيح مسلم : 233/10)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ عَلَى الْمَنْعِ وَأَجَابُوا عَنْ هٰذَا بِأَنَّ الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ.

''جمہور علما کہتے ہیں: کتے کی کمائی ممنوع ہے اور شکاری کتے والی روایت کے متعلق جواب دیتے ہیں کہ یہ محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(زَهْر الرُّبٰی : 191/7)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَا بَأْسَ بِثَمَنِ الْكَلْبِ السَّلُوقِيِّ .

''سلوقی (نسل کے) کتے کی قیمت میں کوئی مسئلہ نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 20918)

سند سخت ضعیف ہے۔ جابر جعفی ضعیف و کذاب ہے۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَا بَأْسَ بِثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ .

''شکاری کتے کی کمائی میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 20922)

سند ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم ضبی مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) شبہات کے جواب میں فرماتے ہیں:

أَمَّا قِيَاسُ الْكَلْبِ عَلَى الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ، فَمِنْ أَفْسَدِ الْقِيَاسِ، بَلْ قِيَاسُهُ عَلَى الْخِنْزِيرِ أَصَحُّ مِنْ قِيَاسِهِ عَلَيْهِمَا؛ لِأَنَّ الشَّبَهَ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْخِنْزِيرِ أَقْرَبُ مِنَ الشَّبَهِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ، وَلَوْ تَعَارَضَ الْقِيَاسَانِ لَكَانَ الْقِيَاسُ الْمُؤَيَّدُ بِالنَّصِّ الْمُوَافِقِ لَهُ أَصَحَّ وَأَوْلٰى مِنَ الْقِيَاسِ الْمُخَالِفِ لَهُ، فَإِنْ قِيلَ : كَانَ النَّهْيُ عَنْ ثَمَنِهَا حِينَ كَانَ الْأَمْرُ بِقَتْلِهَا، فَلَمَّا حَرُمَ قَتْلُهَا وَأُبِيحَ اتِّخَاذُ بَعْضِهَا، نُسِخَ النَّهْيُ، فَنُسِخَ تَحْرِيمُ الْبَيْعِ،

قِيلَ : هٰذِهِ دَعْوٰى بَاطِلَةٌ لَّيْسَ مَعَ مُدَّعِيهَا لِصِحَّتِهَا دَلِيلٌ، وَلَا شُبْهَةٌ، وَلَيْسَ فِي الْأَثَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى صِحَّةِ هٰذِهِ الدَّعْوَى الْبَتَّةَ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ، وَيَدُلُّ عَلٰى بُطْلَانِهَا أَنَّ أَحَادِيثَ تَحْرِيمِ بَيْعِهَا وَأَكْلِ ثَمَنِهَا مُطْلَقَةٌ عَامَّةٌ كُلُّهَا، وَأَحَادِيثُ الْأَمْرِ بِقَتْلِهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اقْتِنَائِهَا نَوْعَانِ ؛ نَوْعٌ كَذٰلِكَ وَهُوَ الْمُتَقَدِّمُ، وَنَوْعٌ مُقَيَّدٌ مُخَصَّصٌ وَهُوَ الْمُتَأَخِّرُ، فَلَوْ كَانَ النَّهْيُ عَنْ بَيْعِهَا مُقَيَّدًا مَخْصُوصًا، لَجَاءَ تْ بِهِ الْآثَارُ كَذٰلِكَ فَلَمَّا جَاءَ تْ عَامَّةً مُطْلَقَةً، عُلِمَ أَنَّ عُمُومَهَا وَإِطْلَاقَهَا مُرَادٌ، فَلَا يَجُوزُ إِبْطَالُهُ .

''کتے کو خچر اور گدھے پر قیاس کرنا فاسد ترین قیاس ہے۔ اس کی نسبت اگر خنزیر پر قیاس کیا جائے تو وہ درست ہوگا۔ کیوں کہ کتے کی شباہت خنزیر سے بہ نسبت خچر اور گدھے کے زیادہ ہے۔ اگر دو قیاس معارض ہو جائیں، تو وہ قیاس جس کی تائید نص کرتی ہے، وہ دوسرے قیاس کی نسبت درست ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ کتے کی قیمت تب حرام تھی، جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، پھر جب کتوں کا قتل حرام ہو گیا اور بعض قسم کے کتے رکھنا جائز ہو گیا، تو ان کی بیع کی حرمت بھی منسوخ ہو گئی۔ تو جواب ہے کہ یہ دعوی باطل ہے، کیوں کہ اس کے مدعی کے پاس اس دعوی کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے، اس بات میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ کوئی ایک بھی دلیل کسی بھی طرح اس دعوی کی صحت کا ثبوت فراہم نہیں کرتی۔ بلکہ اس دعوی کے بطلان پر دلائل موجود ہیں، کتے کی کمائی

کے حرام ہونے کی تمام روایات مطلق ہیں۔ البتہ کتوں کے قتل کی نصوص دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم کتوں کے مطلق قتل پر ہے، دوسری روایات میں ایک نوع کو خاص کیا گیا ہے۔ سو اگر کتوں کی کمائی سے بھی کوئی صورت خاص ہوتی، تو اس پر آثار وارد ہوتے، جیسا کہ مارنے کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ مگر جب کتوں کی کمائی کے بارے میں احادیث عام ہیں، تو معلوم ہو گیا کہ مراد ان کا عموم اور اطلاق ہے، اسے باطل قرار دینا درست نہیں۔ واللہ اعلم۔''

(زَاد المَعاد في هدي خير العباد : 5/684-685)

❁ مشہور مفسر الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) اسی شبہ کے رد میں فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي غَايَةِ الْبُعْدِ عَنِ الْحَقِّ .

''یہ دعویٰ حق سے بہت زیادہ بعید ہے۔''

(أحكام القرآن : 3/24)

ان صریح اور متواتر احادیث سے کتے کی خرید وفروخت حرام اور ممنوع ہے۔ کتا چھوٹا ہو یا بڑا، شوقیہ پالنے کے لیے ہو، رکھوالی کے لیے ہو یا شکار کے لیے۔ اس کی قیمت کھانا حرام اور ناجائز ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (نیل الاوطار : ۵/۱۶۳) اور محدث البانی رحمہ اللہ (سلسلہ صحیحہ:۶/۱۱۵۶) شکاری کتے کی استثنا کرتے ہیں۔ یہ اہل علم کی اجتہادی خطا ہے، وہ اس پر عند اللہ ماجور ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ شکاری کتے کی استثنا ثابت نہیں، اس باب میں وارد روایات محدثین کے نزدیک ضعیف اور غیر ثابت ہیں، بعض لوگ مطلق طور پر کتے کی خرید وفروخت کو جائز کہتے ہیں، یہ مؤقف بے دلیل اور بے ثبوت ہے، ائمہ میں سے کسی کا یہ مؤقف نہیں رہا۔ محدثین نے اپنے مذہب کی بنیاد احادیث پر ڈالی ہے، احادیث سے یہ ثابت

ہے کہ کتے کی قیمت کھانا حرام ہے، اس کے باوجود حنفی فقہا کتے کی قیمت کھانا جائز سمجھتے ہیں۔

❁ علامہ قدوری حنفی (۴۲۸ھ) فرماتے ہیں:

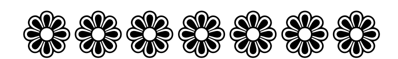
قَالَ أَصْحَابُنَا : بَيْعُ الْكَلْبِ جَائِزٌ .

''ہمارے اصحاب کہتے ہیں: کتے کی کمائی جائز ہے۔''

(التّجريد : 2621/5)

الحاصل:

کتے کی خرید وفروخت ممنوع وحرام ہے، اس میں کسی قسم کی استثنا نہیں۔



حدیثِ قلتین

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، واللّفظ لهٗ، سنن النسائي : 52)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۳۲۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] : 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ علامہ رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُونَ صَحَّحُوا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، وَّقَالُوا إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ رَوَيَاهُ عَنْ أَبِيهِمَا .

''اکثر محدثین ان دونوں روایات کو صحیح کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ عبداللہ اور

عبیداللہ دونوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔''

(البدر المنیر :409/1)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ فَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهُ حَدِيثٌ حَسَنٌ يُحْتَجُّ بِهٖ .

''قلتین والی حدیث کے متعلق اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ :41/21)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَفٰى شَاهِدًا عَلٰى صِحَّتِهٖ أَنَّ نُجُومَ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَدْ صَحَّحُوهُ وَقَالُوا بِهٖ وَهُمُ الْقُدْوَةُ وَعَلَيْهِمُ الْمُعَوَّلُ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ گواہی کافی ہے کہ زمینی ستاروں کے جیسے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کے مطابق مذہب بنایا ہے، یہ محدثین قدوہ ہیں اور احکام ومسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(معالم السنن :36/1)

❀ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔''

(التلخیص الحبیر لابن حجر :36/1)

۞ امام طحاوی حنفی نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

(شرح معاني الآثار :16/1)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ ثَابِتٌ، لَا مَغْمَزَ فِيهِ .

”یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس میں کوئی ضعف نہیں۔“

(المحلّٰی بالآثار :151/1)

۞ حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

”یہ حدیث حسن ہے۔“

(الأباطيل :321)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ حَسَنٌ ثَابِتٌ .

”یہ حدیث حسن ثابت ہے۔“

(المجموع شرح المهذب :112/1)

۞ حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

(الأحكام الوسطٰى :155/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ ثَابِتٌ .

”یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔“

(البدر المنير :404/1)

۞ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا لِطَعْنٍ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهُ فِي نَفْسِهِ حَدِيثٌ مَّشْهُورٌ، مَعْمُولٌ بِهِ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ مُعَدَّلُونَ، وَلَيْسَ هٰذَا الْإِخْتِلَافُ مِمَّا يُوْهِنُهُ، لِأَنَّهُ يَكُونُ قَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، أَبْنَاءُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَعًا.

''اس حدیث کے متن میں کوئی طعن نہیں، کیونکہ یہ مشہور اور قابل عمل حدیث ہے۔ اس کے رواۃ ثقہ اور عادل ہیں۔ (سند کا) یہ اختلاف موجب ضعف نہیں، کیونکہ اس حدیث کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي :80/1)

۞ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرىٰ للسّبكي : 245/2)

۞ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(حجة اللّٰه البالغة :253/1)

۞ حافظ علائی رحمہ اللہ اضطراب کے رد و جواب میں فرماتے ہیں:

نَعْلَمُ بِهٰذَا أَنَّ الرَّاوِيَ الْوَاحِدَ إِذَا كَانَ ضَابِطًا مُّتْقِنًا، وَرَوَى الْحَدِيْثَيْنِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِيهِمَا؛ أَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا صَحِيحٌ.

''ہم یہ اصول جانتے ہیں کہ ایک ضابط اور متقن راوی دو مختلف سندوں سے دو

حدیثیں بیان کرے، تو وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں۔''

(جزء في تصحيح حديث القلتين والكلام على أسانيده، ص 35)

﴿﴾ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَدَارُهٗ عَلَى الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، فَقِيلَ: عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَقِيلَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَتَارَةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَتَارَةً عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَالْجَوَابُ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ اضْطِرَابًا قَادِحًا فَإِنَّهٗ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يَّكُونَ الْجَمِيعُ مَحْفُوظًا انْتِقَالٌ مِنْ ثِقَةٍ إِلٰى ثِقَةٍ وَعِنْدَ التَّحْقِيقِ؛ اَلصَّوَابُ أَنَّهٗ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْمُكَبَّرِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْمُصَغَّرِ وَمَنْ رَوَاهُ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فَقَدْ وَهِمَ.

''سند کا مدار ولید بن کثیر پر ہے، ولید ایک سند میں محمد بن جعفر بن زبیر سے بیان کرتا ہے، دوسری میں محمد بن عباد بن جعفر سے، کبھی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے، تو کبھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا اضطراب نہیں کہ جو حدیث میں جرح کا موجب ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ تمام روایات ہی محفوظ ہوں اور ایک ثقہ سے روایت کرنے کے بعد وہی روایت دوسرے ثقہ راوی سے بھی کر دی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کو ولید بن کثیر نے محمد بن

عباد بن جعفر عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر المکبر کی سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح محمد بن جعفر بن زبیر عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر المصغر کی سند سے روایت کیا ہے۔ جس نے بھی اس کے برعکس بیان کیا، وہ وہم ہے۔''

(التّلخيص الحبير :36/1)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ حَسَنٌ، صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَحَسَّنُوهُ، وَالرِّوَايَةُ الْأَخِيرَةُ : إِذَا كَانَ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يُنَجَّسُ، صَحِيحَةٌ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ : إِسْنَادُهَا جَيِّدٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ : صَحِيحٌ، وَلَا تُقْبَلُ دَعْوٰى مَنِ ادَّعَى اضْطِرَابَهُ، وَعَلَى الْحَدِيثُ اعْتِرَاضَاتٌ عَنْهَا أَجْوِبَةٌ صَحِيحَةٌ مَّشْهُورَةٌ .

''حدیث قلتین حسن ہے، اسے حفاظ نے صحیح اور حسن کہا ہے۔ دوسری روایت: ''جب پانی دو قلے ہو تو نجس نہیں ہوتا۔'' بھی ''صحیح'' ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ''جید'' ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ جو شخص اس حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس حدیث پر اور بھی اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کے درست اور مشہور جوابات دیے جا چکے ہیں۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 282-283)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ، مَعْنَاهُ لَمْ يُنَجَّسْ بِوُقُوعِ النَّجَاسَةِ

فِيهِ، كَمَا فَسَّرَهُ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى الَّتِي رَوَاهَا أَبُو دَاوُد وَابْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُمَا : إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجَّسْ وَالتَّقْدِيرُ : لَا يَقْبَلُ النَّجَاسَةَ، بَلْ يَدْفَعُهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ الْمَعْنٰى : أَنَّهُ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهِ؛ لَمْ يَكُنْ لِلتَّقْيِيدِ بِالْقُلَّتَيْنِ مَعْنٰى، فَإِنَّ مَا دُونَهُمَا أَوْلٰى بِذٰلِكَ، وَقِيلَ : مَعْنَاهُ لَا يَقْبَلُ حُكْمَ النَّجَاسَةِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾(الجمعة : ٥) أَيْ لَمْ يَقْبَلُوا حُكْمَهَا.

''فرمانِ نبوی: ''گندگی کونہیں اٹھاتا۔'' اس کا معنی ہے کہ نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سنن ابی داود اور صحیح ابن حبان وغیرہما کی دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے: ''جب پانی دو قلے (مٹکے) ہوں، تو ناپاک نہیں ہوتا۔'' یعنی نجاست قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے دور کر دیتا ہے۔ اگر یہ معنی ہوتا کہ گندگی اٹھانے سے عاجز آ جاتا ہے، تو دو قلے کی قید لگانے کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ دو قلوں سے کم پانی تو بالاولیٰ عاجز آ جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ نجاست کا حکم قبول نہیں کرتا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾(الجمعة : ٥) ''جنہیں تورات دی گئی، لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں

لادی گئیں۔''یعنی انہوں نے تورات کا حکم قبول نہیں کیا۔''

(التلخيص الحبير :1/140)

شواہد:

اس حدیث کے شواہد بھی ہیں۔

① ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهٗ لَا يَنْجُسُ .

''جب پانی دو قلے ہو، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(سنن أبي داود : 65، سنن ابن ماجه : 518، سنن الدارقطني :1/22)

اس حدیث کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''جید الاسناد'' کہا ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدوري :1/217)

امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٤٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَّوْصُولٌ .

''یہ سند صحیح اور متصل ہے۔''

(معرفة السنن والآثار : 2/89)

② دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

''جب پانی دو قلے ہو، تو گندگی نہیں اٹھاتا۔''

(سنن أبي داود : 64، سنن ابن ماجه : 517، سنن الدارقطني :1/19، واللّفظ لهٗ،

وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ، مَعْنَاهُ : لَمْ يَنْجُسْ بِمُلَاصَقَةِ النَّجَاسَةِ وَوُقُوعِهَا فِيهِ فِيهِ، كَمَا فَسَّرَهٗ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرٰى، تَقْدِيرُهٗ : لَا يَقْبَلُ النَّجَاسَةَ، بَلْ يَدْفَعُهَا عَنْ نَفْسِهٖ، كَمَا يُقَالُ : فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الضَّيْمَ؛ أَيْ : لَا يَقْبَلُهٗ وَلَا يَصْبِرُ عَلَيْهِ، بَلْ يَأْبَاهُ، وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمَانِعِينَ لِلْعَمَلِ بِالْقُلَّتَيْنِ : إِنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهٗ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهٖ؛ فَخَطَأٌ فَاحِشٌ مِنْ أَوْجُهٍ؛ أَحَدُهَا : أَنَّ الرِّوَايَةَ الْأُخْرٰى مُصَرِّحَةٌ بِغَلَطِهٖ، وَهِيَ قَوْلُهٗ : فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ، اَلثَّانِي : أَنَّ الضَّعْفَ عَنِ الْحَمْلِ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْأَجْسَامِ، كَقَوْلِكَ : فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الْخَشَبَةَ؛ أَيْ : يَعْجِزُ عَنْهَا لِثِقَلِهَا، وَأَمَّا فِي الْمَعَانِي فَمَعْنَاهُ : لَا يَقْبَلُهٗ، كَمَا ذَكَرْنَا، اَلثَّالِثُ : أَنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ يُفْسِدُهٗ؛ لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ أَنَّهٗ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهٖ لَمْ يَكُنْ لِلتَّقْيِيدِ بِالْقُلَّتَيْنِ مَعْنًى، فَإِنَّ مَا دُونَهُمَا أَوْلٰى بِذٰلِكَ .

''فرمان رسول ﷺ: ''جب پانی دو قلے ہو، تو گندگی کو نہیں اٹھاتا۔'' کا معنی یہ ہے کہ گندگی ملنے یا گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ تو حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ نجاست کو قبول نہیں

کرتا، بلکہ اسے دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ظلم وزیادتی کو نہیں اٹھاتا، مطلب کہ ظلم وزیادتی قبول نہیں کرتا اور نہ اس پر صبر کرتا ہے، بلکہ اس کا رد کرتا ہے۔ حدیث قلتین پر عمل نہ کرنے والوں کا یہ کہنا کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ اتنی مقدار کا پانی گندگی اٹھانے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ معنی کئی وجہ سے غلط ہے؛

① دوسری روایت اس معنی کی غلطی کو واضح کرتی ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: فَإِنَّهُ لَا يُنَجَّسُ ''بے شک وہ نجس نہیں ہوتا۔''

② کسی چیز کو اٹھانے میں کمزوری کا شکار ان اشیا میں ہوا جاتا ہے، جو جسم رکھتی ہوں، جیسے آپ کہتے ہیں: فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الْخَشَبَةَ ''فلاں شخص لکڑی نہیں اٹھا سکتا۔'' یعنی لکڑی بھاری ہونے کی وجہ سے وہ اسے اٹھانے سے قاصر ہے۔ لیکن معنوی اشیا میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

③ سیاق کلام سے اس معنی کا فساد واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی کہ پانی اس گندگی کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، تو دو مٹکوں کی قید لگانے کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ دو مٹکوں سے کم پانی تو بالا ولی گندگی کو نہیں اٹھا سکتا۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 286-287)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ، لَفْظَةٌ أُطْلِقَتْ عَلَى الْعُمُومِ تُسْتَعْمَلُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ وَهُوَ الْمِيَاهِ

الْكَثِيرَةِ الَّتِي لَا تَحْتَمِلُ النَّجَاسَةَ فَتَظْهَرَ فِيهَا وَتَخُصُّ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ الَّتِي أُطْلِقَتْ عَلَى الْعُمُومِ وُرُودُ سُنَّةٍ وَهُوَ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ، وَيَخُصَّ هٰذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْمَاءَ قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا فَغَيَّرَ طَعْمَهُ أَوْ لَوْنَهُ أَوْ رِيحَهُ نَجَاسَةٌ وَقَعَتْ فِيهَا أَنَّ ذٰلِكَ الْمَاءَ نَجِسٌ بِهٰذَا الْإِجْمَاعِ الَّذِي يَخُصُّ عُمُومَ تِلْكَ اللَّفْظَةِ الْمُطْلَقَةِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا .

''فرمان نبوی: ''پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' یہ حدیث عام ہے، جسے بعض احوال کے ساتھ خاص کیا جائے گا، یعنی جب پانی بہت زیادہ ہو کہ جس میں نجاست گرنے سے اثر انداز نہ ہو۔ اس عام حدیث کو دوسری حدیث سے خاص کیا گیا ہے، فرمان نبوی ہے : ''جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' ان دونوں احادیث کو اجماع نے خاص کر دیا کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، اگر نجاست گرنے سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ بدل گیا، تو وہ پانی ناپاک ہے، اس اجماع کی بنا پر جس نے ہماری ذکر کردہ حدیث کے عام الفاظ کو خاص کر دیا ہے۔''

(صحیح ابن حبان : 59/4)

آثار:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ قُلَّةً لَّمْ يُنَجَّسْ .

''جب پانی کی مقدار چالیس قلے (ڈول) ہو، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(سنن الدّارقطني : 27/1، تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسنده صحيحٌ)

❁ امام محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ قُلَّةً لَمْ يُنَجَّسْ .

''جب پانی کی مقدار چالیس قلے (ڈول) ہو، تو ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 1533، سنن الدارقطني : 27/1، وسندهٔ صحيحٌ)

ان آثار میں قلہ سے مراد معروف قلہ نہیں، بلکہ یہ غرب کے معنی میں ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ غَرْبًا لَمْ يُفْسِدْهُ شَيْءٌ .

''جب پانی چالیس غرب (ڈول) ہو، تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ غرب کی تعریف یہ ہے:

اَلْغَرَبُ : اَلدَّلْوُ الْعَظِيمَةُ الَّتِي تُتَّخَذُ مِنْ جَلْدِ ثَوْرٍ .

''غرب ایک بڑے ڈول کو کہتے ہیں، جو بیل کے چمڑے سے بنتا ہے۔''

(النهاية في غريب الحديث لابن الأثير : 349/3)

مطلب یہ ہے کہ غرب ڈول کو کہتے ہے،

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَا يُجْنِبُ أَرْبَعِينَ دَلْوًا شَيْءٌ .

''چالیس ڈول پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ كُرًّا لَمْ يَنْجُسْ .

''جب پانی ایک کُر (ایک پیمانہ) ہو جائے، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 727/2، وسندهٗ صحيحٌ)

لیکن حدیث میں جو قلتین (دو مٹکے) کا ذکر ہے، وہاں معروف قلہ ہی مراد ہے۔ اس بنا پر یہ آثار حدیث کے مخالف نہیں، بلکہ موافق ہیں۔

قلہ کی تعریف:

❁ امام المغازی، محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ هِيَ الْجَرَادُ، وَالْقُلَّةُ الَّتِي يُسْتَقٰى فِيهَا .

''قلہ مٹکے کو کہتے ہیں، جس میں پانی پلایا جاتا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 67، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ فِي اللُّغَةِ : اَلْجَرَّةُ الْعَظِيمَةُ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ الرَّجُلَ الْعَظِيمَ يَقِلُّهَا بِيَدَيْهِ، أَيْ يَرْفَعُهَا .

''لغت میں قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں، اسے قلہ اس لیے کہتے ہیں کہ ایک طاقتور آدمی ہی اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا سکتا ہے۔''

(تحرير ألفاظ التنبيه، ص 132، الإيجاز في شرح أبي داود، ص 283)

۞ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

...... إِنَّ جَعْلَهُ مُقَدَّرًا بِعَدَدٍ مِّنْهَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ أَشَارَ إِلٰى أَكْبَرِهَا؛ لِأَنَّهُ لَا فَائِدَةَ بِتَقْدِيرِهٖ بِقُلَّتَيْنِ صَغِيرَتَيْنِ، وَهُوَ يُقَدَّرُ عَلٰى تَقْدِيرِهٖ بِوَاحِدَةٍ كَبِيرَةٍ .

وَالْجَوَابُ الثَّانِي : أَنَّهُ قَدْ وَرَدَ تَقْدِيرُهُ بِقِلَالِ هَجَرَ، وَهِيَ مَعْلُومَةٌ، وَلِهٰذَا ذَكَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِضِ التَّعْرِيفِ لَمَّا ذَكَرَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَلَا يُعَرَّفُ إِلَّا بِمَعْرُوفٍ .

''......قلوں (مٹکوں) کو (دو کے) عدد کے ساتھ خاص کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بڑے قلوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ورنہ تو دو چھوٹے قلے کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، بلکہ ایک بڑا قلہ ہی کہہ دیا جاتا۔
دوسرا جواب: قلوں کو قبیلہ ہجر کے مٹکوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ معروف ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے جب سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا، تو (اس کے بیر کو) قبیلہ ہجر کے مٹکے کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور تشبیہ معروف چیز کی ہی دی جاتی ہے۔''

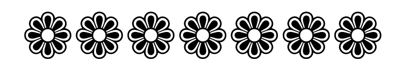
(شرح الإلمام بأحاديث الأحكام :185/1)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا : إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ رِيحُهُ أَوْ طَعْمُهُ، وَقَالُوا : يَكُونُ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ قِرَبٍ .

''امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جب پانی دو قلے ہو، تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، جب تک اس کی بو یا ذائقہ نہ بدلے، نیز کہتے ہیں کہ دو قلے تقریباً پانچ مشکیزوں کے برابر ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 67)



حلال جانور میں حرام اعضا؟

ذبح کے وقت بہنے والا خون بالاتفاق حرام ہے۔اس کے علاوہ حلال جانور کے تمام اعضاواجزاحلال ہیں،جبکہ احناف کے نزدیک حلال جانور میں سات اجزاحرام ہیں۔

❁ علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) کہتے ہیں:

اَلْمَكْرُوهُ تَحْرِيمًا مِّنَ الشَّاةِ سَبْعٌ الْفَرْجُ وَالْخُصْيَةُ وَالْغُدَّةُ وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَالْمَرَارَةُ وَالْمَثَانَةُ وَالذَّكَرُ .

''بکری کے سات اعضا کو کھانا مکروہ تحریمی (حرام) ہے:۱۔شرمگاہ۲۔کپورے ۳۔غدود۴۔دم مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والا خون) ۵۔مرارہ(پتہ) ۶۔مثانہ۷۔اگلی شرمگاہ۔(العُقُود الدُّرِّيّة :5/1)

❁ علامہ رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں،ذکر،فرج مادہ،غدود،حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے،خصیہ،پتہ یعنی مرارہ جو کلیجہ میں تلخ پانی کاظرف ہے۔''

(تذکرۃ الرشید:174/1)

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حلال جانور کے بعض اجزاحرام ہیں،جیسے خون،پتہ،فرج،خصیہ وغیرہ۔''

(تفسیر نور العرفان،ص547)

❁ یہی بات احمد رضا خان بریلوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:234/20)

اب احناف کے دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا؛ الْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَحْيَاةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری سے سات چیزیں ناپسند کرتے تھے: ۱۔ پتہ ۲۔ مثانہ ۳۔ پچھلی شرمگاہ ۴۔ اگلی شرمگاہ ۵۔ کپورے ۶۔ غدود ۷۔ خون (بوقت ذبح بہتا ہوا۔)''

(المُعجم الأوسط للطَّبَراني: 9480)

اس کی سند موضوع من گھڑت ہے:

① یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن عباد واسطی ''کذاب و وضاع'' ہے۔

② یحییٰ بن عبدالحمید حمانی جمہور کے ہاں ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البَدر المُنير: 224/3)

③ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بھی جمہور کے ہاں ''ضعیف و متروک'' ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ.

''اکثر محدثین اسے ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد: 20/2)

❁ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا؛ الدَّمَ، وَالْحَيَا، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَرَارَةَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری سے سات اعضا کو ناپسند کرتے تھے: ا۔(بوقت ذبح بہنے والا) خون ۲۔شرمگاہ ۳۔کپورے ۴۔غدود ۵۔اگلی شرمگاہ ۶۔مثانہ ۷۔پتہ۔''

(مصنّف عبد الرّزاق: 8771، السّنن الكبرى للبيهقي: 7/10)

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف اور باطل ہے:

① مرسل ہے۔مجاہد تابعی براہ راست رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں۔

② واصل بن ابی جمیل ضعیف ہے۔

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا شَيْءَ. ''یہ کچھ نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 30/9، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن شاہین (الضعفاء: 666) اور حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: 559/7) کے علاوہ کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

۞ حافظ ابن قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاصِلٌ لَّمْ تَثْبُتْ عَدَالَتُهٗ. ''واصل کی عدالت ثابت نہیں۔''

(فيض القدير للمَناوي: 100/2)

❁ مجاہد اس روایت کو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے موصولا بھی بیان کرتے ہیں۔

(الكامل لابن عدي : 12/5 ، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 710)

لیکن یہ روایت بھی موضوع ومن گھڑت ہے۔ عمر بن موسی وجیہی باتفاق ائمہ ضعیف منکر الحدیث اور متروک ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

لَا يَصِحُّ وَصْلُهٗ. ''اس کا موصول ہونا درست نہیں۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 810)

ثابت ہوا کہ حلال جانور میں سوئے دم مسفوح (بوقت ذبح بہنے والا خون) کے کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ سات اجزا کو حرام کہنے والوں کا نظریہ خطا پر مبنی ہے، کیوں کہ ان کی حرمت پر کوئی ثقہ دلیل موجود نہیں ہو سکی۔

فائدہ:

① اوجھڑی کھانا جائز ہے، مگر احناف اسے مکروہ قرار دیتے ہیں:

❁ علامہ عبد الحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اوجھڑی کا کھانا مکروہ ہے۔'' (مجموع الفتاوی : 297/3)

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اوجھڑی کھانا مکروہ ہے۔'' (ملفوظات: 358/4)

② بعض حضرات نے حلال جانور میں 22 چیزیں مکروہ یا حرام قرار دی ہیں۔

❁ گردے کے متعلق علامہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر حمل کرتے ہیں۔''

(تذکرۃ الرشید: 174/1)

ہم کہتے ہیں کہ اوجھڑی اور گردے کے مکروہ ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ المتوفی 150ھ نے فرمایا: خون تو بحکم قرآن حرام ہے اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں۔''

(فتاویٰ رضویہ:234/20)

یہ امام صاحب سے ثابت نہیں ہوسکی۔

فائدہ:

❁ علامہ سمرقندی حنفی (۵۴۰ھ) کہتے ہیں:

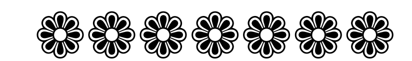
نَقُولُ : الْحَيَوَانُ إِذَا ذُبِحَ إِنْ كَانَ مَأْكُولُ اللَّحْمِ يَطْهُرُ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ إِلَّا الدَّمَ .

''ہم کہتے ہیں: ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا جائے، تو اس کے تمام اعضا پاک ہیں، سوائے دمِ مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والے خون) کے۔''

(تحفة الفقهاء :70/1)

الحاصل:

حلال جانور میں ذبح کے وقت بہنے والے خون کے علاوہ اس کا کوئی بھی عضو حرام یا مکروہ نہیں۔



باب سابع

متفرقات

کھڑے ہو کر پینے کی شرعی حیثیت

کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جواز اور منع دونوں طرح کی احادیث ثابت ہیں۔ آیئے دونوں طرح کی احادیث کا فہمِ سلف کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں تا کہ ان سے کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کا صحیح حکم معلوم ہو سکے۔

جواز کی احادیث:

① (ا) نزال بن سبرہ ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى بَابِ الرَّحَبَةِ، فَشَرِبَ قَائِمًا، فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَّكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَّشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ، كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ پر آئے، وہاں کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں، لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، جیسے آپ لوگوں نے مجھے کرتے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري: 5615)

(ب) زاذان رحمہ اللہ کا بیان ہے:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ شَرِبَ قَائِمًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّاسُ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوهُ، فَقَالَ: مَا تَنْظُرُونَ؟ إِنْ أَشْرَبْ قَائِمًا؛ فَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا، وَإِنْ أَشْرَبْ قَاعِدًا، فَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَاعِدًا .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا،تو لوگوں نے ان کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا،گویا اس عمل کو غلط سمجھ رہے ہوں۔آپ نے فرمایا: کیا دیکھ رہے ہو،اگر میں کھڑے ہو کر پیتا ہوں،تو اس لیے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے اور اگر میں بیٹھ کر پیتا ہوں،تو اس لیے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پیتے دیکھا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 101/1، ح : 795، وسندهٗ حسنٌ)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آبِ زمزم پیش کیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 5617، صحيح مسلم : 2027، واللّفظ لهٗ)

③ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَاعِدًا .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر،دونوں طرح پیتے دیکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 178/2، 179، 206، سنن الترمذي : 1883، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

④ یزید بن عطارد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عُمَر عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا، فَقَالَ: قَدْ كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَشْرَبُ قِيَامًا، وَنَأْكُلُ وَنَحْنُ نَسْعٰى.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کھڑے ہوکر پینے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: یقیناً ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں کھڑے ہو کر پی لیتے اور چلتے ہوئے کھا لیتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد: 12/2، 24، 29، مسند الطّيالسي: 1904، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: 273/4-274، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (867) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (5243) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑤ سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَشَرِبَ مِنْهَا قَائِمًا فَقَطَعْتُ فَاهَا وَإِنَّهٗ لَعِنْدِي.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے اس میں سے پانی پی لیا، میں نے (بطورِ تبرک) مشکیزے کا منہ کاٹ لیا، وہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 376/6، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ،

وَفِي الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُّعَلَّقَةٌ، فَاخْتَنَثَهَا، وَشَرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

''نبی اکرم ﷺ ایک انصاری صحابیہ کے گھر تشریف لے گئے۔وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔آپ ﷺ نے اس کا منہ کھولا اور کھڑے ہوکر پانی پیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 161/6، وسندهٗ حسنٌ)

⑦ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلٰى فِيهَا، فَقَطَعْتُهٗ.

''رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے ہوکر پانی پیا۔میں نے مشکیزے کے منہ کو کاٹ کر محفوظ کر لیا۔''

(مسند الحميدي : 353، سنن الترمذي : 1892، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب''، جبکہ امام ابن جارود (867)، امام ابن حبان رحمہما اللہ (5318) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

⑧ ابوجعفر قاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَشْرَبُ قَائِمًا.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہوکر پیتے ہوئے دیکھا۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 926/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا.

''آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر پی لیتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 926/2، وسندہٗ صحیحٌ)

⑩،⑪ عبدالملک بن میسرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ طَاوُسًا وَسَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا .

''میں نے امام طاؤس اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ سے کھڑے ہو کر پینے کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 204/8، وسندہٗ صحیحٌ)

⑫ عبدالرحمٰن بن عجلان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنْهُ، فَقَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ، إِنْ شِئْتَ قَائِمًا، وَإِنْ شِئْتَ قَاعِدًا .

''میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، خواہ کھڑے ہو کر پی لیں، خواہ بیٹھ کر۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 203/8، وسندہٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پینا ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل مبارک کی روشنی میں صحابہ کرام بھی دونوں طرح پینا جائز سمجھتے تھے۔ تابعین ائمہ دین بھی کھڑے ہو کر پینے کو جائز ہی سمجھتے تھے۔

منع کی احادیث:

آیئے اب وہ احادیث ملاحظہ فرمایئے جن میں کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت ہے؛

① (ا) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ نَهٰى أَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا .

''رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا۔''

(صحیح مسلم : 2024)

(ب) سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجر عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا .

''نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے ڈانٹا ہے۔''

(صحیح مسلم : 112/2024)

② (ا) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 327/2، وسندهٗ صحيحٌ)

(ب) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدُكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَّسِيَ؛ فَلْيَسْتَقِئْ .

''کوئی کھڑا ہوکر نہ پیے، جو بھول کر ایسا کر بیٹھے، وہ قے کر دے۔''

(صحیح مسلم : 2026)

یہ حدیث صحیح ہے، متقدمین ائمہ حدیث میں سے کسی نے اسے ضعیف نہیں کہا، اس کا راوی عمر بن حمزہ جمہور کے نزدیک حسن الحدیث ہے، یہ صحیح مسلم کا راوی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے استشہادا روایت لی ہے۔ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے بھی اس سے روایت لی ہے، یہ ضمنی توثیق ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مِمَّنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ .

''یہ ان میں سے ہے، جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 36/6)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

كَانَ مِمَّنْ يُخْطِيءُ .

''یہ خطا کار راویوں میں سے ہے۔''

(الثّقات : 168/7)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ كُلُّهَا مُسْتَقِيمَةٌ .

''اس کی تمام احادیث مستقیم ہیں۔''

(تهذيب التهذيب : 437/7)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اس کی منکر روایات کی وجہ سے ''ضعیف'' کہا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ مَنَاكِيرُ .

''اس کی منکر احادیث ہیں۔''

اس راوی کا حسن الحدیث ہونا تو واضح ہوا، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے جو روایات لی ہیں، وہ صحیح ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ علل حدیث کے امام ہیں۔ آپ تنقیح

کرتے ہیں اور منکر روایات بیان کرنے والے راوی کی وہی روایات لیتے ہیں، جن میں نکارت نہ پائی جاتی ہو۔ بعض لوگوں کا اس روایت کو ضعیف قرار دینا امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے منہج سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(شرح صحیح مسلم : 195/13)

③ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَر عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے ڈانٹا ہے۔''

(صحيح مسلم : 2025)

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ رَاٰى رَجُلًا يَّشْرَبُ قَائِمًا، فَقَالَ لَهُ : قِهِ، قَالَ : لِمَهْ؟ قَالَ : أَيَسُرُّكَ أَنْ يَّشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَإِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنْهُ، الشَّيْطَانُ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا، تو اسے فرمایا: قے کر دیجیے۔ اس نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ بلّا پیے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اس کی نسبت بہت بُرے نے آپ کے ساتھ پیا ہے۔ وہ شیطان ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 301/2، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ ①:

❁ روایت ہے:

لَو يَعْلَمُ الَّذِي يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ؛ لَاسْتَقَاءَ .

''اگر کھڑا ہوکر پانی پینے والا جان لے (کہ اس میں کتنا نقصان ہے)، تو ضرور قے کرڈالے۔'' (مسند الإمام أحمد : 283/2، صحيح ابن حبّان : 5324)

سند زہری کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

فائدہ ②:

❁ علامہ، ابوعبداللہ، محمد بن علی بن عمر، مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي جَوَازِ الْأَكْلِ قَائِمًا .

''کھڑے ہوکر کھانے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(فتح الباري لابن حجر : 23/10)

ممانعت والی احادیث منسوخ یا تنزیہ پر محمول ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پینا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کھڑے ہوکر پینے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بتانا اور خود بھی کھڑے ہوکر پینا، نیز تابعین وائمہ دین کا اسے جائز بتانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جن احادیث میں کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا گیا ہے، وہ یا تو منسوخ ہیں یا ان سے مراد نہی تنزیہی ہے، یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا بہتر نہیں، البتہ کوئی پی لے، تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِمَّا أَنْ يَّكُونَ نَهْيَ تَنْزِيهٍ، أَوْ نَهْيَ تَحْرِيمٍ، ثُمَّ صَارَ مَنْسُوخًا .

''یا تو یہ ممانعت تنزیہی ہے یا پھر تحریمی ہے، جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔''

(السنن الکبرٰی : 282/7)

علامہ مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَمْرَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ بِالْاِسْتِقَاءِ؛ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَنَّهُ لَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ أَنْ يَّسْتَقِيءَ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے والے کو قے کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسا کرنا کسی پر فرض نہیں۔''

(فتح الباري لابن حجر : 82/10، 83)

محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں:

لَا نَرٰى بِالشُّرْبِ قَائِمًا بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا .

''ہم کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔امام ابو حنیفہ اور ہمارے اکثر فقہا کا یہی قول ہے۔''(المؤطّأ لمحمّد بن حسن، ص 375)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

الْحَقُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَلٰى مَا ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ والنَّوَوِيُّ وَالْقَارِيُّ وَالسُّيُوطِيُّ وَغَيْرُهُمْ؛ أَنَّ النَّهْيَ لِلتَّنْزِيهِ، وَالْفِعْلُ لِبَيَانِ الْجَوَازِ .

''اس مسئلہ میں حق بات وہی ہے، جو حافظ بیہقی، حافظ نووی، علامہ ملا علی قاری، حافظ سیوطی وغیرہم رحمہم اللہ نے ذکر کی ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا بیانِ جواز کے لیے تھا۔''

(التّعليق المُمَجّد على مؤطّأ محمّد، ص 375)

معلوم ہوا کہ بیٹھ کر پینا اولیٰ اور بہتر ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اصحاب صفہ کو پلانے کے لیے دودھ کا پیالہ دیا، جب پلا چکے، تو فرمایا:

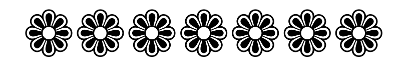
اُقْعُدْ، فَاشْرَبْ . ''بیٹھ جائیے اور نوش کیجیے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَعَدْتُّ، فَشَرِبْتُ .

''میں نے بیٹھ کر دودھ پیا۔''(صحيح البخاري : 6452)

البتہ کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں، بلکہ جائز ہے۔ اسے گناہ سمجھنا یا اسے آبِ زمزم کے ساتھ خاص کرنا نصوصِ شرعیہ اور صحابہ وتابعین وائمہ دین کے فہم کے خلاف ہے۔



غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کرنا

غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، مثلاً کلیسا (یہود کی عبادت گاہ)، کنیسا (گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ)، آتش کدہ (مجوسیوں کی عبادت گاہ)، مندر (ہندؤں کی عبادت گاہ) اور گوردوارہ (سکھوں کی عبادت گاہ) وغیرہ بنانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے کفر پر تعاون لازم آتا ہے۔

اسی طرح کفر و شرک کا باعث بننے والے مزاروں، قبوں اور مقبروں کا بھی یہی حکم ہے۔ مسلمان علاقوں میں ان کو گرادیا جائے گا۔

اگر کفار کی عبادت گاہیں مسلمانوں کی مفتوحہ زمین میں پہلے سے موجود ہوں، تو اس کے دو حکم ہیں، اگر تو اہل ذمہ سے معاہدہ تشکیل پا جائے کہ ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا، پھر وہ عبادت گاہیں باقی رکھی جائیں گی، البتہ ان کی تعمیر نو وغیرہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

اگر ان سے معاہدہ نہ ہو اور وہاں مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو جائے، تو بادشاہ مصلحت کو مدنظر رکھ کر ان معبد خانوں کو گرا بھی سکتا ہے۔ البتہ اگر مسلمانوں کے لئے یہ عمل ضرر رساں بن رہا ہو، تو ایک مدت تک انہیں باقی بھی رکھا جا سکتا ہے۔

بعض علاقے خالص مسلمانوں کے ہوتے ہیں، جن کو مسلمان ہی آباد کرتے ہیں، پھر غیر مسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگتے ہیں، جیسے اسلامی تاریخ میں بصرہ اور بغداد وغیرہ کے نام ملتے ہیں، تو وہاں اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ بناتا ہے، تو اس عبادت گاہ کو گرادیا جائے گا۔ ان میں ناقوس بجانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، شراب فروخت

کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی خنزیر کھانے کی اجازت دی جائے گی اور نہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو شرک کی دعوت دے سکتا ہے۔ ذیل میں علمائے اسلام کی تصریحات ملاحظہ کیجئے:

غیر مسلمین کی عبادت گاہوں کا حکم:

❀ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ .

(جو گرجا گھر آمد اسلام کے بعد بنائے گئے، انہیں منہدم کر دیا جائے گا اور نئے گرجے بنانے سے باز رہا جائے گا) یہ مسلمان علما کا اجماعی واتفاقی مذہب ہے۔''

(سراج الملوك، ص 138)

❀ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي لَبَيْتِ رَحْمَةٍ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَيْتِ عَذَابٍ .

''رحمت والے گھر کو عذاب والے گھر کے قریب نہیں ہونا چاہیے۔''

(الأموال للقاسم بن سلام : 263، الأموال لابن زنجويه :401، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اس قول کی وضاحت میں امام ابوعبید رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أُرَاهُ يَعْنِي الْكَنَائِسَ وَالْبِيعَ وَبُيُوتَ النِّيرَانِ، يَقُولُ : لَا يَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ مَعَ الْمَسَاجِدِ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''ان کی مراد کنیسے، گرجے اور مجوسیوں کے آتش کدے ہیں۔ یہ چیزیں مسلمانوں کے علاقوں میں اللہ کی مسجدوں کے ساتھ نہیں ہونی چاہئیں۔''

(الأموال، تحت الحديث : 263)

۞ علامہ سبکی (٧٥٦ھ) کہتے ہیں:

إِذَا أَبْقَيْنَا كَنِيسَةً فَإِنَّا نَقُولُ بِأَنْ لَا نَهْدِمَهَا ...... وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ الْإِذْنُ فِيهَا وَلَا الْتِزَامٌ بِذٰلِكَ وَلَا التَّمْكِينُ مِنْ تَرْمِيمِهَا إِذَا شُعِّثَتْ وَلَا إِعَادَتُهَا إِذَا خَرِبَتْ، كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَرِدْ بِهِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ مَعَ أَنَّهُ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ فَلَا يُمْكِنُ مِنْهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْمُحَرَّمَاتِ أَنَّهُمْ مَمْنُوعُونَ مِنْهَا مِثْلَنَا حَتّٰى يَرِدَ دَلِيلٌ عَلَى التَّقْدِيرِ فِيهِ وَالتَّمْكِينِ مِنْهُ أَعْنِي التَّرْمِيمَ وَالْإِعَادَةَ فَكَانَ مَمْنُوعًا .

''جب ہم کوئی کنیسا باقی رکھتے ہیں، تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کنیسوں کو منہدم نہیں کرتے۔......اس سے اجازت دینا لازم نہیں آتا، نہ ان کا التزام کرنا لازم آتا ہے اور جب وہ گر رہے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کرتے اور جب وہ خراب ہو رہے ہوں، تو ان کی اصلاح نہیں کرتے، کیونکہ ایسے کسی کام پر کوئی شرعی دلیل وارد نہیں ہوئی، یہ محرمات میں سے ہے اور محرمات میں اصل ممانعت ہے۔ جب تک کہ کوئی دلیل ان کی ترمیم یا مرمت کی مل جائے، لہٰذا یہ ممنوع ہے۔''

(فتاوى السّبكي : 2/386-387)

۞ امام عمرو بن میمون بن مہران رحمہ اللہ (١٤٧ھ) بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ يُمْنَعَ النَّصَارٰى بِالشَّامِ أَنْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا، قَالَ : وَنُهُوا أَنْ يُفَرِّقُوا رُؤُوسَهُمْ وَأَمَرَ بِجَزِّ نَوَاصِيهِمْ وَأَنْ يَشُدُّوا مَنَاطِقَهُمْ، وَلَا يَرْكَبُوا عَلٰى سُرُجٍ وَلَا

يَلْبَسُوا عَصْبًا وَلَا خَزًّا وَلَا يَرْفَعُوا صُلُبَهُمْ فَوْقَ كَنَائِسِهِمْ فَإِنْ قَدَرُوا عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ فَعَلَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا بَعْدَ التَّقَدُّمِ إِلَيْهِ، فَإِنَّ سَلَبَهٗ لِمَنْ وَجَدَهٗ قَالَ : وَكَتَبَ أَنْ تُمْنَعَ نِسَاؤُهُمْ أَنْ يَرْكَبْنَ الرَّحَائِلَ .

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ نصرانیوں کو شام میں ناقوس بجانے سے منع کردیں، فرمایا: ان کو سر کی مانگ نکالنے سے منع کیا جائے گا۔ ان کے پیشانی کے بال کاٹنے کا حکم دیا، نیز حکم دیا کہ اپنی پٹیاں کس کر باندھیں، زین پر سوار نہ ہوں۔ عمامہ اور ریشم نہ پہنیں۔ اپنی صلیب گرجے کے اوپر آویزاں نہ کریں۔ تو اگر ان میں سے کوئی شخص ایسا کرے گا، اس کو اتار دیا جائے گا۔ نیز لکھا کہ ان کی خواتین کو کجاوں پر سوار ہونے سے منع کیا جائے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 19235 ، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

يَكُونُ التَّمْصِيرُ عَلٰى وُجُوهٍ ؛ فَمِنْهَا الْبِلَادُ الَّتِي يُسْلِمُ عَلَيْهَا أَهْلُهَا، مِثْلُ الْمَدِينَةِ وَالطَّائِفِ، وَالْيَمَنِ، وَمِنْهَا كُلُّ أَرْضٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا أَهْلٌ فَاخْتَطَّهَا الْمُسْلِمُونَ اخْتِطَاطًا ثُمَّ نَزَلُوهَا، مِثْلَ الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ، وَكَذٰلِكَ الثُّغُورُ، وَمِنْهَا كُلُّ قَرْيَةٍ افْتُتِحَتْ عَنْوَةً، فَلَمْ يَرَ الْإِمَامُ أَنْ يَرُدَّهَا إِلَى الَّذِينَ أُخِذَتْ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهٗ قَسَمَهَا بَيْنَ الَّذِينَ افْتَتَحُوهَا كَفِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَهْلِ خَيْبَرَ، فَهٰذِهِ أَمْصَارُ الْمُسْلِمِينَ، الَّتِي لَا حَظَّ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ فِيهَا، إِلَّا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُودَ مُعَامَلَةً لِحَاجَةِ الْمُسْلِمِينَ كَانَتْ إِلَيْهِمْ، فَلَمَّا اسْتُغْنِيَ عَنْهُمْ أَجْلَاهُمْ عُمَرُ، وَعَادَتْ كَسَائِرِ بِلَادِ الْإِسْلَامِ، فَهٰذَا حُكْمُ أَمْصَارِ الْعَرَبِ .

''شہر کئی طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ ہیں، جہاں کے باسی اسلام قبول کر لیتے ہیں، جیسے مدینہ، یمن اور طائف ہیں۔ بعض وہ زمینیں ہوتی ہیں، جن کو مسلمان آباد کرتے ہیں، جیسے کوفہ، بصرہ اور اسی طرح سرحدیں، بعض وہ بستیاں ہوتی ہیں، جن کو فتح کر لیا جاتا ہے اور ان کے باسیوں کو وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔ بادشاہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ان کو بستی واپس نہ کی جائے۔ بلکہ فاتحین کے درمیان تقسیم کر دی جاتی ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ کیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے شہر ہیں، ذمیوں کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر یہود کو دے دیا تھا، تا کہ اس سے وہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کر سکیں۔ پھر جب ان سے مستغنی ہو گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ یوں یہ دیگر اسلامی شہروں کی طرح ہو گیا۔''

(الأموال، تحت الحديث : 269)

۞ علامہ سبکی (۷۵۶ھ) کہتے ہیں:

لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ كَنِيسَةٍ فِيهَا وَكَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ إِبْقَاؤُهَا فِيهَا

عَلَى الصَّحِيحِ.

''مفتوحہ علاقوں میں نئے گرجے تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح (علامہ سبکی کی رائے کے مطابق) صحیح قول یہ ہے کہ پہلے سے موجود گرجا گھروں کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں۔''

(فتاوى السّبكي : 394/2)

❀ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْكَنَائِسِ تُهْدَمُ؟ قَالَ : لَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْهَا فِي الْحَرَّةِ.

''آپ سے کنیسوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا ان کو گرا دیا جائے گا؟ فرمایا: نہیں، البتہ مدینہ کے گرد حرہ میں اگر کوئی ہو، تو اس کو گرا دیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32984، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ سبکی کہتے ہیں:

هٰذَا مِنْ عَطَاءٍ مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا حَصَلَ صُلْحٌ عَلَيْهَا أَوْ احْتَمَلَ ذٰلِكَ.

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول اس بات پر محمول ہے کہ جب ان گرجوں کے متعلق صلح ہو جائے یا صلح کا امکان ہو۔''

(فتاوى السّبكي : 394/2)

❀ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صُولِحُوا عَلٰى أَنْ يُخْلٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النِّيرَانِ وَالْأَوْثَانِ فِي غَيْرِ الْأَمْصَارِ.

''ان سے صلح کی گئی کہ ان کے آتش کدوں اور بتوں کو شہروں کے علاوہ غیر آباد علاقوں میں باقی رکھا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32986، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عوف بن ابی جمیلہ اعرابی رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ مَعْمَرٍ أُتِيَ بِمَجُوسِيٍّ بَنٰى بَيْتَ نَارٍ بِالْبَصْرَةِ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ .

''میں عبداللہ بن عبید بن معمر کے پاس حاضر ہوا، ان کے پاس ایک مجوسی کو لایا گیا، جس نے بصرہ میں آتش کدہ بنایا تھا، تو انہوں نے مجوسی کی گردن قلم کر دی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32989، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ سبکی اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

وَجْهُ هٰذَا أَنَّ الْبَصْرَةَ كَانَتْ مَوَاتًا فَأَحْيَاهَا الْمُسْلِمُونَ وَبَنَوْهَا وَسَكَنُوهَا فَلَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ كَنِيسَةٍ فِيهَا وَلَا بَيْتِ نَارٍ فَلَمَّا أَحْدَثَ هٰذَا الْمَجُوسِيُّ بَيْتَ النَّارِ فِيهَا كَانَ نَقْضًا لِعَهْدِهٖ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ لِذٰلِكَ .

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بصرہ ایک بنجر زمین تھی، اسے مسلمانوں نے آباد کیا، تعمیر کیا اور اس میں سکونت پذیر ہوئے، لہٰذا اس میں کنیسا بنانا جائز نہیں تھا، نہ آتش کدہ بنانا جائز تھا۔ اس مجوسی نے آتش کدہ بنایا، تو یہ نقض عہد تھا، اسی لئے اس کی گردن قلم کر دی گئی۔''

(فتاوى السّبكي : 397/2)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِلْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى أَنْ يُّحْدِثُوا فِي مِصْرٍ مَصَّرَهُ الْمُسْلِمُونَ بِيعَةً وَلَا كَنِيسَةً وَّلَا يَضْرِبُوا فِيهِ بِنَاقُوسٍ إِلَّا فِيمَا كَانَ لَهُمْ صُلْحٌ، وَلَيْسَ أَنْ يُظْهِرُوا الْخَمْرَ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہود ونصاریٰ کے لئے مسلمانوں کے کسی شہر میں کوئی کلیسا یا کنیسا بنانا جائز نہیں، وہ اس میں ناقوس نہیں بجائیں گے، الا یہ کہ جہاں صلح ہوگئی ہو اور مسلمانوں کے شہروں میں سرِ عام شراب (پینا اور بیچنا) جائز نہیں۔''

(أحكام أهل المِلَل والرّدة للخلّال :346/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان حکمران کسی عیسائی کو صلح کے لیے خط لکھنا چاہے، تو اس میں یوں لکھے:

لَيْسَ لَكُمْ أَنْ تُظْهِرُوا فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ الصَّلِيبَ، وَلَا تُعْلِنُوا بِالشِّرْكِ، وَلَا تَبْنُوا كَنِيسَةً، وَلَا مَوْضِعَ مُجْتَمَعٍ لِصَلَاتِكُمْ، وَلَا تَضْرِبُوا بِنَاقُوسٍ، وَلَا تُظْهِرُوا قَوْلَكُمْ بِالشِّرْكِ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَلَا فِي غَيْرِهٖ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ....

''تم مسلمانوں کے شہروں میں صلیب آویزاں نہیں کرو گے، اعلانیہ شرک نہیں کرو گے، کنیسا تعمیر نہیں کرو گے، نہ ایسی جگہ جہاں تم جمع ہو کر نماز ادا کرسکو، ناقوس نہیں بجاؤ گے، نہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق کسی مسلمان کے سامنے شرکیہ قول کہو گے، نہ کسی اور کے متعلق۔''

(كتاب الأمّ : 209/4)

❁ لکھتے ہیں کہ مسلم حکمران کو چاہیے کہ عیسائی ذمی کو یہ ہدایات جاری کرے:

...... عَلٰی أَنْ لَا يُحْدِثُوا فِي مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ كَنِيسَةً وَلَا مُجْتَمَعًا لِضَلَالَاتِهِمْ وَلَا صَوْتَ نَاقُوسٍ وَلَا حَمْلَ خَمْرٍ وَلَا إِدْخَالَ خِنْزِيرٍ ....

''کسی شہر میں کنیسا یا اپنی گمراہیوں کی اجتماع گاہ نہ بنائیں، نہ ناقوس بجائیں، نہ شراب لائیں اور نہ اس میں خنزیر داخل کریں۔''

(کتاب الأمّ: 218/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَوْ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهٖ أَوْ بِشَيْءٍ مِنْهُ يَبْنِي بِهٖ كَنِيسَةً لِصَلَاةِ النَّصَارٰى أَوْ يَسْتَأْجِرُ بِهٖ خَدَمًا لِلْكَنِيسَةِ أَوْ يَعْمُرُ بِهِ الْكَنِيسَةَ أَوْ يَسْتَصْبِحُ بِهِ فِيهَا أَوْ يَشْتَرِي بِهٖ أَرْضًا فَتَكُونُ صَدَقَةً عَلَى الْكَنِيسَةِ وَتَعْمُرُ بِهَا أَوْ مَا فِي هٰذَا الْمَعْنٰى كَانَتِ الْوَصِيَّةُ بَاطِلَةً .

''اگر عیسائی ثلث مال کی وصیت کرے، یا کچھ مال کی وصیت کرے کہ اس سے نصرانیوں کی عبادت کے لئے کنیسا بنایا جائے گا، یا پھر اس سے کنیسا کا خادم خریدا جائے گا، یا اس سے کنیسا آباد کیا جائے گا، یا ایسی زمین خریدی جائے گی، جو کنیسا پر صدقہ ہوگی اور اس میں آبادکاری کی جائے گی یا اس معنی میں کچھ بھی ہو، تو وصیت باطل ہو جائے گی۔''

(کتاب الأمّ: 225/4)

❁ ابن ماجشون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُحْدَثُ كَنِيسَةٌ فِي بَلَدِ الْإِسْلَامِ، وَإِمَّا اِنْ كَانُوا أَهْلُ ذِمَّةٍ مُنْقَطِعِينَ عَنْ بَلَدِ الْإِسْلَامِ لَيْسَ بَيْنَهُمْ مُسْلِمُونَ، فَذٰلِكَ لَهُمْ، وَلَهُمْ اِدْخَالُ الْخَمْرِ وَكَسْبِ الْخَنَازِيرِ، وَإِمَّا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَيُمْنَعُونَ مِنْ رَمِّ كَنَائِسِهِمُ الْقَدِيمَةِ إِذَا رَثَتْ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ ذٰلِكَ شَرْطًا فِي عَهْدِهِمْ فَيُوَفّٰى لَهُمْ، وَيُمْنَعُونَ مِنَ الزِّيَادَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ.

''بلاد اسلام میں کنیسا نہیں بنایا جائے گا، ہاں اگر وہ ذمی ہوں، اسلامی شہر سے الگ رہتے ہوں، ان کے درمیان مسلمان نہ ہوں، تو اس میں ان کی مرضی ہے، وہ شراب لائیں یا خنزیر خریدیں۔ البتہ جب مسلمانوں کے درمیان رہیں تو ضروری ہے کہ پرانے کنیسے اگر ٹوٹ گئے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کی جائیگی، الا یہ کہ وہ معاہدے کی شرط ہو، تو پھر اس کو پورا کیا جائے گا، ان کو اس سے زائد بنانے سے منع کیا جائے گا، چاہے وہ زیادت ظاہری ہو یا باطنی۔''

(النّوادر والزّيادات على ما في المدوّنة للقيرواني المالكي : 376/3، الجامع لمسائل المدوّنة للصقلي : 441/15)

❀ علامہ ماوردی (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُحْدِثُوا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ بَيْعَةً وَلَا كَنِيسَةً، فَإِنْ أَحْدَثُوهَا هُدِمَتْ عَلَيْهِمْ، وَيَجُوزُ أَنْ يَبْنُوا مَا اسْتُهْدِمَ مِنْ بِيَعِهِمْ وَكَنَائِسِهِمُ الْعَتِيقَةِ.

''دارالاسلام میں نیا کلیسا یا کنیسا بنانا جائز نہیں، اگر وہ بنالیں، تو اسے منہدم کر دیا جائے گا، البتہ پرانے کلیسے یا کنیسے گر جائیں، تو وہ انہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔''

(الأحكام السّلطانية، ص 226)

❁ مزید فرماتے ہیں:

يُمْنَعُوا مِنْ إِحْدَاثِ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہود ونصاریٰ کو مسلمانوں کے شہروں میں نئے کلیسے اور گرجے بنانے سے منع کیا جائے گا۔''

(الحاوي الكبير : 320/14)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَا فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ عَنْوَةً مِنْ بِلَادِ الشِّرْكِ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُصَالَحُوا عَلَى اسْتِئْنَافِ بِيَعٍ وَكَنَائِسَ فِيهَا، فَأَمَّا مَا تَقَدَّمَ مِنْ بِيَعِهِمْ وَكَنَائِسِهِمْ، فَمَا كَانَ مِنْهَا خَرَابًا عِنْدَ فَتْحِهَا لَمْ يَجُزْ أَنْ يُعَمِّرُوهُ، لِدُرُوسِهَا قَبْلَ الْفَتْحِ، فَصَارَتْ كَالْمَوَاتِ .

فَأَمَّا الْعَامِرُ مِنَ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ عِنْدَ فَتْحِهَا، فَفِي جَوَازِ إِقْرَارِهَا عَلَيْهِمْ إِذَا صُولِحُوا وَجْهَانِ ؛

أَحَدُهُمَا : يَجُوزُ إِقْرَارُهَا عَلَيْهِمْ لِخُرُوجِهَا عَنْ أَمْلَاكِهِمُ الْمَغْنُومَةِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَلِذَلِكَ أُقِرَّتِ الْبِيَعُ وَالْكَنَائِسُ فِي بِلَادِ الْعَنْوَةِ .

وَالْوَجْهُ الثَّانِي : يَمْلِكُهَا الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِمْ، وَيَزُولُ عَنْهَا حُكْمُ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ وَتَصِيرُ مِلْكًا لَهُمْ مَغْنُومًا لَا حَقَّ فِيهَا لِأَهْلِ الذِّمَّةِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ لِمَا ابْتَنَوْهُ مِنْهَا حُرْمَةٌ فَدَخَلَتْ فِي عُمُومِ الْمَغَانِمِ .

''اہل شرک کے جو علاقے مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیے، ایسے بلاد میں نئے کلیسے اور گرجے بنانے پر صلح کرنا جائز نہیں۔ لیکن جو کنیسے پہلے سے موجود ہوں، وہ اگر پرانے ہو گئے ہوں، تو ان کی مرمت نہیں کی جائے گی۔ یہ ویران علاقے کے حکم میں ہوں گے۔ البتہ فتح کے وقت جو پرانے کنیسے یا گرجے موجود ہوں، تو اگر ان سے صلح ہو جائے، تو ان کو باقی رکھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛ ا۔ یہ معبد خانے باقی رکھے جائیں گے، کیونکہ یہ مسلمانوں کے مال غنیمت سے خارج ہیں۔ یہی صورت درست ہے۔ اسی لیے جن علاقوں کو دشواری کے ساتھ فتح کیا گیا ہے، ان میں بھی کلیسے اور کنیسے باقی رکھے گئے ہیں۔ ۲۔ ان کی ملکیت مسلمانوں کو حاصل ہو گی، ان سے گرجوں اور کنیسوں کا حکم ختم ہو جائے گا۔ یہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں شامل ہوں گے۔ ذمیوں کا ان پر کوئی حق نہیں ہو گا۔ کیونکہ اہل ذمہ کی تعمیر شدہ عمارتوں کی کوئی حرمت نہیں، لہٰذا یہ مال غنیمت میں ہی شامل ہوں گی۔''

(الحاوي الكبير : 14/321-322)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : فَقَدْ نَرٰى فِي هٰذِهِ الْأَمْصَارِ بِيَعًا وَكَنَائِسَ كَالْبَصْرَةِ

وَالْكُوفَةِ وَبَغْدَادَ، وَهُوَ مِصْرٌ إِسْلَامِيٌّ بَنَاهُ الْمَنْصُورُ .

قُلْنَا : إِنْ عَلِمْنَا أَنَّهَا أُحْدِثَتْ وَجَبَ هَدْمُهَا، وَإِنْ عَلِمْنَا أَنَّهَا كَانَتْ قَدِيمَةً فِي الْمِصْرِ قَبْلَ إِنْشَائِهِ لِأَنَّ النَّصَارٰى قَدْ كَانُوا يَبْنُونَ صَوَامِعَ، وَدِيَارَاتٍ، وَبِيَعًا فِي الصَّحَارِي يَنْقَطِعُونَ إِلَيْهَا، فَتُقَرُّ عَلَيْهِمْ، وَلَا تُهْدَمُ، وَإِنْ أَشْكَلَ أَمْرُهَا، أُقِرَّتِ اسْتِصْحَابًا، لِظَاهِرِ حَالِهَا .

''اگر کہا جائے کہ ہم ان شہروں میں کئی کلیسے اور کنیسے دیکھتے ہیں، جیسا کہ بصرہ کوفہ اور بغداد وغیرہ میں ہیں اور یہ اسلامی شہر ہیں، جن کو بادشاہ منصور نے بنایا ہے۔ ہم کہیں گے: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان کو بعد میں بنایا گیا ہے، تو ان کو گرانا واجب ہوگا اور اگر یہ شہر بسانے سے پہلے موجود تھے، کیونکہ نصرانی پادری اپنے صوامع، گرجے وغیرہ صحراؤں میں بناتے تھے اور دنیا سے کٹ کر ان میں بیٹھتے تھے۔ تو انہیں قائم رکھا جائے گا، منہدم نہیں کیا جائے گا۔ اگر ان کی تعمیر کا صحیح وقت معلوم نہ ہو سکے، تو ان کو ظاہری حالت پر قائم رکھا جائے گا، استصحاب کے طور پر۔''

(الحاوي الكبير : 321/14)

❁ قاضی ابو یعلی ابن فراء رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُحْدِثُوا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ بَيْعَةً وَلَا كَنِيسَةً، فَإِنْ أَحْدَثُوهَا هُدِمَتْ عَلَيْهِمْ .

''یہ جائز نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ دار الاسلام میں کوئی کلیسا یا کنیسا بنائیں، اگر وہ بنائیں گے، تو اسے گرا دیا جائے گا۔''

(الأحکام السّلطانیة، ص161)

❁ علامہ سبکی، علامہ رویانی (۵۰۲ھ) سے نقل کرتے ہیں:

لَوْ صَالَحَهُمْ عَلَى التَّمْكِينِ مِنْ إحْدَاثِهَا فَالْعَقْدُ بَاطِلٌ .

''اگر کوئی حاکم ان سے گرجے بنانے کی اجازت پر صلح کرلے، تو یہ عقد باطل ہوگا۔''

(فتاوی السّبکي : 405/2)

❁ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمْصَارُ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ؛ أَحَدُهَا : مَا مَصَّرَهُ الْمُسْلِمُونَ، كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ وَبَغْدَادَ وَوَاسِطَ، فَلَا يَجُوزُ فِيهِ إحْدَاثُ كَنِيسَةٍ وَلَا بِيعَةٍ وَلَا مُجْتَمَعٍ لِصَلَاتِهِمْ، وَلَا يَجُوزُ صُلْحُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ...... وَلِأَنَّ هٰذَا الْبَلَدَ مِلْكٌ لِلْمُسْلِمِينَ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبْنُوا فِيهِ مَجَامِعَ لِلْكُفْرِ، وَمَا وُجِدَ فِي هٰذِهِ الْبِلَادِ مِنْ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ، مِثْلُ كَنِيسَةِ الرُّومِ فِي بَغْدَادَ، فَهٰذِهِ كَانَتْ فِي قُرٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَأُقِرَّتْ عَلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ، الْقِسْمُ الثَّانِي : مَا فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ عَنْوَةً، فَلَا يَجُوزُ إحْدَاثُ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ فِيهِ؛ لِأَنَّهَا صَارَتْ مِلْكًا لِلْمُسْلِمِينَ ....

''مسلمانوں کے شہر تین اقسام پر ہیں : ایک وہ، جن کو مسلمانوں نے آباد کیا

ہو، جیسے بصرہ، کوفہ، بغداد اور واسط۔ ان میں کوئی کلیسا، گرجا اور ان کی اجتماعی عبادت گاہ بنانا جائز نہیں۔ ان شرائط پر صلح بھی جائز نہیں۔...... کیوں کہ یہ ملک مسلمانوں کی ملکیت ہیں۔ تو ان میں کفار کی اجتماع گاہیں بنانا جائز نہیں۔ ان ممالک میں جو کنیسے پائے جاتے ہیں، جیسا کہ بغداد میں روم کا کنیسہ، تو یہ ذمیوں کی بستیاں تھیں، سو ان کو قائم رکھا گیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس علاقے کو مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیا ہو، اس میں کلیسا یا گرجا بنانا جائز نہیں، کیوں کہ وہ اب مسلمانوں کی ملکیت ہیں۔''

(المغني : 9/354-255)

❁ علامہ سبکی، علامہ رافعی (۶۲۳ھ) سے نقل کرتے ہیں:

اَلْبِلَادُ الَّتِي أَحْدَثَهَا الْمُسْلِمُونَ كَبَغْدَادَ وَالْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ فَلَا يُمَكَّنُ أَهْلُ الذِّمَّةِ مِنْ إِحْدَاثِ بَيْعَةٍ وَكَنِيسَةٍ وَصَوْمَعَةِ رَاهِبٍ. قُلْت : ذٰلِكَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''وہ شہر، جو مسلمانوں نے آباد کیے ہیں، جیسے بغداد، کوفہ اور بصرہ، تو ذمی لوگ ان شہروں میں کوئی گرجا، کنیسا یا راہب کی عبادت گاہ نہیں بنا سکتے۔ میں (سبکی) کہتا ہوں: اس پر تو اجماع ہے، واللہ اعلم!''

(فتاوی السّبکي : 2/405)

❁ مزید نقل کرتے ہیں:

مَا فُتِحَ عَنْوَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا كَنِيسَةٌ أَوْ كَانَتْ وَانْهَدَمَتْ أَوْ هَدَمَهَا الْمُسْلِمُونَ وَقْتَ الْفَتْحِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا يَجُوزُ لَهُمْ

بِنَاؤُهَا، قُلْتُ : لَا نَعْرِفُ فِي ذَلِكَ خِلَافًا .

''جو علاقہ دشواری کے ساتھ فتح کیا جائے، اس میں اگر کنیسا نہ ہو، یا ہو مگر منہدم کر دیا گیا ہو، یا اس کو مسلمانوں نے فتح کے وقت یا بعد میں منہدم کر دیا ہو، تو اس کو بنانا جائز نہیں ہے۔ میں (سبکی) کہتا ہوں: ہمارے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(فتاوی السّبکي : 410/2)

❁ علامہ قرافی مالکی رحمہ اللہ (۶۸۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْكَنَائِسُ لَا يُمَكَّنُونَ مِنْ بِنَائِهَا فِي بَلَدٍ بَنَاهَا الْمُسْلِمُونَ أَوْ مَلَكُوهَا عَنْوَةً وَيَجِبُ نَقْضُ كَنَائِسِهَا فَإِنْ فُتِحَتْ صُلْحًا عَلٰى أَنْ يَسْكُنُوهَا بِالْخَرَاجِ وَرِقَابُ الْأَبْنِيَةِ لِلْمُسْلِمِينَ وَشَرَطُوا إِبْقَاءَ كَنِيسَةٍ جَازَ وَإِنْ شَرَطُوا الدَّارَ لَهُمْ وَعَلَيْهِمْ خَرَاجٌ وَلَا تُنْقَضُ الْكَنَائِسُ فَذٰلِكَ لَهُمْ ثُمَّ يُمْنَعُونَ مِنْ رَمِّهَا .

''نصاریٰ کو ایسے علاقوں میں کنیسے بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، جو مسلمانوں نے بنائے ہوں یا انہیں مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیا ہو، وہاں ان کے کنیسوں کو گرانا واجب ہو جاتا ہے، اگر وہ شرط یعنی صلح کے طور پر ان علاقوں میں رہیں گے، تو خراج دیں گے اور ان کی عمارات کا نظام مسلمانوں کے ہاتھ ہوگا۔ اگر وہ شرط لگائیں کہ ان کا کنیسا باقی رکھا جائے، تو جائز ہے اور اگر شرط لگائیں کہ ملکیت انہیں حاصل ہوگی اور وہ اس کے بدلے خراج دیں گے اور کنیسے گرائے نہیں جائیں گے، تو یہ بھی ان کے لئے

جائز ہے، البتہ انہیں کنیسوں کی نئی تعمیر سے روکا جائے گا۔''

(الذّخيرة: 458/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا أُحْدِثَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِنَّهٗ يَجِبُ إِزَالَتُهٗ، وَلَا يُمَكَّنُونَ مِنْ إِحْدَاثِ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ ...... وَهٰذَا مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ فِي الْأَمْصَارِ، وَمَذْهَبُ جُمْهُورِهِمْ فِي الْقُرٰى، وَمَا زَالَ مَنْ يُّوَفِّقُهُ اللّٰهُ مِنْ وُلَاةِ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ يُنْفِذُ ذٰلِكَ وَيَعْمَلُ بِهٖ .

''جو گرجے فتح کے بعد بنائے گئے ہوں، ان کو ختم کرنا واجب ہے۔ یہود ونصاریٰ کو نیا کلیسا یا کنیسا بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔...... یہ شہروں کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور جمہور کا مذہب ہے کہ بستیوں میں بھی یہی حکم ہوگا، اللہ کی توفیق سے ہمیشہ سے حکمران اس حکم کو نافذ کرتے رہے ہیں اور اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔''

(مسألة في الكنائس، ص 145-146)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے فتویٰ لیا گیا کہ کیا گرجا گھروں کو بند (سیل) کرنا مسلمانوں کی طرف سے ظلم ہوگا؟ تو شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

أَمَّا دَعْوَاهُمْ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ ظَلَمُوهُمْ فِي إِغْلَاقِهَا فَهٰذَا كِذْبٌ مُّخَالِفٌ لِّأَهْلِ الْعِلْمِ، فَإِنَّ عُلَمَاءَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ : مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَمَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ،

وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ، كَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَغَيْرِهِمْ، وَمَنْ قَبْلَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ الْإِمَامَ لَوْ هَدَمَ كُلَّ كَنِيسَةٍ بِأَرْضِ الْعَنْوَةِ كَأَرْضِ مِصْرَ وَالسَّوَادِ بِالْعِرَاقِ، وَبَرِّ الشَّامِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، مُجْتَهِدًا فِي ذٰلِكَ، وَمُتَّبِعًا فِي ذٰلِكَ لِمَنْ يَرٰى ذٰلِكَ، لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ ظُلْمًا مِّنْهُ؛ بَلْ تَجِبُ طَاعَتُهُ فِي ذٰلِكَ، وَإِنِ امْتَنَعُوا عَنْ حُكْمِ الْمُسْلِمِينَ لَهُمْ، كَانُوا نَاقِصِينَ الْعَهْدِ، وَحَلَّتْ بِذٰلِكَ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ.

”باقی رہا ان کا یہ دعوی کہ مسلمانوں نے گرجا گھروں کو سیل کر کے ظلم کیا ہے۔تو یہ جھوٹ ہے اور اہل علم کی مخالفت ہے، کیونکہ مذاہب اربعہ کے مسلمان جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہم نیز امام سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اس پر متفق ہیں کہ اگر امام دشواری کے ساتھ فتح کیے ہوئے علاقے کے سب کنیسے گرا دے، جیسے مصر اور عراق، اسی طرح شام وغیرہ۔ وہ اس میں مجتہد ہو، اپنی رائے کا پابند ہو کر ایسا کر دے، تو وہ ظالم نہیں ہوگا، بلکہ اس سلسلے میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کریں، تو ان کا معاہدہ ختم ہو جائے گا، اس سے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔“

(مسألة في الكنائس، ص 101-102)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِنَّ هَدْمَ كَنَائِسِ الْعَنْوَةِ جَائِزٌ، إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ ضَرَرٌ عَلَى الْمُسْلِمِينَ .

''دشواری سے فتح کیے گئے علاقوں میں کنیسے گرانا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کے لئے ضرر نہ ہو۔''

(مسألة في الكنائس، ص 123)

❁ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سُئِلَ عَنْ نَصْرَانِيٍّ قِسِّيسٍ بِجَانِبِ دَارِهِ سَاحَةٌ بِهَا كَنِيسَةٌ خَرَابٌ لَا سَقْفَ لَهَا وَلَمْ يَعْلَمْ أَحَدٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَقْتَ خَرَابِهَا، فَاشْتَرَى الْقِسِّيسُ السَّاحَةَ وَعَمَّرَهَا وَأَدْخَلَ الْكَنِيسَةَ فِي الْعِمَارَةِ وَأَصْلَحَ حِيطَانَهَا وَعَمَّرَهَا وَبَقِيَ يَجْمَعُ النَّصَارٰى فِيهَا وَأَظْهَرُوا شِعَارَهُمْ وَطَلَبَهُ بَعْضُ الْحُكَّامِ فَتَقَوّٰى وَاعْتَضَدَ بِبَعْضِ الْأَعْرَابِ وَأَظْهَرَ الشَّرَّ ، فَأَجَابَ :

لَيْسَ لَهُ أَنْ يُحْدِثَ مَا ذَكَرَهُ مِنْ الْكَنِيسَةِ وَإِنْ كَانَ هُنَاكَ آثَارُ كَنِيسَةٍ قَدِيمَةٍ بِبَرِّ الشَّامِ فَإِنَّ بَرَّ الشَّامِ فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ عَنْوَةً وَمَلَكُوا تِلْكَ الْكَنَائِسَ؛ وَجَازَ لَهُمْ تَخْرِيبُهَا بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّمَا تَنَازَعُوا فِي وُجُوبِ تَخْرِيبِهَا، وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُعَاوِنَهُ عَلٰى إِحْدَاثِ ذٰلِكَ وَيَجِبُ عُقُوبَةُ مَنْ أَعَانَهُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَأَمَّا الْمُحْدِثُ لِذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَإِنَّهُ فِي أَحَدِ قَوْلَيْ الْعُلَمَاءِ يُنْتَقَضُ عَهْدُهُ وَيُبَاحُ دَمُهُ وَمَالُهُ؛ لِأَنَّهُ خَالَفَ الشُّرُوطَ الَّتِي

شَرَطَهَا عَلَيْهِمْ الْمُسْلِمُونَ وَشَرَطُوا عَلَيْهِمْ أَنَّ مَنْ نَقَضَهَا فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ مِنْهَا مَا يُبَاحُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''سوال :ایک نصرانی پادری کے گھر کے نزدیک میدان تھا، جس میں ایک خراب کنیسا تھا۔اس کی چھت نہیں تھی،اس کے خراب ہونے کا کسی مسلمان کو پتہ نہیں تھا۔تو پادری نے وہ میدان خرید کراس کو آباد کر دیا اور کنیسا کو عمارت میں داخل کر دیا،اس کی دیواروں کو درست کیا اوراس میں آبادکاری کی،نصرانی اس میں جمع ہوکر اپنے شعار بلند کرنے لگے،اس کو بعض حکام نے بلوایا تو وہ قوت کا مظاہرہ کرنے لگا،بعض اعرابیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور شر کا اظہار کرنے لگا۔تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیا:

پادری کے لئے یہاں کنیسا بنانا جائز نہیں، اگر چہ اس میں پرانے کنیسے کے آثار موجود ہوں، کیوں کہ یہ شام کی خشک زمین پر ہے اوراس کو مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیا تھا، یہ ان کی ملکیت تھی۔تو مسلمانوں کے لئے ان کنیسوں کو ختم کرنا جائز تھا، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگر چہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس کو گرانا واجب ہے یا نہیں۔کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس پادری کی معاونت کرے، جو ایسا کرے گا اس پر عقوبت واجب ہوگی۔ اگر یہ کام کرنے والا کوئی ذمی ہوگا،تو علما کے ایک قول کے مطابق اس کا عہد ختم ہو جائے گا،اس کا خون اور مال مباح ہو جائے گا۔کیوں کہ اس نے ان شرائط کی مخالفت کی ہے، جو مسلمانوں نے اس پر عائد کی ہیں۔مسلمانوں نے ان پر شرط لگائی تھی کہ جس نے عہد توڑ دیا اس پر وہ سب احکام لاگو ہوں گے، جو اہل

حرب پر ہوتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاوی: 647/28)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

يُمْنَعُ أَهْلُ الذِّمَّةِ مِنْ ابْتِدَاءِ إِحْدَاثِ كَنِيسَةٍ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ وَلَا يُمْنَعُونَ مِنْ اسْتِدَامَتِهَا .

''ذمیوں کو دارالاسلام میں نیا کنیسا بنانے سے منع کیا جائے گا، البتہ پہلے کنیسے کو باقی رکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔''

(إعلام المؤقعين عن ربّ العالمين: 246/2)

❁ علامہ سبکی (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ بِنَاءَ الْكَنِيسَةِ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا تَرْمِيمُهَا وَكَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ : لَوْ وَصّٰى بِبِنَاءِ كَنِيسَةٍ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ؛ لِأَنَّ بِنَاءَ الْكَنِيسَةِ مَعْصِيَةٌ وَكَذَا تَرْمِيمُهَا وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْمُوَصِّي مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا، وَكَذَا لَوْ وَقَفَ عَلٰى كَنِيسَةٍ كَانَ الْوَقْفُ بَاطِلًا مُسْلِمًا كَانَ الْوَاقِفُ أَوْ كَافِرًا فَبِنَاؤُهَا وَإِعَادَتُهَا وَتَرْمِيمُهَا مَعْصِيَةٌ مُسْلِمًا كَانَ الْفَاعِلُ لِذٰلِكَ أَوْ كَافِرًا هٰذَا شَرْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''کنیسا بنانا یا اس کی مرمت کرنا بالا جماع حرام ہے۔ فقہاء کہتے ہیں: اگر کوئی شخص کنیسا بنانے کی وصیت کرے، تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ کنیسا

بنانا یااس کی مرمت کرنا معصیت ہے۔تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وصیت کرنے والا مومن ہو یا کافر ہو،اسی طرح کنیسہ کے لئے وقف باطل ہوگا،ایسا کرنے والا خواہ مسلمان ہو یا کافر۔اسی طرح کنیسا بنانا،اس کی مرمت کرنا وغیرہ بھی حرام ہے،ایسا کرنے والا چاہے مسلمان ہو یا کافر۔''

(فتاوى السّبكي : 369/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ قَطُّ شَرْعٌ يُسَوِّغُ فِيهِ لِأَحَدٍ أَنْ يَبْنِيَ مَكَانًا يَكْفُرُ فِيهِ بِاللّٰهِ فَالشَّرَائِعُ كُلُّهَا مُتَّفِقَةٌ عَلٰى تَحْرِيمِ الْكُفْرِ وَيَلْزَمُ مِنْ تَحْرِيمِ الْكُفْرِ تَحْرِيمُ إِنْشَاءِ الْمَكَانِ الْمُتَّخَذِ لَهُ وَالْكَنِيسَةُ الْيَوْمَ لَا تُتَّخَذُ إِلَّا لِذٰلِكَ وَكَانَتْ مُحَرَّمَةً مَعْدُودَةً مِنْ الْمُحَرَّمَاتِ فِي كُلِّ مِلَّةٍ، وَإِعَادَةُ الْكَنِيسَةِ الْقَدِيمَةِ كَذٰلِكَ؛ لِأَنَّهَا إِنْشَاءُ بِنَاءٍ لَهَا وَتَرْمِيمُهَا أَيْضًا كَذٰلِكَ؛ لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْ الْحَرَامِ وَلِأَنَّهُ إِعَانَةٌ عَلَى الْحَرَامِ فَمَنْ أَذِنَ فِي حَرَامٍ وَمَنْ أَحَلَّهُ فَقَدْ أَحَلَّ حَرَامًا .

''ایسی کوئی شریعت کبھی نہیں رہی کہ جس میں کسی شخص کے لئے ایسا مکان بنانا جائز رکھا گیا ہو،جس مکان میں اللہ کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہو،تمام شریعتوں کا اتفاق ہے کہ کفر کرنا حرام ہے۔تو کفر کے حرام ہونے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ایسا مکان نہ بنایا جائے ،جس میں کفر ہو رہا ہو،تو آج کل کنیسے کفر کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں۔یہ حرام ہیں اور ہر ملت میں حرام سمجھے جاتے رہے ہیں۔

اسی طرح پرانے کنیسے کو دوبارہ بنانے اور ان کی مرمت کا بھی یہی حکم ہے۔ کیوں کہ یہ حرام کا جزو اور حرام کام پر تعاون ہے۔ جو اس کی اجازت دے گا، حرام کا مرتکب ہوگا اور جو اسے حلال سمجھے گا، اس نے گویا حرام کو حلال سمجھ لیا۔''

(فتاوی السّبکي : 370/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

إِنَّمَا اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِي كَوْنِهِمْ يُمْنَعُونَ مِنَ التَّرْمِيمِ وَالْإِعَادَةِ أَوْ لَا يُمْنَعُونَ فَالَّذِي يَقُولُ لَا يُمْنَعُونَ لَا يَقُولُ بِأَنَّهُمْ مَأْذُونٌ لَهُمْ وَلَا أَنَّهُ حَلَالٌ لَهُمْ جَائِزٌ .

''فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ کنیسے کی مرمت اور اعادہ سے منع کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا؟ تو جو کہتے ہیں کہ منع نہیں کیا جائے گا، وہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان کے لئے یہ جائز ہیں۔''

(فتاوی السّبکي : 370/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا أُحْدِثَ مِنْهَا بَعْدَ الْفَتْحِ فَهُوَ مُنْهَدِمٌ بِالْإِجْمَاعِ فِي الْأَمْصَارِ، وَكَذَا فِي غَيْرِ الْأَمْصَارِ خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ، وَكُلُّ مَا كَانَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَبَعْدَ النَّسْخِ وَالتَّبْدِيلِ هُوَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ الْفُقَهَاءُ فِي تَقْرِيرِهِ إِذَا شُرِطَ يَجُوزُ الشَّرْطُ وَكُلُّ مَا كَانَ قَبْلَ النَّسْخِ وَالتَّبْدِيلِ لَمْ أَرَ لِلْفُقَهَاءِ فِيهِ كَلَامًا .

''فتح کے بعد جو بھی کنیسا وغیرہ بنایا جائے گا، اس کو بالا جماع منہدم کر دیا جائے گا، شہروں میں ہو یا دیہاتوں میں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ سب کا یہی مذہب ہے اور جو کنیسے منسوخیت کے بعد بنائے گئے ہوں، البتہ شہر فتح ہونے سے پہلے موجود ہوں، تو اس بارے میں فقہا نے کلام کیا ہے کہ مفتوحین ان کو باقی رکھنے کی شرط لگالیں، تو اس شرط کا پاس رکھنا ضروری ہے۔ جو کنیسے منسوخیت سے پہلے موجود ہیں، ان کے متعلق فقہا کا کوئی کلام میں نے نہیں سنا۔''

(فتاوی السّبكي : 370/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا جَرَتْ أَحْكَامُ الْإِسْلَامِ وَإِنِ انْفَرَدَ فِيهِ الْكُفَّارُ فَلَا وَجْهَ لِإِحْدَاثِ كَنِيسَةٍ فِيهِ أَصْلًا .

''جس علاقے میں اسلام نافذ ہو چکا ہو، اب اگر چہ وہاں صرف کفار ہی رہتے ہوں، وہاں نیا گرجا گھر بنانا قطعاً جائز نہیں۔''

(فتاوی السّبكي : 413/4)

❁ اسی طرح فرماتے ہیں:

قَدْ عَرَّفْتُكَ أَنَّ أَصْلَ الْكَنَائِسِ عَلَى الْمَنْعِ لِأَنَّهَا مِنَ الْمُنْكَرَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ فَمَنِ ادَّعٰى جَوَازَ التَّقْرِيرِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْهَا هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَى الدَّلِيلِ، وَنَحْنُ إِنَّمَا نَذْكُرُ مَا نَذْكُرُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ وَالشُّرُوطِ تَأْكِيدًا .

''میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ کنیسوں میں اصل ممانعت ہے، کیوں کہ یہ حرام

ہیں، جو ان کے جواز کا دعوی کرتا ہے، تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی، ہم نے احادیث و آثار اور شروط تاکید کے لئے ذکر کر دیئے ہیں۔''

(فتاوى السّبكي : 387/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْكَنَائِسَ الْحَادِثَةَ فِي الْإِسْلَامِ لَا تَبْقٰى فِي الْأَمْصَارِ إِجْمَاعًا وَلَا فِي الْقُرٰى عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ، وَقَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ بِإِبْقَائِهَا فِي الْقُرٰى بَعِيدٌ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ .

''نئے کنیسے جو آمد اسلام کے بعد بنائے گئے ہیں، شہروں میں باقی نہیں رکھے جائیں گے، اس پر اجماع ہے۔ اسی طرح بستیوں میں بھی اکثر علما کے نزدیک قائم نہیں رکھے جائیں گے، امام ابو حنیفہ کا قول جو ان کو باقی رکھنے کا ہے، بعید ہے، اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔''

(فتاوى السّبكي : 388/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا هُوَ الْحَقُّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَا قَدَّمْت مِنْ أَنَّهٗ مَعْصِيَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَنَا أَنْ نُمَكِّنَهُمْ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ .

''ان شاء اللہ یہی حق بات ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ یہ معصیت ہے، تو ہمارے لئے حلال نہیں ہے کہ ہم ان کو بغیر کسی شرط کے ایسا مکان بنانے کی اجازت دیں۔''

(فتاوى السّبكي : 415/2)

❁ علامہ دمامینی مالکی رحمہ اللہ (۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي بِهِ الْفَتْوٰى عِنْدَ الْمَالِكِيَّةِ : أَنَّ لِأَهْلِ الْعَنْوَةِ إِحْدَاثَ كَنِيسَةٍ إِنْ شُرِطَ لَهُمْ ذٰلِكَ، وَإِلَّا فَلَا .

''مالکیہ کا فتوی یہ ہے کہ جو علاقہ دشواری کے ساتھ فتح کیا جائے، اس میں نیا کلیسا تب بنایا جائے گا، جب ان سے صلح کی شرط میں شامل ہو، اگر نہ ہو، تو پھر نہیں۔''

(مصابيح الجامع : 134/2)

❁ علامہ زکریا بن محمد انصاری شافعی رحمہ اللہ (۹۲۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوَقْفُ عَلَى الْكَنَائِسِ الَّتِي لِلتَّعَبُّدِ لَمْ يَصِحَّ وَلَوْ كَانَ الْوَقْفُ مِنْ ذِمِّيٍّ لِأَنَّهٗ أَعَانَةٌ عَلٰى مَعْصِيَةٍ، وَسَوَاءٌ فِيهِ إِنْشَاءُ الْكَنَائِسِ وَتَرْمِيمُهَا، مَنَعْنَا التَّرْمِيمَ، أَوْ لَمْ نَمْنَعْهُ .

''کنیسے جو عبادت کے لئے بنائے جاتے ہیں، وہاں وقف کرنا جائز نہیں، اگر چہ ذمی ہی وقف کرے، کیوں کہ یہ معصیت پر تعاون ہے، اس معصیت میں نیا کنیسا بنانا یا اس کی مرمت کرنا دونوں شامل ہے، خواہ ہم نے مرمت سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔''

(أسنَى المَطالب : 460/2)

احناف اور غیر مسلم عبادت گاہیں:

❁ امام محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي أَنْ يَتْرُكُوا أَنْ يَبْنُوا بِيعَةً وَّلَا كَنِيسَةً وَّلَا بَيْتَ نَارٍ فِي مِصْرٍ

مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا فِي غَيْرِ مِصْرٍ مِنْ دَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ كَانَ لَهُمْ كَنِيسَةٌ أَوْ بِيعَةٌ أَوْ بَيْتُ نَارٍ فَصُولِحُوا عَلَيْهِ فَكَانَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ مِصْرٍ تُرِكَ ذٰلِكَ لَهُمْ، وَإِنِ انْهُدِمَ ذٰلِكَ تُرِكُوا أَنْ يُعِيدُوهُ، وَإِنِ اتَّخَذَ الْمُسْلِمُونَ فِي ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ مِصْرًا أَخَذُوا وَهُدِمَتْ بِيَعُهُمْ وَكَنَائِسُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ، وَتُرِكُوا أَنْ يَبْنُوا مِثْلَهَا فِي غَيْرِ الْمِصْرِ، وَبِهٰذَا الْقَوْلِ نَأْخُذُ.

''اہل کتاب کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ مسلمانوں کے شہروں یا بستیوں میں کوئی کلیسا، کنیسا یا آتش کدہ بناتے پھریں، اگر ان کا کوئی کلیسا، کنیسا یا آتش کدہ پہلے سے موجود ہو، پھر اس پر صلح ہوجائے اور وہ کسی بستی میں ہو، تو اس کلیسے، کنیسے یا آتش کدے کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر وہ منہدم ہو چکا ہو، تو اس کو دوبارہ نہیں بنا سکتے۔ اگر مسلمان اس جگہ کوئی شہر بنا لیں، تو ان کے کلیسے اور گرجے اس جگہ سے گرا دیئے جائیں گے اور وہ اگر شہر کے سوا کہیں پر ایسی چیز بنائیں، تو ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا، ہم اسی قول پر فتوی دیتے ہیں۔''

(كتاب الأصل: 550/7)

❁ علامہ نسفی (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُحْدَثُ بِيعَةٌ وَلَا كَنِيسَةٌ فِي دَارِنَا.

''کوئی کلیسا یا کنیسا ہمارے ممالک میں نہیں بنایا جائے گا۔''

(كنز الدّقائق، ص 385)

❁ فقہ حنفی میں ہے:

أَمْصَارُ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ؛ أَحَدُهَا : مَا مَصَّرَهُ الْمُسْلِمُونَ مِنْهَا، كَالْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ وَبَغْدَادَ وَوَاسِطٍ، فَلَا يَجُوزُ فِيهَا إِحْدَاثُ بِيعَةٍ، وَلَا كَنِيسَةٍ وَّلَا مُجْتَمَعٍ لِصَلَوَاتِهِمْ وَلَا صَوْمَعَةٍ، بِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا يَمْلِكُونَ فِيهِ شُرْبَ الْخَمْرِ وَاتِّخَاذَ الْخِنْزِيرِ وَضَرْبَ النَّاقُوسِ.

وَثَانِيهَا : مَا فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ عَنْوَةً، فَلَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ شَيْءٍ فِيهَا بِالْإِجْمَاعِ، وَمَا كَانَ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ هَدْمُهُ، وَلَوْ وَقَعَ الصُّلْحُ مُطْلَقًا لَا يَجُوزُ الْإِحْدَاثُ وَلَا يَتَعَرَّضُ لِلْقَدِيمَةِ، وَيُمْنَعُونَ مِنْ ضَرْبِ النَّاقُوسِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَاتِّخَاذِ الْخِنْزِيرِ بِالْإِجْمَاعِ.

''مسلمانوں کے شہر تین طرح کے ہوتے ہیں: جن کو مسلمانوں نے آباد کیا ہو، جیسے کوفہ، بصرہ، بغداد اور واسط ہوئے۔ ان میں نیا گرجا یا کنیسا بنانا جائز نہیں۔ اسی طرح کفار کی عبادت گاہ نہیں بنائی جائے گی۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ اس شہر میں شراب، خنزیر کا کام نہیں کریں گے اور ناقوس نہیں بجائیں گے۔ دوسری قسم کے شہر وہ ہیں، جن کو مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیا ہو، اس میں بالاجماع کوئی نیا کلیسا یا کنیسا بنانا جائز نہیں۔ جو اس میں پہلے سے موجود ہو، تو اس کو گرا دیا جائے گا۔ اگر مطلق طور پر صلح ہو جائے، تو نیا کنیسا بنانا جائز نہیں ہوگا اور پرانا گرانا جائز نہیں ہوگا، ان کو ناقوس بجانے سے منع کیا جائے گا، شراب سے روکا جائے اور خنزیر پالنے کی اجازت نہیں ہوگی، اس پر اجماع ہے۔''

(البِناية شرح الهداية للعيني : 256/7، البحر الرّائق لابن نجيم : 121/5)

❁ درمختار میں ہے:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُحْدِثَ بِيعَةً، وَلَا كَنِيسَةً وَلَا صَوْمَعَةً، وَلَا بَيْتَ نَارٍ، وَلَا مَقْبَرَةً وَلَا صَنَمًا حَاوِيٌّ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ وَلَوْ قَرْيَةً .

''جائز نہیں ہے کہ کوئی کلیسا یا کنیسا یا راہب کے رہنے کی جگہ یا آتش کدہ یا مقبرہ بنایا جائے ، نہ ہی دارالاسلام میں کوئی بت باقی رکھا جائے گا، اگر چہ وہ بستی ہی کیوں نہ ہو۔''(الدُّرُّ المختار : 202/4)

❁ علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ كَنِيسَةٍ فِي الْقُرٰى وَمَنْ أَفْتَى بِالْجَوَازِ فَهُوَ مُخْطِءٌ وَيُحْجَرُ عَلَيْهِ .

''بستیوں میں بھی نیا کنیسا بنانے کی اجازت نہیں ہے، جواس کے جواز کا فتوی دیتا ہے، وہ مخطی ہے،اس کا فتوی چھوڑ دیا جائے گا۔''

(فتاویٰ شامی:202/4)

الحاصل:

اہل علم کا اتفاق ہے کہ اسلامی ریاست میں اہل کتاب کی عبادت گاہیں تعمیر کرنا ناجائز اورحرام ہے۔اس میں دو مسلمانوں کا بھی اختلاف نہیں۔اسلامی مملکت میں گوردواروں اور مندروں کی تعمیر کی اجازت تو کجا،انہیں گرانا واجب ہے۔

عزل کی شرعی حیثیت

حمل کے ڈر سے مادہ تولید کو باہر خارج کرنا عزل کہلاتا ہے۔عزل ایک مباح اور جائز عمل ہے،عزل کے سلسلے میں متفرق روایات وارد ہوئی ہیں،بعض کا تعلق اس کے جواز سے ہے،بعض روایات سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عزل سے منع کیا گیا ہے،لیکن وہ گفتگو ایک خاص زاویے سے کی گئی ہے۔

① سیدہ جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي أُنَاسٍ وَّهُوَ يَقُولُ : لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ، فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ، فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ، فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا، ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ذَلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ .

”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی، چند لوگ اور موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ارادہ تھا کہ میں خواتین کو دوران حمل بچوں کو دودھ پلانے سے منع کردوں، پھر میں نے دیکھا کہ اہل فارس وروم اپنے بچوں کو دوران حمل دودھ پلاتے ہیں اور انہیں کچھ نقصان نہیں دیتا۔پھر صحابہ نے عزل سے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو بچے کو خفیہ طور پر دفن کرنے کے

مترادف ہے۔‘‘(صحیح مسلم : 1442)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ قَالُوا : إِنَّ الْيَهُودَ تَزْعُمُ أَنَّ الْعَزْلَ هِيَ الْمَوْؤُدَةُ الصُّغْرٰى قَالَ : كَذَبَتِ الْيَهُودُ .

’’رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا، کہنے لگے کہ یہودیوں کے خیال میں عزل کرنا بچے کو زندہ دفن کرنے کی ایک چھوٹی صورت ہے۔تو آپ نے فرمایا: یہود غلط کہتے ہیں۔‘‘

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 230/7، وسندهٗ حسنٌ)

③ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ .

’’ہم عہد نبوی میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا۔‘‘

(صحيح البخاري : 5209، صحيح مسلم : 1440)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

لَوْ كَانَ شَيْئًا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ .

’’اگر کوئی قابل ممانعت چیز ہوتی،تو رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے منع کر دیتے۔‘‘

❁ یہ الفاظ بھی ہیں:

فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَنْهَنَا .

’’یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی،تو آپ نے اس سے منع نہیں کیا۔‘‘

④ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّ عِنْدِي جَارِيَةً لِي، وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ ذٰلِكَ لَنْ يَمْنَعَ شَيْئًا أَرَادَهُ اللّٰهُ قَالَ : فَجَاءَ الرَّجُلُ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ الْجَارِيَةَ الَّتِي كُنْتُ ذَكَرْتُهَا لَكَ حَمَلَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ .

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : میرے پاس ایک لونڈی ہے، میں اس سے عزل کرتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے وہ چیز رک تو نہیں جائے گی، جس کا اللہ نے ارادہ کرلیا ہے۔ پھر ایک شخص آیا، کہنے لگا: اللہ کے رسول! جس لونڈی کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا، حاملہ ہوگئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

(صحیح مسلم : 1439)

یہ روایات بظاہر متعارض لگ رہی ہیں، لیکن علمائے اعلام نے ان کے درمیان بایں صورت تطبیق دی ہے۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) اس طرف گئے ہیں کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی طور پر یہود کے مذہب کے مطابق فتوی دے دیا ہو، لیکن پھر جب اللہ نے آپ پر حقیقت منکشف کی ہو، تو پھر آپ نے دوسری بات کہی ہو:

ثُمَّ أَعْلَمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِكَذِبِهِمْ وَأَنَّ الْأَمْرَ فِي الْحَقِيقَةِ بِخِلَافِ ذٰلِكَ .

''پھر اللہ نے آپ کو یہود کے جھوٹ کے متعلق بیان کر دیا کہ اصل معاملہ اس کے خلاف ہے۔''(مشکل الآثار : 172/5)

دیگر ائمہ کا ماننا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کا رد ایک خاص جہت سے کیا ہے، **یعنی** وہ لوگ سمجھتے تھے کہ عزل کرنا حقیقی طور پر ہی زندہ درگور کرنے جیسا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو خطا ٹھہرایا، البتہ عزل کرنے والے کی نیت کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس چیز کو زندہ درگور کرنے والے عمل سے تشبیہ دی ہے۔

۞ **علامہ ابن قیم** رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْیَهُودُ ظَنَّتْ أَنَّ الْعَزْلَ بِمَنْزِلَةِ الْوَأْدِ فِي إِعْدَامِ مَا انْعَقَدَ بِسَبَبِ خَلْقِهٖ فَكَذَّبَهُمْ فِي ذٰلِكَ، وَأَخْبَرَ أَنَّهٗ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَهٗ مَا صَرَفَهٗ أَحَدٌ، وَأَمَّا تَسْمِيَتُهٗ وَأْدًا خَفِيًّا فَلِأَنَّ الرَّجُل إِنَّمَا يَعْزِل عَنِ امْرَأَتِهٖ هَرَبًا مِّنَ الْوَلَدِ وَحِرْصًا عَلٰى أَنْ لَّا يَكُونَ، فَجَرٰى قَصْدَهٗ وَنِيَّتَهٗ وَحِرْصَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ مَجْرٰى مَنْ أَعْدَمَ الْوَلَدَ بِوَأْدِهٖ لٰكِنَّ ذَاكَ وَأْدٌ ظَاهِرٌ مِنَ الْعَبْدِ فِعْلًا وَّقَصْدًا، وَّهٰذَا وَأْدٌ خَفِيٌّ لَّهٗ إِنَّمَا أَرَادَهٗ وَنَوَاهُ عَزْمًا وَّنِيَّةً فَكَانَ خَفِيًّا .

''یہود کا خیال ہے کہ عزل زندہ درگور کرنے کی طرح ہے، وہ اس طرح کہ عزل سے بھی وہ تمام امور معدوم ہو جاتے ہیں، جو پیدائش سے منعقد ہوتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں یہود کو مخطی ٹھہرایا، نیز فرمایا کہ اگر اللہ نے اس کی تخلیق کا ارادہ کیا ہو، تو اسے پیدا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا اور جو آپ ﷺ نے عزل کو مخفی طور پر زندہ درگور کرنا کہا ہے، تو یہ اس لئے ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے بھاگتا ہے، کہ بچہ پیدا نہ ہو جائے اور چاہتا ہے کہ ایسا نہ ہو،

تو وہ اپنی نیت اور حرص میں اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے، جو اپنے بچے کو زندہ درگور کر کے ختم کر دیتا ہے۔ لیکن یہ عملاً زندہ درگور کرنا ہے اور دوسرا مخفی، کیونکہ اس نے ایک ارادہ کیا تھا، جس کو مخفی کہہ دیا گیا۔''

(تهذيب السّنن : 85/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

جَمَعُوا أَيْضًا بَيْنَ تَكْذِيبِ الْيَهُودِ فِي قَوْلِهِمُ الْمَوْؤُودَةُ الصُّغْرٰى وَبَيْنَ إِثْبَاتِ كَوْنِهٖ وَأْدًا خَفِيًّا فِي حَدِيثِ جُذَامَةَ بِأَنَّ قَوْلَهُمُ الْمَوْؤُودَةُ الصُّغْرٰى يَقْتَضِي أَنَّهٗ وَأْدٌ ظَاهِرٌ لٰكِنَّهٗ صَغِيرٌ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى دَفْنِ الْمَوْلُودِ بَعْدَ وَضْعِهٖ حَيًّا فَلَا يُعَارِضُ قَوْلُهٗ إِنَّ الْعَزْلَ وَأْدٌ خَفِيٌّ فَإِنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ فِي حُكْمِ الظَّاهِرِ أَصْلًا فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ حُكْمٌ وَّإِنَّمَا جَعَلَهٗ وَأْدًا مِّنْ جِهَةِ اشْتِرَاكِهِمَا فِي قَطْعِ الْوِلَادَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : قَوْلُهُ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَرَدَ عَلٰى طَرِيقِ التَّشْبِيهِ لِأَنَّهٗ قَطَعَ طَرِيقَ الْوِلَادَةِ قَبْلَ مَجِيئِهٖ فَأَشْبَهَ قَتْلَ الْوَلَدِ بَعْدَ مَجِيئِهٖ .

''یہود نے کہا کہ عزل ''چھوٹا زندہ درگور'' کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو خطا قرار دیا، پھر آپ ﷺ نے حدیث جذامہ میں بیان کیا کہ عزل مخفی طور پر زندہ درگور کرنا ہے۔ تو محدثین نے ان دونوں میں بایں صورت تطبیق دی ہے کہ یہود نے چھوٹا زندہ درگور کرنے کا نظریہ یہ ہے کہ وہ اسے عملا زندہ درگور

کرنے سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اس کی شناعت اس لئے کم سمجھتے ہیں بچہ زندہ پیدا ہو جانے کے بعد دفن کرنا بہر حال بڑا گناہ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو مخفی زندہ درگور کرنے کا ارشاد فرمایا ہے، تو یہ ایک دوسرے جہت سے ہے، وہ جہت یہ ہے کہ عملاً زندہ درگور کرنے والا اور عزل کرنے والا اس حد تک ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں کہ وہ اولاد نہیں چاہتے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تشبیہ دی ہے، جیسے یہ شخص بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی پیدائش کے طریقے کو ختم کر دیتا ہے۔ تو اس کی مشابہت اس شخص سے ہوگی، جو بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے قتل کر دیتا ہے۔'' (فتح الباري : 309/9)

دیگر احادیث و آثار کا دراسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل اسلام میں ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ البتہ اس حد تک رسول اللہ ﷺ نے اظہار کیا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں، کیوں کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ تو بھلے آپ عزل کرتے رہیں، بچہ ہونا ہوگا، تو ہو کر رہے گا۔ البتہ اس سے منع بھی نہیں کیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَشَارَ إِلٰى أَنَّهٗ لَمْ يُصَرِّحْ لَهُمْ بِالنَّهْيِ وَإِنَّمَا أَشَارَ أَنَّ الْأَوْلٰى تَرْكُ ذٰلِكَ لِأَنَّ الْعَزْلَ إِنَّمَا كَانَ خَشْيَةَ حُصُولِ الْوَلَدِ فَلَا فَائِدَةَ فِي ذٰلِكَ لِأَنَّ اللّٰهَ إِنْ كَانَ قَدَّرَ خَلْقَ الْوَلَدِ لَمْ يَمْنَعِ الْعَزْلُ ذٰلِكَ فَقَدْ يَسْبِقُ الْمَاءُ وَلَا يَشْعُرُ الْعَازِلُ فَيَحْصُلُ الْعُلُوقُ وَيَلْحَقُهُ الْوَلَدُ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَى اللّٰهُ .

''اس میں اشارہ ہے کہ آپ نے صریح طور پر منع نہیں کیا اور اشارہ کیا ہے کہ

عزل کو ترک کر دینا بہر حال اولیٰ ہے، کیونکہ عزل اولاد کے حصول کے ڈر سے ہوتا ہے تو اس میں فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے اگر اولاد کا لکھ دیا ہے تو عزل اس سے منع نہیں کرتا، کبھی منویہ پہلی گر جاتی ہے اور عزل کرنے والے کو علم نہیں ہو پاتا، تو وہ نطفہ چمٹ جاتا ہے۔ پھر بچہ بن جاتا ہے، تو اللہ کی تقدیر کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔'' (فتح الباري : 307/9)

رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث اس معنی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عزل کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

لَا ، عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَاكُمْ ، فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ .

''نہیں، ایسا کام نہ کیا کرو، اولاد تو تقدیر سے ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 2229 ، صحيح مسلم : 1438 ، واللّفظ لهٗ)

❁ ایک روایت میں ہے:

أَصَبْنَا سَبْيًا، فَكُنَّا نَعْزِلُ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : أَوَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ ـقَالَهَا ثَلَاثًاـ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ .

''ہمیں جنگ میں لونڈیاں ملیں، ہم عزل کیا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ سے ہم نے سوال کیا: آپ نے پوچھا، کیا آپ ایسا کرتے ہو؟ تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا: قیامت تک جس جان نے آنا ہے، اس نے آ کر رہنا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5210 ، صحيح مسلم : 1438)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا، میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کہنے لگا: میں اپنی بیوی کے بچے یا اولاد پر شفقت کرتا ہوں، تو فرمایا: اگر یہ چیز بچے کو نقصان دیتی ہوتی، تو فارسیوں اور رومیوں کو نقصان دیتی، زہیر اپنی روایت میں کہتے ہیں: اگر ایسا ہے تو نہ کریں، کیونکہ یہ چیز فارس وروم کو نقصان نہیں دیتی۔''

(صحیح مسلم: 1443)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ الْعَزْلِ مِنْ غَيْرِ إِثْمٍ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ عزل جائز ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

(كشف المُشكل من حديث الصّحيحين: 4/489)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ جات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عموما عزل کا جواز منقول ہوا ہے۔

❀ عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْعَزْلِ فَلَمْ يَرَ بِهٖ بَأْسًا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عزل کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا۔''

(حديث عليّ بن حجر السّعدي: 302، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی عزل کیا کرتے تھے۔

(مؤطإ الإمام مالك: 595/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے عزل کے متعلق پوچھا گیا،تو فرمایا:

كُنَّا نَكْرَهُهٗ حَتّٰى أَتَانَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ .

''ہم عزل کو ناپسند کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تشریف لائے (انہوں نے عزل کو جائز قرار دیا)۔''

(مسند عليّ بن الجعد : 2894، وسندهٗ حسنٌ)

عزل کی کراہت:

اس سلسلہ میں دو اقوال ملتے ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَعْزِلُ، وَكَانَ يَكْرَهُ الْعَزْلَ .

''وہ عزل نہیں کرتے تھے، بلکہ عزل کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مؤطإ الإمام مالك : 595/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عزل کے متعلق فرمایا:

ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ . ''یہ مخفی طور پر زندہ درگود کرنے کے مترادف ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 2223، وسندهٗ حسنٌ)

ان اقوال سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ عزل کو مکروہ خیال کرتے تھے۔لیکن کیا وہ شرعا اسے مکروہ سمجھتے تھے یا ان کی طبیعت کی ناپسندیدگی اس کی وجہ تھی،اس سلسلہ میں بہر حال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے اسی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ عزل کرنے سے کچھ منفعت نہیں ہے، کیوں کہ جس بچے نے پیدا ہونا ہے، وہ تو پیدا ہو کر رہے گا۔ بلاشبہ شریعت نے اس کا جواز پیش کیا ہے،لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مناسب نہیں۔

ایک لمبے عرصہ تک عزل کرنے سے مرد یا بیوی کو اعصابی تناؤ بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ عزل میں فطری لذت مفقود ہوتی ہے۔

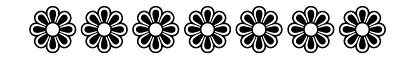
منصوبہ بندی:

عزل منصوبہ بندی کا فطری طریقہ ہے۔ اس سے منصوبہ بندی کے غیر فطری طریقوں سے بچا جاسکتا ہے۔

منصوبہ بندی کے لیے گولیوں کا استعمال یا انجکشن لگوایا جاتا ہے۔ اس سے عورت کے ہارمونز خراب ہوجاتے ہیں، جن کی وجہ سے چھاتیوں میں دودھ کی نالیوں میں سوزش آجاتی ہے۔ حیض بند ہونے کی وجہ سے عورت تبخیر اور چڑچڑاپن کا شکار ہوجاتی ہے، جو کچھ عرصہ کے بعد چھاتی کے کینسر کا سبب بن سکتا ہے۔

اسی طرح منصوبہ بندی کے لیے چھلا رکھوانے سے عورت کی اندام نہانی میں خارش شروع ہوجاتی ہے اور زخم بننے پر لیکوریا (سیلان رحم عفونی) شروع ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔

منصوبہ بندی کے لیے condom کا استعمال بھی نقصان دہ ہے۔ اس سے عورت کی اندام نہانی میں خارش پیدا ہوجاتی ہے، جس سے عورت کی لذت ختم ہوجاتی ہے۔ عورت کے خاص حصے سے رطوبت خارج ہونا بند ہوجاتی ہے، جو عورت میں موٹاپے کا باعث بنتا ہے۔



ساتویں دن عقیقہ

بچے یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا بالاتفاق مستحب عمل ہے۔ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اسے ساتویں دن مشروع قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ مُّرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰی.

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈوایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7/5، 8، 12، 17، 18، 22، سنن أبي داوٗد : 2838، سنن التّرمذي : 1522، سنن النّسائي : 4225، سنن ابن ماجه : 3165، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن جارود (۹۱۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/ ۲۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و پیروی میں عقیقہ صرف ساتویں دن کرنا چاہیے، مثلاً بچہ جمعہ کے دن پیدا ہو، تو اس کا عقیقہ جمعرات کے دن کرنا چاہیے۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ پیدائش کے دن کو شمار نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ بات درست نہیں۔ ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا درست نہیں۔ بعض علمائے کرام ساتویں دن سے پہلے عقیقے کی اجازت دیتے ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ التَّقْيِيدَ بِذٰلِكَ اسْتِحْبَابٌ، وَإِلَّا فَلَوْ ذَبَحَ عَنْهُ فِي الرَّابِعِ أَوِ الثَّامِنِ أَوِ الْعَاشِرِ أَوْ مَا بَعْدَهُ أَجْزَأَتْ .

''معلوم یہ ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے، ورنہ اگر کوئی شخص بچے کی طرف سے چوتھے، آٹھویں، دسویں یا بعد والے کسی دن عقیقہ کر دے، تو وہ کفایت کر جائے گا۔''

(تحفة المَودود بأحكام المَولود، ص 50)

یہ بات حدیث کے مطابق درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ساتویں دن عقیقے کا ذکر ہے اور شریعت نے اس کا ایک وقت معین کیا ہے، جس کی پابندی ضروری ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُجْزِیءُ قَبْلَ يَوْمِ السَّابِعِ أَصْلًا .

''ساتویں دن سے پہلے عقیقہ قطعاً کفایت نہیں کرے گا۔''

(المُحَلّٰى بالآثار: 240/6)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) بھی یہی فرماتے ہیں۔

(سُبُل السّلام: 181/4)

اسی طرح بعض اہل علم ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکنے کی صورت میں چودھویں یا اکیسویں دن عقیقے کی مشروعیت کے قائل ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔ جو روایات اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں، وہ اصولِ محدثین کے مطابق پایۂ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ملاحظہ ہو:

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، أَوْ أَرْبَعَ عَشَرَةَ، أَوْ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقے کا جانور ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4979، المُعجم الكبير للطّبراني : 723، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 303/9)

سند ''ضعیف'' ہے۔ اسماعیل بن مسلم مکی ''ضعیف الحدیث'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حَجَر : 474)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لِيَكُنْ ذَاكَ يَوْمَ السَّابِعِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو، تو چودھویں دن، اگر چودھویں دن بھی نہ ہو سکے، تو اکیسویں دن۔''

(المستدرك للحاكم : 238/4-239)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

✿ عطاء کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أُمِّ كُرْزٍ شَيْئًا .

''انہوں نے ام کرز سے کچھ نہیں سنا۔'' (العِلَل، ص 139)

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) کا کہنا ہے :

إِنْ لَمْ يَذْبَحْ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ ذَبَحَ بَعْدَ ذٰلِكَ حَتّٰى أَمْكَنَ فَرْضًا .

''اگر ساتویں دن عقیقے کا جانور ذبح نہ کر سکے، تو اس کے بعد جب بھی اس فرض کی ادائیگی پر وہ استطاعت رکھے ایسا کر لے۔''

(المُحَلّٰی : 234/6)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں اور وہ سب روایات جن میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا، ضعیف اور غیر ثابت شدہ ہیں۔ لہٰذا یہ قول نا قابل التفات اور نا قابل عمل ہے۔

اسی طرح اگر بچہ ساتویں دن سے پہلے فوت ہو جائے، تو اس کا عقیقہ نہیں ہوگا، جبکہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا بھی عقیقہ واجب ہے۔ (المُحَلّٰی : 234/6)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

(المَجموع : 448/8)

یہ دونوں قول مرجوح ہیں۔ عقیقہ کا تعلق زندگی سے ہے۔ دوسری طرف حدیث نے ساتویں دن کو بھی مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اصل سنت حاصل نہیں ہوگی۔ اسی طرح ولادت سے پہلے بھی عقیقہ جائز اور درست نہیں، کیونکہ یہ عقیقہ کی سنت ایک سبب کے پیش نظر ادا کی جاتی ہے، وہ بچے کی پیدائش ہے۔ جب وہ سبب ہی نہ ہوگا، تو سنت کیسے ادا ہوگی؟ قربانی کی طرح عقیقہ رات کو بھی کیا جا سکتا ہے۔

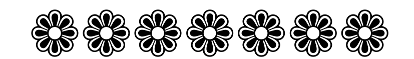
۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) ساتویں دن عقیقہ کی حکمت بیان کرتے ہیں:

حِكْمَةُ هٰذَا ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ أَنَّ الطِّفْلَ حِينَ يُوْلَدُ يَكُونُ أَمْرُهٗ مُتَرَدِّدًا بَيْنَ السَّلَامَةِ وَالْعَطَبِ، وَلَا يُدْرٰى هَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَيَاةِ أَمْ لَا إِلٰى أَنْ تَأْتِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ يَّسْتَدِلُّ بِمَا يُشَاهِدُ مِنْ

أَحْوَالِهِ فِيهَا عَلٰى سَلَامَةٍ بِنِيَّتِهِ وَصِحَّةِ خَلْقَتِهِ وَأَنَّهُ قَابِلٌ لِلْحَيَاةِ، وَجُعِلَ مِقْدَارُ تِلْكَ الْمُدَّةِ أَيَّامَ الْأُسْبُوعِ فَإِنَّهُ دَوْرٌ يَوْمِيٌّ كَمَا أَنَّ السَّنَةَ دَوْرٌ شَهْرِيٌّ ...... وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَوَّلُ مَرَاتِبِ الْعُمُرِ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا الْمَوْلُودُ انْتَقَلَ إِلَى الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ وَهِيَ الشُّهُورُ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا انْتَقَلَ إِلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ السِّنِينَ، فَمَا نَقَصَ عَنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ فَغَيْرُ مُسْتَوْفٍ لِلْخَلِيقَةِ ...... فَجُعِلَتْ تَسْمِيَةُ الْمَوْلُودِ وَإِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنْهُ وَفِدْيَتُهُ وَفَكُّ رِهَانِهِ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ .

’’اس کی حکمت، واللہ اعلم یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے، تو اس کا معاملہ سلامتی اور ہلاکت کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندہ رہے گا یا نہیں۔ حتی کہ اس پر اتنی مدت گزر جائے کہ اسے دیکھنے والا اس کے حالات سے اس کی تخلیقی سلامتی، صحت اور اس کے زندگی کے قابل ہونے کا اندازہ کر سکے۔ اس مدت کی مقدار شریعت نے ایک ہفتہ مقرر کی، کیونکہ ہفتہ، دنوں کا ایک مکمل چکر ہے، جیسا کہ سال مہینوں کا ایک مکمل چکر ہوتا ہے۔......مقصود یہ ہے کہ یہ سات دن مراتب عمر میں سے پہلا مرتبہ ہیں۔ جب بچہ ان دنوں کو پورا کر لیتا ہے، تو وہ دوسرے مرتبے میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ مہینے کی صورت میں ہوتا ہے اور جب وہ دوسرے مرتبے کی تکمیل کرتا ہے، تو تیسرے مرتبے، یعنی سال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جو بچہ ان مراتب میں سے کسی مرتبے کو

پہنچ نہ پایا ہو، اس کی تخلیق مکمل نہیں ہوتی۔......یہی وجہ ہے کہ بچے کے نام کا تعین، اس سے گندگی کو دور کرنے (ختنہ کرنے اور سر منڈوانے) اس کا فدیہ دینے اور اس کی گردن کو آزاد کرنے (یعنی عقیقہ کرنے) کے لیے ساتواں دن مقرر کیا گیا۔"(تحفة المَودود ص 75-76)



زندگی میں جائیداد کی تقسیم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شریعت کے دائرہ میں خودمختار بنایا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جیسے چاہے استعمال کرے، لیکن اس استعمال میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کو پامال نہ کرے۔

مال و جائیداد بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اس میں بھی انسان اپنی مرضی سے جائز تصرف کا حق رکھتا ہے۔ اسی بنا پر ایک مسلمان زندگی میں اپنی اولاد کو اپنا مال تقسیم کرسکتا ہے اور جتنا چاہے اپنے لیے رکھ سکتا ہے۔

یاد رہے کہ زندگی میں یہ تقسیم بہ ضابطہ میراث نہیں ہوگی، کیونکہ وراثت اس مال کا نام ہے، جو انسان کے مرنے کے بعد غیر اختیاری طور پر اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے، البتہ جو انسان زندگی میں اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو وہ قانون ہبہ کے مطابق ہی تقسیم کرسکتا ہے۔

جب انسان اپنی زندگی میں کسی کو بلا معاوضہ کوئی چیز دے، تو یہ ہبہ یا ہدیہ یا عطیہ کہلاتا ہے۔ ہبہ یا ہدیہ کے حوالے سے چند ایک اسلامی قوانین ملاحظہ فرمائیں:

① قانونِ ہبہ میں تمام اولاد، یعنی بیٹے اور بیٹیوں کا حصہ برابر برابر ہے، ان کے درمیان عدل و مساوات واجب ہے۔

② ہبہ کی صورت میں بعض اولاد کو دینا اور بعض کو محروم کر دینا ظلم ہے۔

③ اگر بعض اولاد کو دیا اور بعض کو محروم کر دیا، تو یہ تقسیم فسخ ہو جائے گی اور اس

ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا واجب ہوگا۔

④ اگر باقی اولاد کی رضامندی سے کسی بیٹے یا بیٹی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

⑤ ہبہ کی صورت میں اولاد میں سے کسی کو دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور باقی اولاد کو اعتراض نہ ہو، تو بھی جائز ہے۔

⑥ باپ اپنی اولاد سے ہبہ کردہ چیز کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔

⑦ شکم مادر میں پرورش پانے والے بچے کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی جاسکتی، البتہ اس کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔

⑧ ہبہ قبول کرنا چاہیے، خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ ہبہ ردّ کرنا پسندیدہ فعل نہیں۔

⑨ کسی کے ذمے واجب الادا چیز اسے ہبہ کی جاسکتی ہے۔

⑩ انسان اپنی مرضی سے کسی کو ہبہ کرتا ہے، اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

دلائل:

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَأَلَتْ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَّالِهٖ، ثُمَّ بَدَا لَهٗ، فَوَهَبَهَا لِي، فَقَالَتْ: لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ، فَأَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهٗ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ: أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأُرَاهُ قَالَ: لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ.

''میری والدہ نے میرے والد سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے مال سے کوئی چیز ہبہ کریں۔ (پہلے تو انہوں نے انکار کیا) بعد میں راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز ہبہ کر دی۔ والدہ نے کہا: جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ نہیں بنا لیتے، میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد میرا ہاتھ پکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں ابھی نو عمر تھا۔ میرے والد نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اس لڑکے کی والدہ (عمرہ) بنتِ رواحہ کہتی ہیں کہ میں اس لڑکے کو ایک چیز ہبہ کروں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس کے علاوہ بھی آپ کی کوئی اولاد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت یوں فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ مت بنائیں۔''

(صحيح البخاري : 2585، صحيح مسلم : 1623)

❁ صحیح مسلم (1623) میں ہے:

قَارِبُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ .

''اپنی اولاد کے مابین برابر تقسیم کریں۔''

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ .

''اپنی اولاد کے درمیان انصاف کریں، اپنے بیٹوں کے مابین انصاف کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 275/4، سنن أبي داوٗد : 3544، سنن النسائي : 262/6، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (5694) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ صحیح مسلم (10/1623) کے الفاظ ہیں:

إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا، فَقَالَ : أَكُلَّ بَنِيكَ نَحَلْتَ؟، قَالَ : لَا، قَالَ : فَارْدُدْهُ .

''(عرض کیا:) میں نے اپنے اِس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اپنے سارے بیٹوں کو ہبہ کیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے ہبہ واپس لے لیں۔''

❁ صحیح مسلم (13/1623) میں ہے:

أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : اتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ، فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ .

''(نبی کریم ﷺ نے فرمایا:) کیا آپ نے اپنی ساری اولاد کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لیں، (نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) میرے والد نے واپس آ کر وہ ہبہ واپس لے لیا۔''

❁ حسن سند کے ساتھ سنن نسائی (3685) میں ہے:

أَلَا سَوَّيْتَ بَيْنَهُمْ؟

''آپ نے سب میں برابر تقسیم کیوں نہیں کیا؟''

❁ صحیح ابن حبان کی روایت (5099، وسندہ حسن) کے الفاظ ہیں کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

اِنْطَلَقَ بِي أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهٗ عَلٰى عَطِيَّةٍ أَعْطَانِيهَا، فَقَالَ: هَلْ لَّكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: سَوِّ بَيْنَهُمْ.

''میرے والدِ گرامی مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ ﷺ کو اس عطیہ پر گواہ بنائیں، جو انہوں نے مجھے عطا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ کے اس کے علاوہ بھی بیٹے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: ان کے مابین برابر تقسیم کریں۔''

❁ ایک روایت میں ہے:

أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ.

''(نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا:) کیا اس کے علاوہ بھی آپ کے بیٹے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا سارے بیٹوں کو اتنا دیا ہے؟ عرض کیا: جی نہیں! فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔''

(صحيح مسلم: 15/1623)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ.

''مجھے ظلم پر گواہ مت بنائیں۔''

(صحيح البخاري: 2650، صحيح مسلم: 1623)

❁ صحیح مسلم (19/1623) میں ہے:

أَلَهُ إِخْوَةٌ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟، قَالَ : لَا، قَالَ : فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ .

''(نبی کریم ﷺ نے فرمایا) کیا اس لڑکے کے اور بھی بھائی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: جو آپ نے اسے دیا ہے، کیا باقی سب کو بھی اتنا دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں! تو فرمایا: یہ درست نہیں اور میں صرف حق پر گواہ بن سکتا ہوں۔''

❀ صحیح مسلم (17/1623) کے الفاظ ہیں:

أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي، ثُمَّ قَالَ : أَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ : بَلٰى، قَالَ : فَلَا إِذًا .

''(نبی کریم ﷺ نے فرمایا:) اس پر کسی اور کو گواہ بنالیں۔ پھر فرمایا: کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی ساری اولاد برابر کی فرماں بردار ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو پھر ایسا مت کریں۔''

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے:

بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ، وَإِذَا أَعْطٰى بَعْضَ وَلَدِهٖ شَيْئًا لَّمْ يَجُزْ، حَتّٰى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهٗ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ .

''اولاد کو ہبہ کرنے کا بیان۔ جب کوئی اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے، تو جب تک انصاف کے ساتھ سب کو برابر نہ دے، ہبہ جائز نہیں ہو گا۔ ایسے (ناجائز) ہبہ پر گواہ بھی نہ بنا جائے۔''

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتِلَافُ الْأَلْفَاظِ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ الْوَاحِدَةِ يَرْجِعُ إِلٰى مَعْنًى وَّاحِدٍ، وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهٖ مَنْ أَوْجَبَ السَّوِيَّةَ فِي عَطِيَّةِ الْأَوْلَادِ، وَبِهٖ صَرَّحَ الْبُخَارِيُّ .

''اس قصہ میں مذکور مختلف الفاظ ایک ہی معنی ومفہوم کو بیان کرتے ہیں۔اس قصے کو وہ علما دلیل بناتے ہیں، جو ہبہ میں مساوات کو واجب سمجھتے ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے۔''(فتح الباري : 214/5)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهٗ يَنْبَغِي أَنْ يُّسَوِّيَ بَيْنَ أَوْلَادِهٖ فِي الْهِبَةِ، وَيَهِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّثْلَ الْآخَرِ وَلَا يُفَضِّلُ، وَيُسَوِّي بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى .

''اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ میں ساری اولاد کو برابر رکھا جائے، ہر ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں برابر کا ہبہ کیا جائے اور کسی کو زیادہ حصہ نہ دے، نیز اس میں لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دیا جائے۔''(شرح صحيح مسلم : 6/6)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بعض اولاد کو ہبہ کرنے اور بعض کو محروم کر دینے کو نبی کریم ﷺ نے ظلم اور جور قرار دیا ہے۔یہ عدل ومساوات کے خلاف ہے اور ہرگز درست نہیں۔تبھی تو نبی پاک ﷺ نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا ہے اور اولاد کے درمیان عدل کا حکم دیا ہے۔

یہ حکم وجوبی ہے:

بعض لوگ ہبہ کے وقت اولاد میں عدل وانصاف کو واجب نہیں سمجھتے اور دعویٰ کرتے

ہیں کہ اس سلسلے میں فرمانِ نبوی استحباب پر محمول ہے۔ایسے لوگوں کا ردّ کرتے ہوئے ؛

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْعَجَبِ اَنْ يُّحْمَلَ قَوْلُهٗ : «اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ» عَلٰى غَيْرِ الْوُجُوْبِ، وَهُوَ أَمْرٌ مُّطْلَقٌ مُّؤَكَّدٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَقَدْ أَخْبَرَ الْآمِرُ بِهٖ أَنَّ خِلَافَهٗ جَوْرٌ، وَأَنَّهٗ لَا يَصْلُحُ، وَأَنَّهٗ لَيْسَ بِحَقٍّ، وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الْبَاطِلُ، هٰذَا وَالْعدْلُ وَاجِبٌ فِي كُلِّ حَالٍ، فَلَوْ كَانَ الْاَمِرُ بِهٖ مُطْلَقًا لَّوَجَبَ حَمْلُهٗ عَلَى الْوُجُوبِ، فَكَيْفَ وَقَدْ اقْتَرَنَ بِهٖ عَشَرَةُ أَشْيَاءَ تُؤَكِّدُ وُجُوبَهٗ؟ فَتَاَمَّلْهَا فِي أَلْفَاظِ الْقِصَّةِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ اپنی اولاد کے درمیان مساوات کریں،کو عدمِ وجوب پر محمول کرنا تعجب خیز ہے، یہ مطلق حکم ہے،جس کی تین دفعہ تاکید کی گئی۔حکم دینے والے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود بتایا کہ اس کی مخالفت ظلم ہے، یہ بھی بتایا کہ ایسا کرنا درست نہیں، نیز فرمایا کہ یہ ناحق فعل ہے۔اب حق کے بعد تو صرف باطل ہی بچتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ عدل ہر حال میں واجب ہے۔اگر یہ حکم مطلق بھی ہوتا،تو اسے وجوب پر محمول کرنا ضروری تھا، اگرچہ اس قصہ میں دس چیزیں ایسی ہیں، جو اس کے وجوب کو لازم کرتی ہیں۔ آپ اس قصہ کے الفاظ پر غور کر کے انہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔''

(تحفة المَودود، ص 228)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي، فَإِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِإِذْنٍ قَطْعًا؛ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْذَنُ فِي الْجَوْرِ وَفِيْمَا لَا يَصْلُحُ وَفِي الْبَاطِلِ، فَإِنَّهُ قَالَ : إِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الَّذِي فَعَلَهُ أَبُو النُّعْمَانِ لَمْ يَكُنْ حَقًّا، فَهُوَ بَاطِلٌ قَطْعًا، فَقَوْلُهُ : «إِذَنْ أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ» حُجَّةٌ عَلَى التَّحْرِيْمِ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ، أَيِ الشَّهَادَةُ عَلٰى هٰذَا لَيْسَتْ مِنْ شَأْنِي وَلَا تَنْبَغِي لِي، وَإِنَّمَا هِيَ مِنْ شَأْنِ مَنْ يَّشْهَدُ عَلَى الْجَوْرِ وَالْبَاطِلِ وَمَا لَا يَصْلُحُ، وَهٰذَا فِي غَايَةِ الْوُضُوْحِ .

''نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالیں، قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہر گز ظلم، ناجائز اور باطل اُمور کی اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ ﷺ خود یہ فرما رہے ہیں کہ میں صرف حق پر گواہ بنتا ہوں، اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کے والد کا اقدام حق نہیں تھا، بلکہ کلی طور پر باطل تھا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جائیں اور میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالیں، اس فعل کے حرام ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾(حمٓ السجدة : 40)(جو مرضی کرو) اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب حیا ختم ہو جائے، تو جو دل میں آئے کرو۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس معاملہ پر گواہی دینا میری شان کے لائق اور

مناسب نہیں، بلکہ یہ ان لوگوں کا کام ہے جو ظلم و جور اور ناجائز و باطل اُمور پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔''

(تهذيب السّنن : 5/192-193)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَمَّا قَوْلُهٗ : إِنَّ قَوْلَهٗ : أَشْهِدْ، صِيغَةُ إِذْنٍ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ، بَلْ هُوَ لِلتَّوْبِيخِ لِمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ بَقِيَّةُ أَلْفَاظِ الْحَدِيثِ، وَبِذٰلِكَ صَرَّحَ الْجُمْهُورُ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ، وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ : قَوْلُهٗ : أَشْهِدْ، صِيغَةُ أَمْرٍ، وَالْمُرَادُ بِهٖ نَفْيُ الْجَوَازِ .

''ان کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ [اس پر کسی اور کو] گواہ بنا لیں، اجازت ہے، درست نہیں۔ بلکہ یہ الفاظ ڈانٹ کے لیے ہیں، کیونکہ حدیث کے بقیہ الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس مقام پر جمہور نے اسی کی تصریح کی ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امر کا صیغہ ہے، مگر اس سے مراد عدم جواز ہے۔''

(فتح الباري : 5/215)

❁ نیز فرماتے ہیں:

زَعَمَ بَعْضُهِمْ أَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ : لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ، اَيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى مَيْلِ الْأَبِ لِبَعْضِ الْأَوْلَادِ دُونَ بَعْضٍ، وَفِي هٰذَا نَظَرٌ لَّا يَخْفٰى، وَيَرُدُّهٗ قَوْلُهٗ فِي الرِّوَايَةِ : لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى الْحَقِّ .

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا،

کا معنی یہ ہے کہ میں کسی باپ کے بعض اولاد کی طرف جھکاؤ پر گواہ نہیں بنتا، مگر اس کا محل نظر ہونا مخفی نہیں، کیونکہ حدیث میں مذکور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں صرف حق پر ہی گواہ بنتا ہوں، اس بات کی تردید کرتا ہے۔''

(فتح الباري : 215/5)

❁ نیز ایک استدلال کا رَدّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْلَهٗ : اِرْجِعْهُ، دَلِيلٌ عَلَى الصِّحَّةِ، وَلَوْ لَمْ تَصِحَّ الْهِبَةُ لَمْ يَصِحَّ الرُّجُوعُ، وَإِنَّمَا أَمَرَهٗ بِالرُّجُوعِ لِأَنَّ لِلْوَالِدِ أَنْ يَّرْجِعَ فِيمَا وَهَبَهٗ لِوَلَدِهٖ، وَإِنْ كَانَ الْأَفْضَلُ خِلَافَ ذٰلِكَ، لٰكِنِ اسْتِحْبَابُ التَّسْوِيَةِ رُجِّحَ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلِذٰلِكَ أَمَرَهٗ بِهٖ، وَفِي الِاحْتِجَاجِ بِذٰلِكَ نَظَرٌ، وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ : اِرْجِعْهُ، أَيْ لَا تُمْضِ الْهِبَةَ الْمَذْكُورَةَ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ تَقَدُّمُ صِحَّةِ الْهِبَةِ .

''ان کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کا فرمان: ''اسے واپس کریں۔'' ہبہ کے صحیح ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ہبہ صحیح نہ ہوتا، تو رجوع بھی درست نہیں تھا۔ آپ ﷺ کا اسے اپنے بیٹے سے ہبہ واپس لوٹانے کا حکم اس لیے ہے کہ والد اپنی اولاد سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے، اگر چہ واپس نہ لینا بہتر ہے، لیکن مساوات کے استحباب کو اس استحباب پر ترجیح دی گئی، اس لیے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) مگر یہ دلیل بھی محل نظر ہے۔ واضح طور پر اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ ہبہ کو جاری نہ رکھا جائے۔ اس سے اس ہبہ کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔''(فتح الباري : 215/5)

۞ نیز ایک شبہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى جَوَازِ عَطِيَّةِ الرَّجُلِ مَالَهٗ لِغَيْرِ وَلَدِهٖ، فَإِذَا جَازَ لَهٗ أَنْ يُّخْرِجَ جَمِيعَ وَلَدِهٖ مِنْ مَّالِهٖ؛ جَازَ لَهٗ اَنْ يُّخْرِجَ عَنْ ذٰلِكَ بَعْضَهُمْ، ذَكَرَهُ ابْنُ عَبْد الْبَرِّ، وَلَا يَخْفٰى ضَعْفُهٗ، لِاَنَّهٗ قِيَاسٌ مَّعَ وُجُود النَّصِّ .

''حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اپنا مال اپنی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کو ہبہ کرنے پر اجماع ہے۔ چنانچہ جب کسی غیر کو ہبہ کر کے ساری اولاد کو محروم کیا جا سکتا ہے،تو (اپنی بعض اولاد کو ہبہ کرنے کی صورت میں) بعض اولاد کو محروم رکھنا بھی درست ہوا۔(ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:) لیکن اس بات کا ضعف آشکارا ہے، کیونکہ یہ قیاس ہے اور نص کی موجودگی میں قیاس کرنا درست نہیں۔''

(فتح الباري : 215/5)

۞ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے اونٹ کے بارے میں یہ مکالمہ ہوا:

بِعْنِيهِ، قَالَ : هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : بِعْنِيهِ فَبَاعَهٗ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، تَصْنَعُ بِهٖ مَا شِئْتَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اونٹ مجھے بیچ دیجیے۔انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو آپ ہی کا ہے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، مجھے یہ اونٹ بیچ

دیجیے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ آپ کا ہوا، اپنی مرضی کے مطابق اس کا استعمال کیجیے۔''

(صحيح البخاري: 2115)

❁ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ہبہ کے باب میں بھی ذکر کیا ہے، تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ: مُنَاسَبَةُ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ لِلتَّرْجَمَةِ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلَ عُمَرَ أَنْ يَّهَبَ الْبَعِيرَ لِابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ لَبَادَرَ إِلٰى ذٰلِكَ، لٰكِنَّهُ لَوْ فَعَلَ لَمْ يَكُنْ عَدْلًا بَيْنَ بَنِي عُمَرَ، فَلِذٰلِكَ اشْتَرَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ، ثُمَّ وَهَبَهُ لِعَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ الْمُهَلَّبُ: وَفِي ذٰلِكَ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهُ لَا تَلْزَمُ الْمَعْدِلَةُ فِيمَا يَهَبُهُ غَيْرُ الْأَبِ لِوَلَدِ غَيْرِهٖ، وَهُوَ كَمَا قَالَ.

''علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ ہبہ کریں، تو وہ فوراً تعمیل کرتے، لیکن ایسا کرنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے مابین انصاف نہیں ہونا تھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ خرید کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر باپ کے علاوہ کوئی شخص کسی دوسرے کی اولاد کو ہبہ کرے، تو اس میں مساوات ضروری

نہیں ہے۔(ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:)ان کی یہ بات بالکل درست ہے۔''

(فتح الباري : 215/5)

خوب یادرہے کہ اگر کسی انسان نے اپنی زندگی میں اپنے کسی ایک بیٹے یا بعض بیٹوں کو اپنی جائیداد میں حصہ دیا اوران کے نام لگوا کر باقیوں کو محروم کر دیا، تو ایسا ہبہ ناجائز ہے، مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسے ہبہ کو واپس لوٹانا واجب ہے۔

اگر والد نے زندگی میں کسی بیٹے یا بیٹی کو کوئی چیز دے رکھی ہو، تو وفات کے بعد وہ بھی وراثت کے حساب سے تقسیم ہو جائے گی۔

تنبیہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

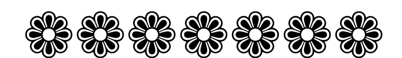
إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ نَحَلَهَا جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا مِّنْ مَّالِهٖ بِالْغَابَةِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ : وَاللّٰهِ يَا بُنَيَّةُ، مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ غِنًى بَعْدِي مِنْكِ، وَلَا أَعَزُّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِي مِنْكِ، وَإِنِّي كُنْتُ نَحَلْتُكِ جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا، فَلَوْ كُنْتِ جَدَدْتِيهِ وَاحْتَزْتِيهِ كَانَ لَكِ، وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ، وَإِنَّمَا هُمَا أَخَوَاكِ، وَأُخْتَاكِ، فَاقْتَسِمُوهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : يَا أَبَتِ، وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهٗ، إِنَّمَا هِيَ أَسْمَاءُ، فَمَنِ الْأُخْرٰى؟ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ : ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ، أُرَاهَا جَارِيَةً .

''سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے جنگل کے مال سے بیس وسق کی

مقدار میں عطیہ دیا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو فرمانے لگے: بیٹی! تمام لوگوں سے بڑھ کر میری وفات کے بعد مجھے آپ کا غنی ہونا پسند ہے اور مجھے میری وفات کے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر مشکل آپ کا فقیر ہونا لگتا ہے۔ اگر آپ اسے (باغ کے پھل کو) اُتار لیتیں اور جمع کر لیتیں، تو وہ آپ کا تھا، مگر آج یہ صرف وارث کا مال ہے۔ یہ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ان میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق تقسیم کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابو جان! اللہ کی قسم، اگر یہ مال اتنی اتنی مقدار میں بھی ہوتا، تو میں اسے چھوڑ دیتی، یہ میری ایک بہن اسماء رضی اللہ عنہا ہیں، دوسری بہن کون سی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنت خارجہ حمل سے ہیں، مجھے لگتا ہے کہ وہ بچی ہے۔''

(الموطأ للإمام مالك : 752/2، السنن الكبرٰى للبيهقي : 295/6)

سند زہری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔



روز قیامت کس کے نام سے پکارا جائے گا؟

روز قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ماں کے نام سے پکارے جانے پر کوئی صحیح ثابت دلیل نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ.

''دھوکا باز کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کے دھوکے کا نشان ہے۔''

(صحيح البخاري: 6178)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَدٌّ لِقَوْلِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ لَا يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا عَلَى آبَائِهِمْ ...... وَالدُّعَاءُ بِالْآبَاءِ أَشَدُّ فِي التَّعْرِيفِ وَأَبْلَغُ فِي التَّمْيِيزِ.

''اس حدیث میں اس شخص کا رد ہے، جو کہتا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے باپوں پر پردہ پوشی کی غرض سے صرف ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا...... باپ کے نام سے پکارنا تعریف وتمیز میں زیادہ مؤثر ہے۔''

(شرح صحيح البخاري: 335/9، فتح الباري لابن حجر: 563/10)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

تَضَمَّنَ الْحَدِيثُ أَنَّهُ يُنْسَبُ إِلٰى أَبِيهِ فِي الْمَوْقِفِ الْأَعْظَمِ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ انسان کو محشر میں باپ سے منسوب کیا جائے گا۔''

(فتح الباري : 563/10)

یہ کہنا کہ لوگوں کو روز قیامت ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، بے اصل اور بے حقیقت ہے۔اس بارے مروی روایات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ .

''قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی کیے جانے کی وجہ سے اپنی ماؤں کے ناموں سے پکارے جائیں گے۔''

(الكامل لابن عدي :343/1)

سند جھوٹی ہے۔

۞ حافظ ابن الجوزی نے اسے ''الموضوعات''(۱۷۹۸) میں ذکر کیا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم طبری ''منکر الحدیث'' ہے۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرُ الْمَتْنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الطَّبَرِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

''اس سند سے اس حدیث کا متن منکر ہے،اسحاق طبری منکر الحدیث ہے۔''

اسے امام ابن حبان (کتاب المجروحين :۱/۱۳۷) نے ''منکر الحدیث جدا'' اور امام

دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء:۹۸) نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰی أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً .

''اس نے من گھڑت احادیث بیان کی ہیں۔'' (المَدخَل : 119)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدْعُو النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِهِمْ (وَالصَّحِيحُ : بِأُمَّهَاتِهِمْ، كَمَا فِي اللَّآلِي الْمَصْنُوعَةِ لِلسُّيُوطِيِّ : ٤٤٩/٢) سَتْرًا مِنْهُ عَلٰى عِبَادِهٖ .

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو اپنے بندوں کی پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11242)

سند من گھڑت ہے۔

① اسحاق بن بشر ابوحذیفہ متروک اور وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔

② ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔

(فتح الباري : 563/10)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بَاطِلٌ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِخِلَافِهٖ .

''یہ حدیث باطل ہے۔ صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص 139، تحفة المَودود، ص 147)

③ سعید بن عبداللہ اودی سے مروی ہے:

شَهِدْتُّ أَبَا أُمَامَةَ، وَهُوَ فِي النَّزْعِ، فَقَالَ: إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاصْنَعُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّصْنَعَ بِمَوْتَانَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلٰى قَبْرِهٖ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلٰى رَأْسِ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَسْمَعُهٗ، وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهٗ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَقُولُ: أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ، وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلِ: اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ، وَيَقُولُ: انْطَلِقْ بِنَا، مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ، فَيَكُونُ اللّٰهُ حَجِيجَهٗ دُونَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَإِنْ لَّمْ يَعْرِفْ أُمَّهٗ؟ قَالَ: فَيَنْسُبُهٗ إِلٰى حَوَّاءَ؛ يَا فُلَانَ بْنَ حَوَّاءَ.

''میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ جان کنی کی حالت میں تھے۔ فرمانے لگے: جب میں فوت ہو جاؤں، تو میرے ساتھ

وہی معاملہ کرنا، جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر دیں، تو ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: اے فلاں! جب وہ یہ کہے گا تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، مُردہ یہ بات سنے گا، لیکن جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے: اے فلاں! وہ کہے گا: اللہ تجھ پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کر، لیکن آپ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ پھر کہے کہ وہ بات یاد کر، جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے، اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تُو اللہ کے رب ہونے، محمد ﷺ کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ منکر اور نکیر میں سے ایک، دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے: چلو، جس آدمی کو اس کا جواب بتا دیا گیا ہو، اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے۔ چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا۔ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر وہ (تلقین کرنے والا) اس (مرنے والے) کی ماں کو نہ جانتا ہو، تو (کیا کرے)؟ فرمایا: وہ اسے حواء علیہا السلام کی طرف منسوب کر کے کہے، حواء کے فلاں بیٹے!''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 250/8، ح : 7979، الدّعاء للطّبراني : 298/3، ح : 1214، وَصايا العُلماء عند حُضور الموت لابن زبر، ص 46-47، الشّافي لعبد العزيز، نقلًا عن التّلخيص الحَبير لابن حَجر : 136/2، اتّباع الأموات للإمام إبراهيم الحربي، نقلًا عن المَقاصد الحَسَنة للسّخاوي : 265، الأحكام للضّياء المقدسي، نقلًا عن المَقاصد الحَسنة : 265)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهلِ بَلَدِهٖ، مُخَلِّطٌ فِي غَيْرِهِمْ.

''اپنے اہل علاقہ سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔''

(تقريب التّهذيب: 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ، لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ؟

''یہ عبداللہ، معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے؟''

(ميزان الاعتدال: 244/3، ت: عمران بن هارون)

③ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔

④ سعید بن عبداللہ اودی کی توثیق نہیں مل سکی۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

''اس (طبرانی) کی سند میں کئی راوی ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں سکا۔''

(مَجمع الزّوائد: 45/3)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے۔''

(تُحفة المَودود، ص 149)

۞ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

''محققین ائمہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(سُبُل السّلام: 157/2)

تنبیہات مہمہ:

① علامہ زمخشری حنفی (۵۳۸ھ) کہتے ہیں:

مِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيرِ؛ أَنَّ الْإِمَامَ جَمْعُ أُمٍّ، وَأَنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ، وَأَنَّ الْحِكْمَةَ فِي الدُّعَاءِ بِالْأُمَّهَاتِ دُونَ الْآبَاءِ رِعَايَةُ حَقِّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِظْهَارُ شَرَفِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَأَنْ لَّا يَفْتَضِحَ أَوْلَادُ الزِّنَا، وَلَيْتَ شَعْرِي أَيُّهُمَا أَبْدَعُ؟ أَصِحَّةُ لَفْظِهِ أَمْ بِهَاءِ حِكْمَتِهِ؟

''یہ بدعی تفسیر ہے کہ ''امام'' اُم کی جمع ہے، کہ روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ باپوں کو چھوڑ کر ماؤں کے نام سے پکارنے میں حکمت یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حق کی رعایت رکھی جائے، حسنین کریمین کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور اس لیے کہ زنا سے پیدا ہونے والے رسوا نہ

ہوں۔اب مجھے نہیں معلوم کہ یہ لفظ زیادہ بدعی ہے یا اس میں بیان کردہ حکمت؟‘‘

(الکشّاف: 682/2)

④ شیعہ عالم حر عاملی (۱۱۰۴ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الشِّيعَةُ فَيُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ.

’’روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، سوائے شیعہ کے، انہیں اپنے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔‘‘

(الفُصول المُهِمّة، ص 124)

❁ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے بحار الانوار (۲۳۷/۷) میں باب قائم کیا ہے:

بَابٌ أَنَّهُ يُدْعَى النَّاسُ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ إِلَّا الشِّيعَةُ.

’’اس بات کا بیان کہ (روز قیامت) شیعہ کے علاوہ تمام لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔‘‘

دنیا میں ماں کی طرف نسبت کرنا؟:

دنیا میں کسی کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنے کا جواز ہے، جیسا کہ ابن عرقہ۔

(صحیح مسلم: 1769)

۱۔ عبداللہ بن مالک ابن بحینہ میں ’’بحینہ‘‘ عبداللہ کی ماں ہے۔

۲۔ محمد بن علی ابن حنفیہ میں ’’حنفیہ‘‘ محمد کی ماں ہے۔

۳۔ اسماعیل ابن علیہ میں ’’علیہ‘‘ اسماعیل کی ماں ہے، وغیرہ۔

فائدہ:

❀ **سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَائَكُمْ .

''آپ کو قیامت کے دن اپنے اور باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 194/5، سنن أبي داوٗد : 4948)

سند منقطع ہے۔ عبداللہ بن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

❀ **امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

❀ **امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''عبداللہ بن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔'' (المَراسیل : 113)

❀ **حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا مُرْسَلٌ، اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ .

''یہ مرسل (منقطع) ہے، ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(السّنن الکبرٰی : 306/9)

